!!! دُنیائے اسلام کی ایک نہایت ضروری کتاب !!!



آفتاب عالم





مصنفہ

محمد صادق حسین سردھنوی

آنحضور صلعم کے زمانہ کا بہترین شاہکار

حصہ چہارم المعروف

آفتاب عالم

جسمیں

نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور حیرت انگیز تاریخی کارنامہ یعنی دنیائے اسلام میں ہلچل مچا دینے والا ناول جسکے مطالعہ سے آپ پر صداقت اسلام کا نقشہ بخوبی ذہن نشین ہو جائیگا تاریخ اسلام سے دلچسپی رکھنے والے ضرور مطالعہ کریں

مصنفہ

مورخ اسلام مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردھنوی

حسب فرمائش

جہانگیر بکڈپو بیرون شیرانوالہ دروازہ جہانگیر منزل لاہور

آفتاب عالم

حصّہ چہارم

باب اوّل (۱)

غزوۂ بنو نضیر

عامر بن الطفیل کے کہنے سے بنو سلیم نے ستّر مسلمانوں کو بے قصور بے گناہ نماز پڑھتے ہوئے بڑی بیدردی سے شہید کر دیا تھا۔ صرف ایک ہی ہستی عمرو بن اُمیّہ باقی بچے تھے جنکے سر کے بال ترا شکر چھوڑ دیا گیا تھا۔ عمرو بیر معونہ سے پا پیادہ چلے انھیں اپنے ساتھیوں کے شہید ہو جانیکا غم و ملال اور صدمہ تھا۔ جو لوگ شہید کئے گئے وہ سب حافظ اور قاری تھے قرون اولے کے مسلمان آپسمیں اسقدر محبت رکھتے تھے گویا وہ حقیقی بھائی تھے اگر ایک مسلمان کے کانٹا لگتا تھا تو دوسرے کے دلمیں درد پیدا ہو جاتا تھا لہذا عمرو کو بھی ستّر مسلمانوں کے شہید ہو جانیکا بڑا قلق ہوا تھا۔ راستہ چلتے وہ روتے رہتے تھے بار غم سے کمر جھک گئی تھی

رنج کرتے کرتے بدن گھل گیا تھا۔ چہرہ سست ہو گیا تھا آنکھیں حلقوں کے اندر گھس گئی تھیں۔ تعجب تھا کہ اس صدمہ سے وہ زندہ کیسے بچ رہے تھے چونکہ وہ غم برداشت کرتے کرتے مضمحل اور کمزور ہو گئے تھے اس لئے قدم جلد جلد نہ اٹھتے تھے مشکل سے سفر طے کر رہے تھے۔ اس پر مستزاد یہ فکر دامنگیر تھا کہ جس سرزمین میں وہ سفر کر رہے تھے اس پر وہی بیدرد وحشی آباد تھے جنکے ہم مذہب نے بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا تھا اور جو خبث باطنی کی وجہ سے مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے ہر قدم پر اندیشہ تھا کہ کوئی سفاک انھیں بھی شہید نہ کر دے۔

عمرو کو موت کی پرواہ نہ تھی۔ وہ اس غم آلود زندگی سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ البتہ وہ یہ ضرور چاہتے تھے کہ آنحضورؐ کو مسلمانوں کے انجام کی خبر ہو جائے اسلئے وہ وحشی بت پرستوں کی نظروں سے بچتے ہوئے سفر کر رہے تھے کئی روز کے بعد انھوں نے ارض بنو عامر اور صحرائے بنو سلیم کو طے کیا۔ اب کسی قدر اندیشہ کم ہو گیا اور وہ بے فکری سے سفر کرنے لگے۔ کسی غم و فکر کا اثر زیادہ عرصہ تک نہیں رہتا۔ قدرت نے یہ طریقہ مقرر کر دیا ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے غم و الم میں بھی کمی ہوتی جاتی ہے۔

چنانچہ عمرو کا بھی غم کم ہونے لگا ایک روز شام کے وقت جبکہ باد صرصر کے تیز جھونکے دن بھر چلنے کے بعد مدہم پڑ گئے تھے آفتاب مغرب کی طرف اس قدر جھک گیا تھا کہ اسکی سیدھی شعاعیں جو ریگ زار کو گرما رہی ہیں ترچھی ہو کر کچھ بے ضرر ہو چلی تھیں عمرو ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ریت کے ٹیلے بکھرے پڑے تھے

وہ ٹیلوں کے دامن میں آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے کہ انھیں باتیں کرنے کی آواز آئی۔ وہ چونک پڑے انھوں نے آواز کی طرف اپنے کان لگا دیئے کوئی کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے اب وہ ہماری قوم کے لیئے ایک مستقل خطرہ بن گئے ہیں۔ بدر اور احد کی جنگ نے انھیں عربستان بھر میں مشہور کر دیا ہے اگر انکی ترقی کی یہی رفتار رہی تو یقیناً وہ تمام مذاہب کو اپنے اندر جذب کر لیں گے اور ہمارا مذہب مٹ جائیگا۔

دوسری آواز آئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں نہ معلوم عربوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے چلے جا رہے ہیں وہ تو جنگ چھڑ گئی ہے اگر مسلمانوں کو امن و عافیت سے تبلیغ کا موقع مل جاتا تو چند ہی دنوں میں سارے عرب کو مسلمان کر لیتے اور پھر ہماری قوم کو بھی مسلمان ہونا پڑتا۔

پہلے شخص نے کہا تم بالکل ٹھیک کہتے ہو جنگ کی وجہ سے ہماری قوم میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت و حقارت کے جذبات بڑھ گئے ہیں اور ان جذبات نے انھیں مسلمان ہونے سے روک دیا ہے۔

عمرو ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے یہ جگہ جہاں عمرو کھڑے ہوئے تھے ایک ٹیلہ تھا تو وہ ریت کا دامن تھا اس جگہ سے راستہ غرب کی جانب گھوم گیا تھا عمرو تنہا تھے تنہا تھے۔ یہ باتیں کرنے والوں کی آواز سے انھوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آنے والے دو آدمی ہیں اور چونکہ ہر مسافر یا عرب کا ہر شخص ہر وقت تلوار اور نیزہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ اسلئے عمرو نے بھی سمجھ لیا تھا کہ آنیوالے عربوں کے پاس تلوار اور نیزے ضرور ہونگے یہ ان دونوں کی گفتگو سے پتہ چل گیا تھا کہ آنے والے بت پرست ہیں

چند ہی قدم کے فاصلے پر ریت کے ٹیلہ کا کچھ حصہ گھونگھٹ کیطرح آگے کو بڑھا ہوا تھا۔ عمرو جلدی سے لپک کر گھونگھٹ کی آڑ میں کھڑے ہوگئے چند ہی ثانیہ کے بعد دو عرب تلواریں حمائل کئے اور نیزے ہاتھوں میں لئے ہوئے آئے اور عمرو کے برابر سے ہوکر نکلے دونوں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے ایک کہہ رہا تھا کہ ہمارا قبیلہ بنی سعد پھر بھی غنیمت ہے اس قبیلہ تک اسلام کا اثر نہیں پہنچا دوسرے نے کہا۔ مگر قبیلہ بنی النضیر جسکی شاخ ہمارا قبیلہ ہے۔

پہلے نے کہا سختی سے اپنے آبائی مذہب پر قائم ہے یہ اور بات ہے کہ وہ مسلمانوں سے معاہدہ کر کے ان کا حلیف بن گیا ہے"۔

دوسرے نے کہا۔ مگر وہ در پردہ اسلام اور مسلمانوں کے کُلی استیصال کی جد وجہد میں مصروف رہا کرتے ہیں۔

پہلے نے کہا۔ ہاں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کسوقت مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں اگر مسلمانوں کا ہادی جسکو وہ لوگ خدا کا رسول بتاتے ہیں (نعوذ باللہ) کسی طرح سے مارا جائے تو اسلام کا خاتمہ ہوجائے۔

اب وہ دونوں باتوں کی رو میں عمروؓ سے آگے بڑھ گئے اُنھوں نے عمرو کو نہیں دیکھا عمرو نے بڑھنے کا ارادہ کیا ابھی وہ ایک قدم بھی نہ بڑھے تھے کہ کچھ سوچ کر پلٹے اور دبے قدموں دونوں مسافروں کی طرف چلے اُنکے قریب پہنچکر اُچھلے اور انمیں سے ایک کی کمر پر لات ماری۔ چونکہ دونوں مسافر بیفکر سے چلے جا رہے تھے اسلئے عمرو کے لات لگانے سے دونوں خوف و دہشت سے اُچھل پڑے جسکے لات لگی تھی وہ تو گر پڑا اور دوسرا سخت خوفزدہ نگاہوں سے عمرو کیطرف دیکھنے لگا۔

عمرو نے ان دونوں کی حیرت اور خوف سے فائدہ اٹھایا انھوں نے جلدی سے بڑھکر اس شخص کے ہاتھ سے جو خوفزدہ نظروں سے انھیں دیکھ رہا تھا نیزہ چھین لیا اور تکبیر کہہ کر عجلت سے اسکے سینہ پر نیزہ مارا جس سے کہ نیزہ چھینا تھا۔ نیزہ سینہ پر پڑا۔ انی سینہ توڑ کر پشت کے پار نکل گئی وہ ایک دلدوز چیخ کے ساتھ گرا۔ اس اثنا میں دوسرا مسافر اٹھکر کھڑا ہوگیا۔ خوف و حیرت سے وہ بھی مبہوت سا ہو رہا تھا۔ عمرو نے جلدی سے نیزہ کھینچکر پھر تانا۔ اس عرب نے دیکھ لیا اس نے بھی نیزہ اٹھایا لیکن قبل اسکے کہ وہ نیزہ مارتا۔ اسکے سینہ پر بھی نیزہ مارا۔ اسکے سینہ پر بھی نیزہ لگا اور انی اس کا بھی سینہ چھید کر پشت کے پار نکل گئی۔ اس نے بھی ایک دلخراش آہ کی اور نیزہ پر گر کر جھولنے لگا۔

عمرو نے نیزہ نکالا۔ دونوں کے ہتھیار لئے اور چل کھڑے ہوئے کئی شبانہ روز چل کر مدینہ منورہ میں پہنچے۔ سیدھے مسجد نبوی میں گئے۔ آنحضور معہ چند صحابہ کے مسجد میں رونق افروز تھے۔ عمرو کو دیکھتے ہی حضور کچھ مضطرب سے ہوگئے جب عمرو نے قریب پہنچکر سلام کیا تو حضور نے سلام کا جواب دیکر دریافت کیا۔ عمرو! تم تنہا کیسے آئے؟ تمہارے اور ساتھی کہاں ہیں؟

عمرو کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ظالم اور دغا بازوں نے نہایت سفاکی سے انھیں شہید کر دیا۔ حضور اس خبر بد کو سنکر بہت زیادہ بیقرار ہوکے انھوں نے مضطربانہ لہجہ میں دریافت کیا کیا واقعہ ہوا عمرو۔ عمرو نے مختصراً تمام کیفیت سنادی تمام صحابہ اور خود رسول خدا کو رنج و قلق ہوا سب کے چہرے غم و حسرت میں ڈوب گئے۔ حضور نے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون (جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والا ہے) حضورؐ کے پاس بیٹھنے والوں میں حضرت صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت علی کرم اور دیگر چند ایک صحابہ تھے۔ حضرت علی کرم کو جوش آگیا۔ آپ نے کہا۔ یا رسول اللہ بنو عامر اور بنو سلیم نے غداری کی ہے نہایت سفلہ پن اور درندگی کا ثبوت دیا ہے ان وحشی کمینوں کی سرکوبی کیلئے مجھے اجازت دیجئے۔

حضورؐ خاموش رہے دراصل حضورؐ کے قلب پر اس بد خبر نے بیحد صدمہ پہنچایا تھا۔ آپؐ غم و الم پر غالب آنے کی کوشش فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کے چہرہ سے بھی جلال کے آثار ہویدا تھے۔ آپ نے کہا خدا کے محترم رسول ایسا حادثہ عظیم ہوا ہے جس نے ہمارے قلوب شق کر دیئے ہیں ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم ان دغا باز مکاروں سے انتقام لیں۔

تمام صحابہ کے چہرے سرخ ہو رہے تھے آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے سب کے چہروں پر سرسری نظر ڈالی اور کچھ وقفہ کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ خدا ان دغا بازوں کو خود سزا دیگا مسلمانو یہ حادثہ واقعی ناقابل برداشت ہے مگر تم کو صبر و ضبط بھی سیکھنا چاہئے لہذا صبر کرو۔ کیونکہ واللہ مع الصابرین (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اب عمرو بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ان سے انکے سفر کے حالات دریافت کیے انھوں نے مجملاً تمام واقعات بیان کر دیئے قبیلہ بنی سعد کے دو کافروں کو مار ڈالنے کا واقعہ بھی کہہ سنایا آپؐ نے اس واقعہ کو سنکر کہا۔ عمرو نادانستگی میں تم سے غلطی ہو گئی۔ عمرو نے دریافت کیا حضورؐ کیا غلطی ہوئی؟ آنحضورؐ نے فرمایا وہ دونوں آدمی

قبیلۂ بنی سعد سے تھے اور ہم سے معاہدہ کر گئے تھے۔

عمرو نے عرض کی یا رسول اللہ! اب تو واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن میں بے قصور ہوں کیونکہ مجھے انکے معاہدہ کا حال معلوم نہ تھا۔ خدا میری اس غلطی کو معاف کرے۔ حضورؐ نے فرمایا! ہاں تم سے نادانستگی میں غلطی ہوئی۔ ہمیں ان کے قبیلہ کو ان دونوں کا خونبہا ادا کرنا چاہیئے قبیلہ بنی سعد قبیلۂ بنو نضیر کی ایک شاخ ہے چلو بنو نضیر سے مشورہ کر کے خونبہا ادا کر دیں۔

قبیلۂ بنو نضیر یہودی تھا قبیلۂ بنو سعد بھی یہودی تھا۔ بنی نضیر مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔ مدینہ میں جتنے قبائل آباد تھے سب نے اپنے اپنے نام سے یا تو محلے موسوم کر لیے تھے یا قلعے بنا لئے تھے۔

آنحضورؐ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو ساتھ لیا اور بنی نضیر کے قلعہ کیطرف تشریف لے چلے۔ مدینہ منورہ میں حضورؐ نے تشریف لاتے ہی عہد نامہ مرتب کر کے غیر مسلموں کو اپنا ہم عہد بنا لیا تھا۔ اگرچہ غیر مسلموں نے کبھی اس عہد نامہ کی پرواہ نہ کی لیکن مسلمانوں نے اپنی طرف سے نقض عہد نہ کیا بلکہ عہد نامہ پر قائم رہے اور دوسروں کو قائم رکھنے کی ہر ممکن سعی کی اس عہد نامہ ہی کی وجہ سے حضورؐ قبیلۂ بنی نضیر سے قبیلۂ بنی سعد کو خون بہا ادا کرنے کے لئے مشورہ کرنے تشریف لیگئے تھے۔ جب آپؐ قلعہ بنو نضیر میں پہنچے تو تمام سربرآوردہ یہودی حضورؐ کی پیشوائی کیلئے قلعہ سے باہر نکل آئے۔

سلام دعا کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ معزز یہودیو تم مسلمانوں کے ہم عہد ہو؟

روسائے بنو نضیر آنحضورؐ سے یہ سنکر کچھ خوفزدہ سے ہو گئے تھے وجہ یہ تھی کہ وہ

لوگ رات دن آنحضور اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے باندھا کرتے تھے۔ انھیں خوف ہوا کہ شائد آنحضورؐ کو ان کے مشوروں کی اطلاع ہوگئی اور آپ تحقیق حال کیلئے تشریف لائے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کی طاقت روز بروز بڑھتی جارہی تھی اور قبیلہ بنی نضیر میں انکے مقابلہ کی تاب نہ تھی اسلیئے وہ بہت گھبرائے ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

ہاں! ہم حضورؐ کے ہم عہد ہیں اور اپنے عہد پر قائم ہیں! آنحضورؐ نے فرمایا اے بنو نضیر کے محترم لوگو! ایک مسلمان نے نادانستگی سے قبیلہ بنی سعد کے دو آدمی قتل کر ڈالے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے اور قبیلہ بنی سعد کے درمیان ہوکر مقتولین کے ورثا کو خون بہا[1] ادا کرا دیں۔

یہ سنکر قبیلہ بنو نضیر نے اطمینان کا سانس لیا۔ انھوں نے کہا حضور یہ کونسی بڑی بات ہے! قبیلہ بنی سعد ہماری ایک شاخ ہے۔ ہم جس طرح ان سے کہینگے وہ راضی ہوجائینگے آپ مطمئن رہیں! ہم یہ معاملہ طے کرا دینگے۔

باتیں کرتے ہوئے یہ لوگ قلعہ کے دروازے پر جا پہنچے ایک یہودی نے یہاں پہنچکر کہا۔ حضور ہم عرصہ سے آپکی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ ہماری آرزو ہے کہ حضورؐ ہماری دعوت قبول کر کے ماحضر تناول فرمائیں۔

حضورؐ نے فرمایا! کچھ مضائقہ نہیں مجھے تمہاری دعوت منظور ہے!

---

[1] جو شخص قتل ہو جاتا ہے اسکے ورثا کو کچھ رقم قاتل کی طرف سے ادا کر دی جاتی تھی یہ گویا اس کے خون کا معاوضہ ہوتا تھا۔ اس کو خون بہا کہتے تھے۔

(صادق صدیقی)

یہودی آپکو اور آپکے ہمراہی مسلمانوں کو ساتھ لیکر ایک بڑے مکان کے اندر پہنچے اس مکان کے پشت کی دیوار قلعہ کی فصیل تھی فصیل کی منڈیر پر ایک بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ جو آدھے کے قریب دیوار سے لٹک رہا تھا۔

مالک مکان نے جلدی سے قالین لاکر فصیل کے نیچے اس انداز سے بچھایا جس سے کہ اگر کسی طرح پتھر اپنی جگہ سے سرک کر گرے، تو نیچے بیٹھنے والوں کے اوپر آکر پڑے اور انھیں کچل ڈالے آنحضورؐ اور آپکے چاروں ہمراہی قالین پر بیٹھ گئے۔ کچھ لوگ ان کے سامنے ان سے کسی قدر فاصلے پر اس طرح سے بیٹھ گئے گویا کہ وہ حضور کا ادب واحترام کر رہے ہیں۔

چند یہودی وہاں سے چلے گئے وہ برابر والے مکان کے اندر پہنچے اور رازدارانہ طریقہ پر مشورہ کرنے لگے ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے کہا آج قسمت نے یاوری کی ہے۔ ہمارا اور ہماری قوم کا دشمن۔ ہماری عزت و حشمت نیز ہمارے مذہب کا دشمن خود ہی ہمارے پاس چلا آیا ہے۔ یہ خدائے بزرگ کی مہربانی ہے۔ آج ہمیں اسکا اور اسکے ان ساتھیوں کا جن پر اسے اعتماد ہے خاتمہ کر کے اپنی قوم اور اپنے مذہب کو آنیوالے خطرات سے بچانا ہے کوئی طاقتور اور ہوشیار شخص فصیل کے اوپر چڑھ جائے اور اس پتھر کو جو فصیل سے آگے نکلا ہوا جھول رہا ہے لڑھکا دے تو مسلمانوں اور اسکے نبی کا خاتمہ ہو جائے

ایک نوجوان یہودی نے خوشی سے تالی بجاکر کہا۔ خوب تجویز سوچی ہے نہایت مناسب تجویز ہے میں ابھی اس پتھر کو جاکر گرا دیتا ہوں۔ ایک سن رسیدہ یہودی نے جسکا نام سلام بن مشکم تھا کہا میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے سوچو ایک مسلمان سے

دو غیر مسلم نادانستگی میں قتل ہو گئے ہیں مسلمان ان دونوں کا خون بہا ادا کرنے کے لئے آئے ہیں یہ لوگ اپنے قول کے پکے اور عہد کے پابند ہیں ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ دغا نہ کرنا چاہیئے اغلب ہے کہ ہمارا فریب ہم پر ہی الٹ پڑے۔

ایک طاقتور نوجوان یہودی نے جسکا نام عمرو بن محاسن تھا کہا۔ سلام! بزدلی کی باتیں نہ کرو۔ اسلام کا سب سے بڑا خطرہ یہودیوں ہی کے لئے ہے۔ اس وقت ہم اس خطرہ کو مٹا ڈالنے پر قادر ہیں پھر کیوں نہ مٹا ڈالیں۔

سلام نے کہا۔ سُنو! ہماری مذہبی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئیاں مرقوم ہیں۔ عربستان میں ان کے مبعوث ہو کر تبلیغ کرنے کی بابت لکھا ہوا ہے کیا عجب ہے کہ یہ وہی نبی ہو۔

ادھر عمر کے ایک اور یہودی نے قہقہہ لگا کر کہا وہ نبی ہماری قوم میں ہونگے بت پرستوں میں نہ ہوں گے۔ عمرو بن محاسن نے کہا سُنو سلام اگر یہ واقعی نبی ہیں تو خدا کسی ذریعہ سے انھیں ہمارے ارادہ کی خبر کردیگا اور وہ بچ جائینگے اگر نبی نہیں ہیں تو کچلے جائینگے اور عرب ایک فتنہ سے چھٹکارا پا جائیگا۔

سلام نے کہا۔ لیکن یہ بھی جانتے ہو کہ اگر یہ واقعی نبی ہوئے اور خدا نے انھیں بچا لیا تو پھر ہمارا اس قلعہ میں رہنا دو بھر ہو جائے گا۔

عمرو بن محاسن نے کہا اسکی پرواہ نہ کرو۔ عبداللہ بن ابی نے جو بظاہر مسلمان ہو گیا ہے مجھ سے اور چند دیگر لوگوں سے کہا ہے کہ ہم اس قوم یا اس قبیلہ کا ساتھ دینگے جو حضرت محمد کو قتل کر ڈالینگے اندیشہ نہ کرو اگر یہ بچ گئے اور انھوں نے ہم پر یورش کی تو عبداللہ بن ابی اور اسکا قبیلہ نیز اسکے قبیلے کے حلیف

قبائل ہمارا ساتھ دینگے اور پھر ہم اعلانیہ مسلمانوں سے لڑ کر انھیں مدینہ منورہ سے نکال دینگے۔ اسلام نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو جاؤ قسمت آزمائی کرو۔

یہ سنتے ہی فوراً عمرو بن محاسن مکان کی چھت پر چڑھکر فصیل کی منڈیر پر جا پہنچا اور جھکا ہوا پتھر سر کانے کیلئے بڑھا آنحضورؐ اور آپکے جاں نثار صحابہ نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی آپکو مصروف تکلم کئے ہوئے تھے اور حضورؐ خندہ پیشانی سے باتیں کر رہے تھے۔ دفعتاً حضورؐ کے چہرہ انور سے کچھ کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپکے اُٹھتے ہی صحابہ بھی کھڑے ہو گئے۔ یہودی بھی اُٹھے ایک بڈھے یہودی نے آنحضورؐ سے دریافت کیا۔

کہاں چلے یا محمدؐ! کیا کوئی ضروری کام یاد آگیا؟ حضورؐ نے قدرے ترشروئی سے کہا۔ دغا باز یہودیو! تم نے میرے اور میرے صحابہؓ کے قتل کرنے کے لئے سازش کی تھی اپنے ایک آدمی کو ہمارے اوپر پتھر گرانے کیلئے فصیل پر چڑھایا خدا نے مجھے تمہارے منصوبہ کی اطلاع دیدی ہے اب یا تو تم دس روز کے اندر اندر تجدید عہد نامہ کر دو یا اس قلعہ سے نکل جاؤ۔

ایک ذی عزت یہودی نے کہا سنو محمدؐ! ہم تم سے یا تمہاری قوم کے لوگوں سے مطلق نہیں ڈرتے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم نے تم کو مار ڈالنے کی تدبیر کی تھی تم کو کس طرح خبر ہو گئی اب تو تم بچ گئے مگر یاد رہے کہ جب ہمارا قابو چلیگا ہم تمکو مار ڈالیں گے۔

آنحضورؐ نے فرمایا اطمینان رکھو خدا میری اور مسلمانوں کی حفاظت کریگا

اگر تم تجدید عہد نامہ یا قلعہ سے نکل جانے پر تیار نہیں ہو تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ کل مسلمان تمہارے قلعہ کا محاصرہ کر لینگے۔

ذی عزت یہودی نے استہزاد کے طور پر کہا ضرور محاصرہ کیجئے مگر یاد رکھئے بنو نضیر کا قلعہ مسلمانوں کی قبروں کے کام آئیگا۔ حضرت عمرؓ نے غضبناک ہو کر کہا یہودی کتے کل معلوم ہو جائیگا کہ یہ قلعہ کس قوم کی قبروں کا کام دیتا ہے۔

اسکے بعد آنحضورؐ مع صحابہ کے تشریف لیگئے۔ یہودیوں نے مشورہ کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں ایک قاصد عبداللہ بن ابی کے پاس حصول امداد کیلئے بھیج دیا گیا۔ شام کے وقت عبداللہ کا جواب آیا کہ اگر تم قلعہ سے باہر نکلکر مسلمانوں سے لڑو تو تمہاری امداد کیجا سکتی ہے۔

یہودی دیکھ اور سن چکے تھے کہ مسلمانوں نے جنگ بدر اور احد میں کفار مکہ کو شکستیں دی تھیں۔ وہ میدان میں نکلکر لڑنے پر آمادہ نہ ہوئے دوسرے روز جبکہ آفتاب کو طلوع ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ مدینہ منورہ کی طرف سے رائیت اسلام بڑے کروفر کے ساتھ لہراتا ہوا قلعہ بنو نضیر کیطرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ مجاہدین اسلام اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے اسلامی علم کے سایہ میں بڑے جوش وخروش سے بڑھے چلے آرہے تھے۔ یہودیوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور فصیل پر سپاہیوں کو چڑھا دیا۔ پتھروں کے ٹکڑے اور سنگباری کا تمام سامان فصیل پر پہنچا دیا لشکر اسلام نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا چاروں طرف سے پیشقدمی شروع کر دی۔ یہودیوں نے فصیل کے سوراخوں سے تیر اندازی شروع کر دی۔ اس کثرت سے اور اس قدر

جلد جلد تیر پھینکنے لگے کہ مسلمانوں کو ایک دم ہی بڑھنا دشوار ہو گیا۔ لہٰذا وہ رک گئے اور تیروں کا جواب تیروں سے دینے لگے۔ مگر یہودی فصیل کی اونچی دیوار کے عقب میں کھڑے تھے۔

سوراخوں میں سے جھانک کر تیر برسا رہے تھے انھیں مسلمانوں کے ان تیروں سے جو اُن پر برسائے جا رہے تھے کوئی اندیشہ نہ تھا۔ وہ نہایت اطمینان سے کھڑے تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ مسلمان نیچے کھڑے ہوئے کھلے میدان میں بغیر کسی جائے پناہ اور آڑ کے کھڑے تھے انھیں یہودیوں کے تیروں سے نقصان پہنچ رہا تھا۔ کئی مسلمان مجروح ہو گئے تھے لیکن باوجود مجروح ہونے کے وہ برابر میدان جنگ میں کھڑے تیر افگنی کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے شرقی جانب اور حضرت صدیقؓ نے غربی جانب اور حضرت علیؓ نے شمالی جانب کی کمان اپنے ہاتھوں میں لے رکھی تھی۔ ان میں سے ہر شخص کا یہی ارادہ تھا کہ وہ بڑھ کر سب سے پہلے قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچ جائیں۔ لیکن ان پر اس کثرت سے تیر برسائے جا رہے تھے کہ ان کا اس جگہ کھڑا رہنا بھی دشوار ہو گیا تھا تاہم وہ بڑے استقلال سے کھڑے تیروں کا جواب دے رہے تھے۔

جنوب کی طرف خود آنحضورؐ تشریف فرما تھے اور وہ بھی بڑھنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ مسلمان نہایت قادر انداز سے تیر افگنی کر رہے تھے انھوں نے تاک تاک کر سوراخوں میں تیر مارنا شروع کئے اگرچہ فاصلہ زیادہ تھا۔ فصیل اونچی تھی اور سوراخ بلندی کے انتہائی کناروں پر تھے اسلئے بہت کم تیر سوراخوں میں داخل ہوتے تھے لیکن جو تیر سوراخوں میں گھس جاتے تھے وہ یہودیوں کے چہروں

میں جا کر پیوست ہو جاتے تھے آنکھوں میں گھس جاتے تھے ناک کو چھید ڈالتے تھے مجروح یہودی چلا اُٹھتے تھے وہ تڑپ کر مٹ جاتے تھے اور انکی جگہ نئے یہودی آجاتے تھے۔

سارے دن میدان کارزار گرم رہا لیکن مسلمان قلعہ کے نزدیک نہ پہنچ سکے آفتاب غروب ہونے پر جنگ بند ہو گئی دوسرے روز پھر گذشتہ روز کیطرح جنگ شروع ہوئی لیکن آج بھی تمام دن لڑنے پر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اسی طرح سے لڑتے لڑتے پندرہ روز گذر گئے اس عرصہ میں یہودیوں کی رسد کا سامان ختم ہو گیا اور وہ بھوکے مرنے لگے بالآخر انھوں نے عاجز ہو کر صلح کی درخواست کی۔ آنحضور نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ یہودی قلعہ چھوڑ کر جلاوطن ہو جائیں اور بجز ہتھیار وں کے زر نقد اور سامان خانہ داری جسقدر وہ لیجا سکتے ہیں لے جائیں۔ یہودیوں نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ جنگ بند کر دی گئی انھوں نے سامان اکٹھا کر کے اونٹوں پر لادا۔ جو سامان وہ نہ لیجا سکتے تھے اُسے تلف کر دیا! مکانات مسمار کر دیئے گئے تاکہ مسلمان قلعہ میں آکر آباد نہ ہو سکیں اور نہایت حسرت سے قلعہ کے در و دیوار کو تکتے ہوئے رخصت ہو گئے قلعے کا دروازہ کھولا گیا۔ یہودیوں کے غول کے غول جنمیں عورتیں مرد اور بچے سب ہی تھے مال و اسباب سے لدے ہوئے نکلے اور درّہ خیبر کیطرف روانہ ہوئے جب تمام یہودی چلے گئے تو اسلام کے فدائی قلعہ میں داخل ہوئے نیز منہدم شدہ مکانات کا ڈھیر رہ گیا تھا کہ یہاں کبھی آبادی تھی ہی نہیں یہ دیکھکر مسلمانوں کو بڑی عبرت ہوئی۔ انھوں نے ہتھیار فراہم کئے اور شام کیوقت مدینہ کیطرف روانہ ہو گئے اس جنگ کا نام "غزوہ بنو نضیر" مشہور ہو گیا۔

دوسرا باب (۲)

گمشدہ جمیلہ

حارثہ معہ اپنے ہمراہیوں اور رفیقوں کے "بدر" کے مقام پر پہنچ گیا تھا اس نے کئی روز اسی مقام پر قیام کیا جس میں وہ جا کر اُترا تھا۔ وہ قبیلہ بنی تحطان کا سراغ لگا رہا تھا۔ ہر راہ رو سے۔ ہر قافلہ والوں سے بنی تحطان کو دریافت کرتا لیکن کوئی بھی اسے اسکا صحیح پتہ نہ دے سکا جس نے اسکے قبیلہ بنی بکر پر تاخت کی تھی جو اس کی بیوی سعدیٰ اسکی منہ بولی بیٹی جمیلہ۔ اسکے قبیلہ کے سردار عدی کی بیٹی رقیہ اور دوسرے بچوں نیز عورتوں کو پکڑ کرلے گیا تھا۔ عرصہ تک کی تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی تحطان حمرالاسد میں خیمہ زن ہے یہ معلوم کرکے ان لوگوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ ایک روز جبکہ آفتاب غروب ہوگیا تو انھوں نے اسباب باندھا اونٹوں پر سوار ہوئے اور حمرالاسد کی طرف چل پڑے۔ حمرالاسد مدینہ سے آٹھ میل اور بدر سے کافی فاصلے پر تھا۔ متواتر کئی شب چلنے کے بعد یہ لوگ حمرالاسد کے قریب پہنچے۔

چونکہ ان لوگوں کو اندیشہ تھا کہ کہیں بنی تحطان کو انکی آمد کا حال معلوم نہ ہو جائے اور وہ بھاگ کر کہیں دوسری جگہ نہ چلے جائیں اسلئے وہ آفتاب نکلنے پر ریت کے

تودوں کے پیچھے چھپ گئے اور اسوقت تک چھپے رہے جبتک کہ آفتاب غروب نہ ہوگیا۔ جب رات ہوگئی اور چاند اپنی پوری آب وتاب سے اُفق مشرق سے نکلکر ریگ زار پر جلوہ فگن ہوگیا تو یہ لوگ کمین گاہ سے نکلے اور ریت کے ٹیلوں کی آڑ لیتے ہوئے حمراکیطرف بڑھے۔ حمرا یہاں سے تین چار میل کے فاصلے پر تھا! لیکن اُونچے اونچے ٹیلے سدراہ ہونیکی وجہ سے نظر نہ آتا تھا۔ دن میں عرلبتان اگر نمونہ دوزخ بن جاتا ہے تو رات کو نہایت دلفریب نظر آتا ہے حضوصاً چاندنی رات میں جبکہ چاندنی ٹھنڈی اور سفید چادر پھیلا دیتی ہے ریت ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور سفید چاندنی میں سفید ریت جگمگانے لگتا ہے۔

دور تک پھیلا ہوا ریت کا سمندر سفید چاندنی میں نہایت ہی دلکش معلوم ہورہا تھا۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ اونٹوں پر سوار بڑھے چلے جارہے تھے اُونٹوں کے پاؤں سے اُٹھنے والا ریت خاموش چاندنی کو مکدر کرتا چلا جارہا تھا۔ چونکہ یہ لوگ راستہ سے نہ چل رہے تھے بلکہ ٹیلہ کی آڑ لیکر بڑھ رہے تھے اسلئے چکردار راستہ طے کرنیکی وجہ سے کئی گھنٹے سفر کرنے پر بھی ابھی حمرالاسد سے دُور تھے۔

بڑھتے بڑھتے یہ لوگ ایک نہایت بلند ٹیلہ کے دامن میں پہنچے۔ چونکہ قرب وجوار میں آبادی کے نشانات نہ تھے نہ چرند و پرند قریب تھے اسلئے فضا نہایت خاموش تھی اور ان سفر کرنیوالوں کی خاموشی نے اور بھی سکوت کو بڑھا دیا تھا۔ حتیٰ کہ اُونٹوں کے قدموں کی چاپ سُنائی دے رہی تھی۔

ابھی یہ قافلہ بڑے ٹیلہ کے سامنے پہنچا بھی نہ تھا کہ انھیں کسی انسان کے کھانسنے کی آواز آئی۔ یہ سب حیران اور مستعد ہو کر سامنے ٹیلہ کیطرف دیکھنے لگے

آواز ٹیلہ کی طرف سے آئی تھی یہ سب لوگ گوش برآواز ہو گئے لیکن اسکے بعد پھر کوئی آواز نہ آئی۔جس سے انھیں خیال گذرا کہ شاید انکے کانوں نے دھوکہ دیا ہو!

اس عرصہ میں اونٹ ٹیلے کے نیچے پہنچ گئے تھے اور انکی لمبی قطار ٹیلہ کے نیچے سے شمال کیطرف گذر رہی تھی۔اسطرف ٹیلہ کا کچھ حصّہ تقریباً نصف فرلانگ آگے کو بڑھا ہوا تھا۔جبکہ یہ اس بڑھے ہوئے حصّہ کو عبور کر رہے تھے تو انھوں نے کسی کی چیخ کی آواز سُنی۔

یہ سب چونکتے ہو گئے اور اِدھر اُدھر نظریں دوڑا کر دیکھنے لگے کہیں اور کسی طرف بھی انھیں انسانی صورت نظر نہ آئی۔حالانکہ اس طرف میدان صاف اور کھلا ہوا تھا۔اور چاندنی میں میدان کا ریت سفید پانی کیطرح دُور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔حارثہ نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا!

کیا تم نے بھی چیخ کی آواز سُنی تھی یا میرے ہی کانوں کو دھوکا ہوا؟

ایک ادھیڑ عمر کے عرب نے کہا۔دھوکہ نہیں ہوا آواز آئی! کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز تھی۔نہ معلوم کس آفت زدہ پر کون ظلم کر رہا ہے"!

حارثہ نے کہا اونٹوں کو روک دو اور اُتر اُتر کر ٹیلہ پر چڑھ کر تفتیش کرو فوراً اونٹ روک دیئے گئے اور سب لوگ کود کود کر نیچے اُتر آئے اور نیزے لیکر انکے سہارے ٹیکتے ہوئے ٹیلے پر چڑھنے لگے یہ لوگ دُور تک پھیل گئے۔

چونکہ ٹیلے کا کنارہ بہت کم ڈھلوان تھا اسلئے اوپر چڑھنے میں تکلیف ہوتی تھی نیزوں کو ریت میں گاڑ گاڑ کر اور قدم جما جما کر کسی قدر آگے کیطرف جھکے ہوئے نہایت خاموشی سے اوپر چڑھ رہے تھے۔

اس ٹیلہ پر جگہ جگہ دراڑیں تھیں متعدد جگہوں سے ریت پھسل پھسل کر ہوا میں اڑ گیا تھا کہیں کہیں سے پانی نے ریت کو بہا دیا تھا۔

حارثہ تیزی سے چڑھ رہا تھا۔ وہ چڑھتے چڑھتے ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں ٹیلے کا کنارہ ختم ہو گیا تھا اور دوسری طرف ناہموار گہرے اور وسیع شگاف تھے۔ وہ اس طرف اترنے کی کوشش کر رہا تھا اسکی نظر ادھر ادھر تھی! نیچے کی طرف نہ دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً اُسکے پاؤں کے نیچے سے ریت پھسلا۔

اُس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھل سکا۔ بے اختیارانہ طریقہ پر پھسلتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس کے پاؤں کسی انسان کی کھوپڑی پر جا کر رُکے یہاں وہ سنبھلا اور ریت کا سہارا لیکر رُکا۔ فوراً ہی کسی نے انکے پاؤں کو ہاتھوں سے جھٹکا دیا اور وہ پھر پھسلنے لگا اور اب وہ سطح زمین پر آکر رُکا۔ یہاں اُس نے سنا کہ کوئی شخص نہایت غصّہ کی حالت میں کہہ رہا ہے۔

نامعقول، پاجی پھسلکر میرے ہی سر پر گر پڑا۔ مردود نے یہ خیال نہ کیا کہ میری گردن میں جھٹکا آجائے گا۔ توڑ دوں سر بدبخت ازلی کا! اس عرصہ میں حارثہ اچھی طرح سے سنبھلکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا۔

یا اخی معاف کرنا میں نادانستگی سے پھسل پڑا کسی نے طیش آلود لہجہ میں کہا۔ معاف کرنیکا بچہ اگر تجھے سنبھلنا نہ آتا تھا تو آسمان پر چڑھا ہی کیوں تھا پاجی ابتر پاؤں اس زور سے میرے سر میں آکر لگے کہ درد ہونے لگا ہے۔ ٹھہر میں تیرا خاتمہ کر کے تجھے نادانستگی سے پھسلنے کی سزا دیتا ہوں۔

حارثہ نے کہا! مجھے یقین ہے کہ آپکے چوٹ نہیں آئی ہوگی۔

اس شخص نے جل کر کہا۔ بھلا چوٹ کیوں آنے لگی آرام پہنچا ہے آرام مردود تو آسمان کے اُوپر سے تو گرا اور تاک لگا کر میرے سر کے اوپر گرا اور پھر طرفہ یہ کہ کہتا ہے کہ چوٹ نہیں آئی ہوگی۔ اگر میں تیرے اُوپر اتنی بلندی سے اچانک آکر گرتا تو بتا تیرے چوٹ آتی یا آرام پہنچتا۔

یہ کہتے ہی اس نے بڑھکر حارثہ کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا جس سے حارثہ کسی قدر جھک گیا! حارثہ نے کہا دراصل مجھ سے بڑی غلطی ہوئی گر ...... غلطی بھی کچھ نہیں ہوئی۔ پاؤں کے نیچے سے ریت کھسل گیا اور میں لڑھک کر تمہارے اُوپر آگرا۔

اُس شخص نے آگ بگولہ ہو کر کہا۔ مگر کمبخت! یہ تجھے کس نے کہا تھا کہ تاک لگا کر میرے ہی سر کے اُوپر گرنا؟ ......

حارثہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور یہ آپ سے کس نے کہا تھا۔ کہ عین ٹیلہ کے نیچے کھڑے ہونا۔ آدمی کو کبھی ایسی جگہ کھڑا نہ ہونا چاہیئے۔

یہ سُنکر اُس آدمی کو بڑا طیش آیا۔ اس نے کہا ایک تو قصور کیا اور اُوپر سے نصیحت کرتا ہے سُن او پاجی! میں خوب سمجھتا ہوں کہ میرا مضحکہ اُڑا رہا ہے لے سنبھل تیری اجل آپہنچی۔

یہ کہتے ہی اُس نے حارثہ کا گریبان چھوڑ دیا اور تلوار بلند کی جب تک حارثہ جھکا رہا تو اس کے چہرے پر چاندنی نہ پڑی تھی۔ اب جونہی اُسکی صورت دیکھی تو وہ ٹھٹھک کر پیچھے ہٹا۔ اور اُس نے کہا حارثہ! تم ہو!

حارثہ نے بھی اُسے پہچان لیا۔ اُس نے کہا عجل! تم آدھی رات کیوقت یہاں کیا کر رہے ہو

عجل نے کہا۔ کچھ نہیں حارثہ تم جانتے ہو کہ میں عاشق مزاج ہوں اور عشق میری گھٹی میں پڑا ہوا ہے جس کافر ادا کو دیکھتا ہوں اس پہ فریفتہ ہو جاتا ہوں لیکن آہ.... لیکن ایک پری پیکر نے مجھے بالکل دیوانہ بنا دیا ہے اسکی محبت نے میری راتوں کی نیند اور دنوں کا آرام کھو دیا ہے ہر وقت.......... ہاں ہر وقت اسی ستم روزگار کا خیال رہتا ہے اُف حارثہ! میں بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ میری محبت نے مجھے کہیں کا نہ رہنے دیا.. .. .. لیکن نہیں یہ میری حماقت ہے کہ میں محبت کی بُرائی کر رہا ہوں دراصل محبت نے میری روشن اور تابناک زندگی کا پہلو میرے سامنے کر دیا ہے میرا مستقبل روشن نظر آ رہا ہے...... .. ..

عجل از خود رفتہ ہو گیا تھا۔ وہ اپنا سارا حال سنانے کی فکر میں تھا حارثہ کو اُلجھن سی ہو رہی تھی اُس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا کیا مطلب ہے آپ کا اس سے؟ عجل نے کہا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں ایک حور جمال دوشیزہ پر فدا ہو گیا ہوں اس تک رسائی مشکل تھی!

ہر چند اس عربدہ جُو اور چاند کے ٹکڑے سے بات کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا!.. .. .. آج ہاں ہاں آج میری قسمت کا ستارہ چمکا مقدر نے ساتھ دیا اور میں اس کافر ادا کو باندھ لایا۔ حارثہ! وہ ایسی حسین اور خوبصورت ہے کہ تم اسکے روئے تاباں کو دیکھ کر چاند کی طرف کبھی نہ دیکھو۔

حارثہ نے دریافت کیا وہ کس قبیلہ سے ہے اسکا کیا نام ہے؟ عجل نے جواب دیا یہ معلوم نہیں کہ وہ کس قبیلہ سے ہے مگر بنی قحطان کی نگرانی میں ہے اور

اسکا نام جمیلہ ہے! حارثہ چونک پڑا اور اس نے زور دیتے ہوئے کہا۔ جمیلہ؟ عجل نے کہا۔ ہاں جمیلہ! دوست کیا تم اُسے جانتے ہو ضرور جانتے ہو گے اسکے حسن کی آج سارے عرب میں شہرت ہے۔

حارثہ نے دریافت کیا وہ کہاں ہے؟

عجل نے سامنے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہاں وہ بندھی پڑی ہے لیکن کمبخت بڑی باعصمت ہے۔ میری بات نہیں مانتی ضد کر رہی ہے چلو ذرا تم اُسے سمجھاؤ۔ حارثہ بیتابی کے ساتھ اس طرف چلا جس طرف عجل نے اشارہ کیا تھا عجل اسکے پیچھے ہو لیا۔ دونوں ایک عمیق غار میں پہنچے۔

یہاں پہنچکر حارثہ نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین لڑکی بندھی پڑی ہے اس نے جھک کر جلدی جلدی اسکے بند کھولے۔ لڑکی آزاد ہو کر اٹھی کھڑی ہوئی حارثہ کی جب اسکے منور چہرہ پر نظر پڑی تو اسکا حسن ملیح دیکھکر حیران رہ گیا!

کچھ ثانیہ کے بعد اُس نے اپنی حیرت دور کر کے کہا۔ جمیلہ! میری بیٹی جمیلہ تم نے مجھے پہچانا؟ جمیلہ نے غور سے حارثہ کو دیکھا۔ اس نے کہا ہاں پہچان لیا۔ آہ! تم وہ جس نے مجھے پرورش کیا ہے:۔

یہ کہتے ہی وہ حارثہ کی آغوش میں آ پڑی۔ حارثہ نے اُسے سنبھالا اور عجل حیرت وخوف بھری نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا۔

تیسرا باب (۳)

"عیسائیوں کی یورش"

یہ امر مسلمہ ہے کہ آنحضورؐ یا مسلمانوں نے کبھی جنگ و پیکار کی خواہش نہیں کی بلکہ اسکے برعکس ہزاروں سختیاں سہیں۔ بے شمار مظالم برداشت کیے پھر بھی جنگ و فساد سے احتراز کرتے رہے چونکہ حضورؐ جنگ سے سخت متنفر تھے فرماتے تھے کہ اگر خدا عربوں کو عقل دے تو وہ کبھی نہ لڑیں۔ لڑنے والوں یا لڑائی چاہنے والوں کو اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے اسلیئے حضورؐ کے صحابہ کرام بھی جنگ کو اچھا نہ سمجھتے تھے حقیقت میں اگر انسان واقعی انسانی صفات سے متصف ہے تو کبھی جنگ کی خواہش نہیں کر سکتا۔

جو قومیں مرض جوع الکلب میں گرفتار ہیں وہی جنگ کی متمنی ہوتی ہیں کس قدر افسوسناک بات ہے کہ اپنے ہم جنسوں کو وحشی جانوروں کی طرح چیر پھاڑ کر انکی املاک پر قبضہ کیا جائے سلیم الطبع انسان کبھی جنگ و پیکار کو پسند نہیں کرتے دنیا بھر میں امن و امان دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن بدسرشت اور اوباش انسان جنکی طبیعت میں کیا دی۔ مکاری اور شرارت بھری ہوئی ہوتی ہے ہمیشہ لڑائی کی طرف راغب ہوتے ہیں نہ خود چین سے بیٹھتے ہیں نہ دوسروں کو آرام سے بیٹھنے دیتے ہیں یہی حال

عرب کے مشرکوں۔ بت پرستوں اور یہودیوں کا تھا۔

وہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانا چاہتے تھے اسلئے بلا وجہ۔ بلا کسی معقول سبب کے مسلمانوں سے جا الجھتے تھے آنحضورؐ کے زمانہ میں جسقدر لڑائیاں ہوئیں سب کی ابتداء کفار کیجانب سے ہوئی۔ اور مجبوراً مسلمانوں کو بھی مدافعت کے طور پر لڑنا پڑا۔ جب بنو نضیر کا قلعہ فتح ہو گیا اور مسلمان مدینہ میں واپس آ گئے تو خبر سنی کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے قبائل شرارت و فساد پر آمادہ ہیں اور وہ عنقریب مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں قبائل قبیلۂ غطفان کی شاخیں تھیں۔ جو علاقہ نجد میں آباد تھے۔ چونکہ نجدیوں کے قبیلہ بنو سلیم نے ستر بیگناہ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو انکی طرف سے بڑا رنج تھا۔

اب جبکہ یہ خبر عام طور پر سنی گئی کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو آنحضورؐ نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور بہت جلد صرف چار سو مجاہدین کا لشکر لیکر نجد کیطرف تشریف لے گئے۔

چونکہ اب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی تھی اسلئے آنحضورؐ نے عثمان ابن عفان کو مدینہ کی حکومت تفویض کر دی تاکہ آنحضورؐ کی عدم موجودگی میں مدینہ کا انتظام و انصرام بدستور رہے۔ یہ مختصر لشکر اسلام علاقہ نجد میں داخل ہو کر ایک پہاڑی کو طے کرنے لگا۔ نہ معلوم اس پہاڑی کے پتھر کس قسم کے تھے کہ ان پر چلنے کی وجہ سے مسلمانوں کے جوتے ٹوٹ گئے مجاہدین اسلام ننگے پاؤں چلنے لگے مگر جب پاؤں زخمی ہونے لگے تو انھوں نے پاؤں پر کپڑے لپیٹ لئے آخر خدا خدا کر کے یہ پہاڑی ختم ہوئی اور مسلمان ایک نخلستان میں پہنچے۔

اس نخلستان میں کچھ مشرک عرب موجود تھے جو ادھر ادھر کچھ تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو دیکھ کر سخت خوفزدہ ہوئے اور انھوں نے بھاگ جانیکا ارادہ کیا۔ مسلمان انکے بشروں سے انکے ارادہ کو بھانپ گئے تھے وہ دوڑ کر انکے پاس پہنچے اور انھیں گرفتار کر کے ان سے ان کا احوال پوچھنے لگے۔

ابھی ان مشرکوں نے کچھ بتایا نہ تھا کہ آنحضور صلعم بھی اسجگہ پہنچ گئے حضور نے ان سے دریافت کیا۔ تم کون لوگ ہو؟ ان میں سے ایک شخص نے کہا ہم قبیلہ بنو سلیم سے ہیں۔ آنحضور کے چہرہ سے کسی قدر درشتی کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر پوچھا اسی قبیلۂ بنو سلیم سے جسکے فرزندوں نے ستر بیگناہ مسلمان شہید کر دیئے ہیں؟ اس شخص نے سر جھکا کر کہا۔ جی ہاں اسی قبیلہ سے لیکن حضور، ہم بے گناہ ہیں ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اس بزدلانہ اور وحشیانہ قتل میں شریک نہ تھے۔

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ یہ اس قبیلہ کے لوگ ہیں جس سے بے گناہ ستر مسلمانوں کو نہایت بیدردی سے قتل کر ڈالا تھا۔ تو سب جوش و غضب سے بھر گئے اور تمام غضبناک نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگے۔

بنو سلیم کے فرزندوں نے مسلمانوں کی غیظ بھری نظریں دیکھیں۔ وہ اپنی زندگیوں سے مایوس ہو گئے۔ آنحضور نے دریافت کیا! تم یہاں کیا کر رہے تھے ایک شخص نے لرزاں آواز میں جواب دیا۔ حضور یہاں بنو محارب اور بنو ثعلبہ کا لشکر موجود تھا۔ جو اسلامی لشکر کے آنے کی خبر پا کر فرار ہو گیا۔ ہم یہاں اسلئے آئے تھے کہ شاید وہ لوگ کچھ چیزیں چھوڑ گئے ہوں اور ہم انھیں پا سکیں لیکن......

..... آہ ..... حضور صلعم نے پوچھا! لیکن کیا؟

اس شخص نے کہا لیکن نہیں جانتے تھے کہ موت ہمیں نخلستان میں لیے جاتی ہے
اے مسلمانوں کے ہادی۔ اے اسلام کے ہیرو۔ اے مدینہ کے بادشاہ ہم سب
بے قصور ہیں۔ ہمیں معاف کر دو۔ یہ کہتے ہی وہ شخص رونے لگا۔ اور اسکے ساتھی
بھی رونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے جوش میں آکر کہا۔ بدبخت بزدلو اب موت کو قریب
دیکھکر روتے ہو لیکن جب تمہاری قوم مسلمانوں کو قتل کر رہی تھی اس وقت
انجام کار سے خبردار نہ تھی۔

ایک شخص نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا آہ! ہم خبردار نہ تھے فوری جوش
نے ہمیں اندھا کر دیا تھا۔ عامر کے ہاں بدبخت اور بدقماش عامر نے ہمارے قبیلہ
کو برانگیختہ کر دیا اور ہم نے ناسمجھی سے ستر بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا مگر حضور
ہمارے قبیلہ میں پھوڑے والی بیماری پھوٹ پڑی اور ہر وہ شخص مرگیا جو مسلمانوں
کے قتل میں شریک تھا۔ منحوس عامر بھی اسی موذی مرض کا شکار ہو گیا۔

اس خدا نے جس کی تم پرستش کرتے ہو مسلمانوں کا انتقام لے لیا۔ تم ہم پر رحم
کرو۔ آہ! ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ...

یہاں پہنچکر اس شخص کی آواز گلوگیر ہو گئی اور وہ زار و زار رونے لگا حضرت
صدیقؓ نے طیش میں آکر کہا بدبختو! اب روتے ہو موت قریب آگئی ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا! نہیں صدیق انھیں کچھ نہ کہو انکے قتل کرنے سے کیا
ہے انکے بچے یتیم ہو جائیں گے۔

؎ عربوں نے طاعون کا نام پھوڑے والی بیماری رکھا تھا اس مرض میں پہلے بخار ہوتا ہے
اور پھر گلٹی نکلتی ہے۔ (صادق صدیقی)

حضرت علیؓ نے فرمایا! حضورؐ اسقدر خدا ترسی؟ آنحضور صلعم نے فرمایا! ہر اُس شخص پر جو رحم کا خواستگار ہو مہربانی کرو۔ خصوصاً ان دشمنوں پر جو عاجزی کریں یہ بھی ایمان کا ایک جزو ہے

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

حضرت علی کرم نے کہا! ہم حضورؐ کے فرمانبردار ہیں جو حکم ہوگا اسکی تعمیل کرینگے آنحضورؐ نے فرمایا انھیں آزاد کردو"! فوراً اہل بنو سلیم کو چھوڑ دیا گیا وہ دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔ چونکہ یہ معلوم ہوگیا تھا کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ فرار ہوگئے ہیں اسلئے لشکر اسلام واپس لوٹ گیا۔ تاریخوں میں اس مہم کا نام غزوہ ذات الرقاع مرقوم ہے یہ واقعہ جمادی اول ۴ھ میں واقع ہوا۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال ابوسفیان اُحد کے مقام پر اور آئندہ سال مقام بدر پر لڑائی کی دعوت دے گیا تھا۔ چونکہ سال ختم ہوچکا تھا اسلئے مکہ سے خبریں آنے لگیں کہ قریش مکہ جنگ کی عظیم الشان تیاریاں کر رہے ہیں لہٰذا حضورؐ نے بھی تیاریاں شروع کردیں۔ چندہی روز کے بعد معلوم ہوا کہ مکہ کے بھتریں بہادر اور جنگجو لوگ ابوسفیان کی سرکردگی میں بدر کی طرف چل پڑے ہیں ساتھ ہی یہ بھی خبر گرم ہوئی کہ اس مرتبہ کفار مکہ بڑے حشم و خدم۔ ساز و سامان اور جمعیت لیے آئے ہیں اور ان کا ارادہ فیصلہ کن جنگ کرنیکا ہے یا تو اس جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوجائیگا یا مشرکین مکہ کا! ان خبروں کو کفار مدینہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے عبداللہ بن ابی منافق مسلمانوں کو ڈراتا پھرتا تھا یہودی بھی بغلیں

بجا رہے تھے۔

مکہ سے ایک شخص نعیم بن مسعود آیا تھا وہ مدینہ کا رہنے والا تھا اسے عبداللہ بن ابی نے مکہ بھیجا تھا۔ تاکہ وہ ابوسفیان کو جنگ کے لئے آمادہ کرے اس نے بیان کیا کہ سارا مکہ اور نواح مکہ کے تمام قبائل متفق و متحد ہو کر امڈ آئے ہیں ایسا کثیر لشکر اور اس قدر ساز و سامان سے آراستہ عرب کی زمین میں کبھی نہیں آیا جیسا کہ مدینہ کی طرف مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آرہا ہے یہ قدرتی بات ہے کہ مسلمان ان خبروں کو سن سنکر متفکر اور متردد ہوتے۔ چنانچہ مسلمان کچھ فکر مند ہونے لگے۔

حضرت عمرؓ مسلمانوں کا تفکر و توحش دیکھکر بگڑ گئے۔ وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے علیک سلیک کے بعد بیٹھ گئے اور کچھ وقفہ کے بعد بولے! کیا آپ نے وہ تمام واقعات سن لئے ہیں جو مدینہ کے کوچہ کوچہ میں مشہور ہو رہے ہیں"

حضورؐ نے دریافت کیا کیسے واقعات؟

حضرت عمرؓ نے کہا۔ کفار مکہ کی حملہ آوری کے!

آنحضورؐ صلعم نے فرمایا۔ سنئے ہیں مگر تمہاری اس سے کیا منشا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ حضورؐ خدا کے رسول نہیں ہیں؟

آنحضور صلعم نے فرمایا! ہاں میں خدا کا رسول ہوں"!

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ پھر مسلمان متفکر و متوحش کیوں ہو رہے ہیں کیا گذشتہ جنگوں میں خدا نے مسلمانوں کی مدد نہیں کی ہے کیا اب خدا ہماری امداد نہ کریگا

حضورؐ نے ارشاد فرمایا! عمرؓ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ کمزور طبیعتوں کے آدمی وحشتناک خبروں سے متاثر ہو جاتے ہیں لیکن قوی دل والے کسی بات سے

متاثر نہیں ہوتے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کیا حضورؐ نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ آنحضور صلعم نے فرمایا عمرؓ اگر کوئی ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ چلے گا میں جب بھی تنہا حسب وعدہ بدر کے مقام پر پہنچ جاؤنگا۔ وہ مسلمان ہی نہیں جو کفار سے ڈر یا دب جائے اسکے تو یہ معنی ہیں کہ ہم کو خدا پر بھروسہ نہیں ہے جب ہم خدا پر بھروسہ نہیں کرتے تو خدا پرست کہاں رہے خدا پرست نہ رہتے ہوئے مسلمان کیسے کہلا سکتے ہیں حضرت عمرؓ اپنا اطمینان کر کے چلے آئے انھوں نے آتے ہی اعلان کر دیا کہ مسلمانو! جنگ کی تیاری کرو حضورؐ نے فرمادیا ہے کہ اگر تم میں سے ایک فرد بھی نہ جائیگا تو آنحضورؐ تنہا کفار مکہ کے مقابلہ میں بدر کے مقام پر جائیں گے۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ حضورؐ جنگ کیلئے تشریف لیجاتے اور آپکے صحابہ پیچھے رہ جاتے لہذا سب نے اس اعلان کے سنتے ہی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب حضورؐ نے لشکر کو روانگی کا حکم دیا تو ڈیڑھ ہزار مجاہدین اسلامی علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کا اسقدر لشکر کبھی پہلے کسی جنگ پر نہیں گیا تھا۔ مدینہ کے کفار اور یہودی اس عظیم الشان لشکر کو دیکھکر حیران رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی منافق اس جنگ میں شریک نہ ہوا بلکہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ بدر میں مرنے کیلئے کون جائے۔

بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے کلی استیصال کیلئے در پردہ جد و جہد کر رہا تھا مشرکوں اور کافروں کا ہمدرد تھا اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ ابوسفیان اس مرتبہ بڑے جاہ و جلال سے آرہا ہے وہ ابوسفیان کا حلیف تھا۔ سچ پوچھو تو اُس نے مکہ والوں کو لڑائی کے لئے برانگیختہ کیا تھا۔ اسلئے وہ دانستہ جنگ میں شریک نہ ہوا۔ اسلامی لشکر نہایت شان و دبدبہ سے کوچ و قیام کرتا ہوا بدر کے

مقام پر پہنچا۔ اِس عظیم الشان لشکر کی تمام عرب میں دھوم مچ گئی۔

جس طرف سے یہ لشکر گذرا قبائل نے خوف وہراس کی نظروں سے اُسے دیکھا۔ اُس لشکر کی جمعیت اور سامان کی خبریں ابوسفیان اور اسکے لشکر والوں کو بھی پہنچ گئیں۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ گذشتہ لڑائیوں میں مسلمان تہائی اور چوتھائی ہوتے ہوئے بھی اس دلیری اور سرفروشی سے لڑے تھے کہ کفار کے بنائے کچھ نہ بنا تھا۔ مسلمان فتحیاب ہوئے تھے اور انھیں یعنی کافروں کو شکست کھاکر بھاگنا پڑا تھا۔ اس لئے کافروں کے چھکے چھوٹ گئے دل ٹوٹ گئے ہمتیں شکستہ ہو گئیں اور وہ مقام عسفان تک آکر نہایت خوف وہراس سے مکہ کیطرف بھاگ گئے۔ جب یہ بھگوڑا لشکر مکہ میں داخل ہوا تو عورتوں نے طعنہ دیا کہ یہ صرف ستو پینے گئے تھے۔ لڑنے کے لئے نہیں گئے تھے۔ ورنہ مرجاتے لیکن مسلمانوں سے ڈر کر بغیر لڑے بھڑے ہرگز واپس نہ آتے۔

مسلمان ایک ہفتہ تک کفار مکہ کا انتظار کرتے رہے آٹھویں روز ایک شخص سعد خزاعی نے آکر اطلاع دی کہ مشرکوں کا لشکر عسفان کے مقام تک آکر واپس لوٹ گیا ہے۔ مجبوراً لشکر اسلام بھی لوٹ آیا۔ اس غزوہ کا نام بدر صغرٰے ہے یہ آخر ماہ رجب ۴ھ کا واقعہ ہے۔

بدر سے واپس آکر مسلمان تبلیغ وتدریس میں مصروف ہو گئے امسال بارش کثرت سے ہوئی۔ زراعت پیشہ لوگ زراعت کے کام میں لگ گئے یہاں تک کہ ۴ھ ختم ہو کر ۵ھ شروع ہوا۔

ماہ ربیع الاول ۵ھ میں آنحضور صلعم کو اطلاع ملی کہ سرحد شام کے

مقام دومۃ الجندل کا عیسائی بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے
اب تک جو لوگ مسلمانوں کے خلاف تھے وہ عرب کے مشرک اور مدینہ کے یہودی تھے۔ لیکن اب ایک تیسرا دشمن اور پیدا ہو گیا تھا۔

حالانکہ نہ مسلمانوں نے عیسائیوں کو ستایا تھا نہ کسی عیسائی سلطنت پر یورش کی تھی اور نہ عیسائیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا۔

آنحضور صلعم غور کرنے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ دومۃ الجندل مدینہ منورہ سے دس منزل کے فاصلے پر ملک شام کی سرحد پر واقع تھا۔ وہاں سے دمشق صرف پانچ منزل رہ جاتا تھا۔

اتنے دور دراز فاصلے پر لشکر کشی کرنا مناسب نہ معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ بھی اندیشہ لگا ہوا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سرحد شام کی طرف جائیں اور عربستان کے مشرک یا نواح مدینہ کے یہودی مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیں۔

ابھی آنحضورؐ اسی کشمکش و پنج میں تھے کہ خبریں موصول ہوئیں یعنی دومۃ الجندل کا مسیحی بادشاہ رہزنی اور ڈکیتی کرنے لگا ہے۔ عربوں کا جو قافلہ اس کی قلمرو میں ہو کر گذرتا ہے وہ اسے لوٹ لیتا ہے۔

چونکہ یہ نیا دشمن زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا اور اسکی چیرہ دستی و رہزنی سے زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آنحضورؐ نے لشکر کی فراہمی شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ایک ہزار مجاہدین فی سبیل اللہ کا لشکر فراہم ہو گیا حضورؐ نے سباع بن عرطفہ غفاری کو مدینہ کا گورنر بنا کر اور خود فراہم شدہ لشکر لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔

قبیلہ بنی عذرہ ایک شخص بطور راہبر ہمراہ لیا۔ رہبر نہایت ہوشیار اور شام کے تمام راستوں اور مقامات وغیرہ سے خوب واقف تھا۔ لشکر اسلام رات کو سفر کرتا اور دن کو قیام کرتا۔ چونکہ آنحضورؐ نے خواہش ظاہر کی تھی کہ لشکر کی نقل وحرکت کی اطلاع دشمن کو نہ ہو۔ اسلئے تمام احتیاطی تدابیر عمل میں لائی جارہی تھیں۔

ایک دن عذرہ رہبر نے آنحضورؐ سے کہا۔ یا سیّد دومۃ الجندل یہاں سے ایک منزل رہ گیا ہے لیکن دشمنوں کی چراگاہ اسجگہ سے بالکل قریب ہے اگر رائے عال ہو تو چراگاہ پر حملہ کر کے ان کے مویشیوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ مناسب ہے اس سے دشمنوں پر ہمارا رعب بیٹھ جائیگا رات کو عشا کی نماز پڑھکر لشکر چلا۔ ابھی دو تین میل ہی چلا تھا کہ ایک سبزہ زار میں جا پہنچا۔ یہاں چھوٹے اور بڑے درخت کثرت سے کھڑے تھے۔

چاندنی رات تھی۔ چاندنی درختوں کی شاخوں اور پتوں سے چھن چھن کر سبزہ زار پر پڑ رہی تھی۔ مویشی ادھر اُدھر بیٹھے تھے۔ کچھ چر رہے تھے جگالی کر رہے تھے مویشیوں کے محافظ پڑے خراٹے لے رہے تھے یہی عیسائیوں کی چراگاہ تھی۔

مسلمانوں نے مویشیوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ مویشی گھبرا گھبرا کر ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔ تو محافظوں کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بڑ بڑا کر اُٹھے۔ اٹھتے ہی مسلمان نظر آئے۔ کانپ گئے اور گھبرا کر بھاگنے لگے۔

مسلمانوں نے ان کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ تمام محافظ قتل کر دیئے گئے صرف ایک یا دو شخص ہی بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکے۔ چونکہ رات اب نصف سے زیادہ گذر چکی تھی اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ دومۃ الجندل بہت قریب رہ

گیا ہے اسلئے آنحضور صلعم نے لشکر کو قیام کرنے کا حکم دیا۔
مجاہدین اسلام کمریں کھول کھول کر سبز سبز گھاس پر پڑ گئے۔ کچھ لوگ سامان اور مویشیوں کی نگرانی پر مقرر کر دیئے گئے اور وہ نیزے ہاتھوں میں لیکر پہرہ دینے لگے۔
صبح طلوع آفتاب ہونے سے قبل آنحضور صلعم اُٹھے تمام مسلمان بیدار ہوئے سب نے ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہوکر کمربستہ ہوئے اور چل دیئے:۔
دوپہر کے وقت دومۃ الجندل میں پہنچ گئے مسلمانوں کا خیال تھا نہ صرف خیال بلکہ یقین تھا کہ عیسائی شہر یا قلعہ سے باہر استقبال یا مقابلہ کے لئے تیار ملیں گے۔ لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جبکہ انھوں نے کسی ایک عیسائی کو بھی شہر سے باہر نہ دیکھا۔
دومۃ الجندل ایک شہر تھا۔ نہایت وسیع تھا اسکا بادشاہ یا دائی رکیدر بن عبدالملک تھا۔ مسلمان بے باکانہ شہر میں داخل ہوئے۔ تمام شہر خالی تھا۔ ایک متنفس بھی کہیں نظر نہ آتا تھا۔
ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ راستے۔ سڑکیں۔ دکانیں اور مکانات وغیرہ سب خالی پڑے تھے کہیں کہیں کتے گھومتے ہوئے نظر آتے تھے مسلمانوں کو تعجب ہوا کہ یہ لوگ شہر چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔
جبکہ مسلمان مکانوں کے سامنے سے گذر رہے تھے اُنھوں نے ایک مکان کی چھت سے ایک عیسائی کو جھانکتے ہوئے دیکھا فوراً ایک شخص مکان

کے اندر گھس گیا اور تھوڑی دیر میں ایک عیسائی کو ہمراہ لایا۔ جو بیم و رجا کی نظروں سے مسلمانوں کو دیکھ رہا تھا۔

یہ شخص آنحضور صلعم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آنحضور صلعم نے اُس سے دریافت کیا تمہارا بادشاہ اکیدر بن الملک کہاں ہے۔

مسیحی نے جواب دیا۔ حضور وہ دمشق کی طرف بھاگ گیا ہے"!

آنحضور صلعم نے پوچھا۔ کیا اسے ہمارے آنے کی اطلاع ہوگئی تھی۔

عیسائی نے کہا۔ ہاں حضور اس کے جاسوسوں نے آپ کے آنے کی خبر کئی دن پیشتر سے ہی دے دی تھی۔ اُس نے شہر والوں کو شہر خالی کر کے چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔

چنانچہ پرسوں تمام شہر والے اپنا اپنا سامان لے کر چلے گئے تھے صرف فوج باقی رہ گئی تھی۔ رات چراگاہ سے دو آدمی آئے انھوں نے مسلمانوں کے بادشاہ کے آنے کی اطلاع کی۔ بادشاہ گھبرا گیا اور اسی وقت فوج لیکر بھاگ گیا۔ آنحضور صلعم نے اس مسیحی سے دریافت کیا تم کیوں نہیں بھاگے؟

عیسائی نے کہا اس لئے کہ مجھے موقعہ نہ مل سکا۔

آنحضور صلعم نے فرمایا کہ اچھا تم کو آزاد کیا جاتا ہے جہاں جی چاہے جاؤ۔ عیسائی نے آنحضور صلعم کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہاں سے چلا گیا مسلمان گھروں کے اندر گھس گئے۔

گھروں میں مٹی کے ٹوٹے پھوٹے برتن یا وہ سامان تھا۔ جو کہ وہ اپنے ساتھ نہ لے جا سکتے تھے۔ کچھ غلہ بھی تھا۔

مسلمانوں نے تمام غلہ اور وہ سامان جو قابل استعمال تھا اپنے قبضے میں کر لیا آنحضورؐ نے شہر سے باہر مسلمانوں کو قیام کرنے کا حکم دیا مسلمان ایک مرغزار میں خیمہ زن ہو گئے۔

اب آنحضور صلعم نے چند چھوٹے چھوٹے دستے اِدھر اُدھر روانہ فرمائے عیسائی مسلمانوں سے کچھ ایسے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ وہ اپنے دیہات و قصبات وغیرہ چھوڑ چھوڑ کر دمشق کی طرف بھاگ گئے تھے۔

کسی ایک جگہ بھی کوئی مسلمانوں کے مقابلے میں نہ آیا اس وجہ سے سرحد شام پر مسلمانوں کا رعب وداب بیٹھ گیا۔

چند روز دومۃ الجندل میں قیام کر کے حضور اکرم واپس لوٹے ایک روز جبکہ ایک سبزہ زار میں مسلمان قیام پذیر تھے ایک شخص عنیہ بن حصین حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

یہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ اُس نے نہایت ادب سے آنحضور صلعم کو سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ آنحضور صلعم نے اُس سے دریافت کیا۔

عربی برادر! تمہارا نام کیا ہے۔

اُس نے جواب دیا میرا نام عینیہ ہے میرے باپ کا نام حصین ہے اور میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں۔

آنحضور صلعم نے دریافت کیا تم کس لئے آئے ہو عینیہ!

عینیہ نے عرض کیا حضور! میرے پاس مویشی بہت زیادہ ہیں اونٹوں اور بکریوں کی نیز گھوڑوں کی اِسقدر بہتات ہے کہ میں اس نواح میں

مویشیوں کا بادشاہ کہلاتا ہوں۔ ہر سال یہاں کثرت سے بارش ہوتی تھی جس سے مویشیوں کے لئے چارہ افراط سے ہو جایا کرتا تھا لیکن امسال بارش نہیں ہوئی چارہ کا قحط پڑ گیا ہے گذشتہ سال چارہ کا جسقدر ذخیرہ جمع ہو گیا تھا سب ختم ہو چکا اب میں سخت پریشان ہوں"!

آنحضور صلعم نے پوچھا! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

عینیہ نے کہا میں نے سُنا ہے کہ مدینہ میں خوب بارش ہوئی ہے وہاں چارہ کی بہتات ہے چراگاہیں سرسبز اور شاداب ہو گئی ہیں میری آرزو ہے۔ کہ حضور میرے مویشیوں کو مدینہ کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت عطا فرما دیں میں اسکے معاوضہ میں معقول رقم حضورؐ کی نذر کرونگا۔ حضور اکرمؐ نے مسکرا کر فرمایا! عینیہ! تم کو اجازت ہے کہ جس قدر مویشی چاہو مدینہ منورہ کی چراگاہوں میں بھیجدو کوئی تم کو روک ٹوک نہ کریگا اور نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائیگا۔

عینیہ نے آنحضورؐ کے چہرہ پُر جمال کو مشکورانہ نظروں سے دیکھکر کہا! حضورؐ کی اس بے پایاں عنایت کا صد ہزار شکریہ!!

عینیہ اٹھکر چلا گیا۔ آنحضور صلعم نے بھی لشکر کو روانگی کا حکم دیا مجاہدین نے تمام سامان اور خیمے اونٹوں پر لادے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اس مہم کا نام غزوۂ دومتہ الجندل ہے"!

چوتھا باب (۴)

"خونریز جنگ"

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان کبھی کسی قوم یا کسی ملک پر بلاوجہ حملہ آور نہیں ہوئے۔ ہر مرتبہ جنگ کیلئے انھیں مجبور کیا گیا۔ ہر قوم نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کی۔ مسلمانوں کو تنگ کرنے اور پرستارانِ توحید کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے انتہائی کوشش کی لیکن خدا پرست مسلمان کسی طرح بھی خدا پرستی کسے باز نہ آئے۔

جب آنحضورؐ سرحد شام سے واپس لوٹے تو مشرک عربوں اور مسلمانوں سے خدائی عناد رکھنے والے یہودیوں کو بڑا افسوس ہوا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ تمام ملک شام میں ٹڈی دل عیسائی بکھرے پڑے ہیں مسلمان حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا نہیں بتاتے اس وجہ سے عیسائی ان سے نفرت کرتے اور انھیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں یقیناً وہ مسلمانوں کو تباہ کے گھاٹ اتار دینگے اور ایک مسلمان کو بھی زندہ نہیں چھوڑینگے اگر کوئی واپس بھی آئیگا تو مسلمانوں کی تباہی کی خونچکاں داستان سنانے کیلئے آئیگا مگر جب انھوں نے سُنا کہ دومۃ الجندل کے عیسائی

بلا مقابلہ کیے فرار ہو گئے تو انھیں ان کی بزدلی پر بڑا غصہ آیا۔

اب انھوں نے پھر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہم بار بار اور واضح طور پر لکھ آئے ہیں کہ عربستان کے وسیع ملک میں یا تو عرب آباد تھے یا یہودی۔ اگرچہ یہودیوں کی مذہبی کتابوں میں آنحضور صلعم کے نبی مبعوث ہونے کی پیشین گوئیاں درج تھیں۔ لیکن وہ سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزمان ان ہی کی قوم میں پیدا ہوں گے۔

چونکہ حضورؐ قبیلۂ قریش میں پیدا ہوئے اسلئے یہودیوں کو سخت ناگوار گذرا اور انھوں نے آنحضور صلعم کی نبوت سے انکار ہی نہ کیا بلکہ آپکے دشمن ہو گئے اور آپ کی ایذا رسانی میں اپنی پوری طاقت صرف کرنے لگے۔

عرب بت پرست مشرک تھے۔ وہ خدا کے نام سے بھی واقف نہ تھے بتوں ہی کو سب کچھ مانتے اور جانتے تھے لہذا وہ بتوں کے خلاف ایک لفظ بھی سُننے کو تیار نہ تھے۔

یہودیوں سے زیادہ وہ حضور اکرم کی دشمنی پر اتر آئے ان دونوں قوموں نے ملکر مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا لیکن قرونِ اولیٰ کے مسلمان لائق صد ہزار تحسین ہیں۔ انھوں نے نہ کسی ابتلا کا خیال کیا۔ کسی مصیبت سے نہ گھبرائے۔ ہر صعوبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ نہ قوم کی شکایت نہ دشمنوں کا گلہ نہ خدا سے شکوہ کیا ہر آزمائش میں پورے اُترے۔

یہودیوں اور عربوں نے برّاعظم عرب میں عربستان کے ذرّہ ذرّہ کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اکسا رکھا تھا۔ تمام عربی قبائل کو برانگیختہ کر دیا گیا۔ اور یہودیوں نے عیسائیوں کو بھی جا اُبھارا!

حالانکہ عیسائی اور یہودی آپس میں کبھی اتفاق سے نہ رہے تھے گویا ہمیشہ ان بن رہتی تھی۔ مگر مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے دونوں قومیں شیر و شکر ہو گئیں یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنو نضیر جب سے جلاوطن ہو کر شام اور خیبر کی طرف چلا گیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف مسلسل کوششوں اور ریشہ دوانیوں کا جال بچھا دیا تھا۔

تمام یہودی اور سارے عرب قبائل کو مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ کر دیا تھا۔ ایک زبردست وفد جس میں حی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق سلام بن کنانہ وغیرہ جیسے یہودی سردار شامل تھے مکہ روانہ ہوا تاکہ قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دے۔

جب سے مسلمان دومۃ الجندل سے واپس آئے تھے۔ نت نئی افواہیں سُن رہے تھے۔ کبھی مشرکین مکہ کے حملہ آور ہونے کی خبر سنتے کبھی عیسائیوں کی یورش کی اور گاہے یہودیوں کے بڑھنے کی خبریں آئیں اور کبھی یمن و نجد کے قبائل کے حملہ کی۔

مسلمان ایسے مستقل مزاج تھے کہ وہ ان بہم خبروں کو سُننے سے ذرہ بھر بھی ہراسان یا پریشان خاطر نہ ہوتے تھے بلکہ نہایت اطمینان سے تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔

مدینہ اور نواحِ مدینہ کے غیر مسلموں کو مسلمان بنا رہے تھے۔ اسلام کو پھیلتے اور مسلمانوں کو بڑھتے دیکھ کر مشرکوں اور کافروں کے سینوں پر سانپ سے لوٹ رہے تھے۔

چونکہ امن اور اطمینان کے زمانہ میں مسلمانوں کو تبلیغ کرنے کا زیادہ موقع ملتا تھا۔ اسلئے کفار کوشش کرتے تھے کہ مسلمان امن و اطمینان سے نہ رہیں ہمیشہ اور ہر وقت جنگ وپیکار میں اُلجھے رہیں۔

چنانچہ انھوں نے بنو المصطلق کے یہودیوں کو اُبھار دیا۔ بنو المصطلق کا بادشاہ حارث بن ضرار ایک تجربہ کار۔ چالاک اور خونخوار شخص تھا اُس نے اپنے قبیلہ کو منظم کرکے عربی قبایل کو اشتراک عمل کی دعوت دی۔

متعدد قبایل اس کے شریک کار ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے زبردست جمیعت فراہم کرلی۔ آنحضور صلعم کو اس کے ارادہ کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت بریدہ بن خصیب کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا۔

انھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ حارث بن ضرار نے زبردست جمیعت فراہم کرلی ہے۔ ہزاروں یہودی اور مشرک عرب اسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں اور وہ عنقریب مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والا ہے!

آنحضور صلعم نے بھی مسلمانوں کی تیاری کا حکم دیدیا۔ جب مسلمان تیار ہو گئے تو آپ نے زید کو مدینہ کا عامل مقرر کیا اور خود مجاہدین اسلام کو لے کر حارث کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔

اس اسلامی لشکر میں تیس گھوڑے تھے جن میں سے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے۔ اس مرتبہ آنحضور صلعم نے مہاجرین اور انصار کے جدا جدا علم بنا دیئے تھے۔

انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا اور مہاجرین کے علمبردار

حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو مقدمتہ الجیش مقرر کیا گیا تھا۔ اس مہم پر حضور اکرمؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین کو بھی ہمراہ لے گئے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کو ہر جنگ میں کامیابی ہوئی تھی اور مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم ہوتا رہا تھا۔

کیونکہ آنحضورؐ نے یہی آئین مقرر فرما دیا تھا کہ جو لوگ جنگ میں شریک ہوتے تھے وہی مال غنیمت میں حصہ پا سکتے تھے اس لئے اس مرتبہ مال غنیمت کی طمع میں عبداللہ بن ابی منافق بھی معہ اپنے منافقین کی حمایت کے شریک ہو گیا تھا اگرچہ مسلمانوں کو اس کی اور اسکے رفقاء کی شرکت ناگوار گذری۔ خود اسکے بیٹے عبداللہؓ کو بھی ناگوار گذری۔ مگر وہ مسلمان کہلاتے تھے اسلئے ان کی تمام اسلامی حقوق حاصل تھے اور وہ جہاد کی شرکت سے باز نہیں رکھے جا سکتے تھے۔

مسلمان دیکھ چکے تھے کہ جنگ اُحد میں بھی عبداللہ بن ابی منافق معہ اپنی جماعت کے روانہ ہوا تھا۔ مگر راستہ ہی سے لوٹ آیا تھا اس لئے انھیں خیال ہوا تھا کہ وہ شاید اب بھی لوٹ آئے یا کوئی اور شرارت کرے مگر وہ آنحضور صلعم کی وجہ سے خاموش تھے اور آنحضورؐ صلعم منافقوں کے مسلمان

لہ جس طرح مصر کا قاعدہ یا دستور تھا کہ دادا کے نام پر پوتے کا نام رکھا جاتا تھا اسی طرح سے عرب میں بھی باپ کے نام پر بیٹے کا نام رکھا جاتا تھا چنانچہ عبداللہ منافق نے بھی اپنے بیٹے کا نام اپنے نام پر ہی عبداللہ رکھا تھا۔

(صادق - صدیقی)

کھلانے کی وجہ سے مجبور و معذور تھے۔

مسلمانوں کا لشکر جب اور جس طرف سے گذرتا تھا۔ غیر مسلموں پر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس لشکر کی آمد کی خبر سن کر ہی بادیہ نشین عرب ڈیرے خیمے لاد کر چلے گئے تھے تمام نخلستان خالی پڑے رہ گئے تھے۔

قبیلہ بنو المصطلق مدینہ سے نو منزل کے فاصلہ پر آباد تھا لشکر اسلام منزل بہ منزل کوچ کر رہا تھا۔ ایک روز عصر کے وقت حضرت عمر فاروق نے جو مقدمتہ الجیش کے سردار تھے ایک عرب کو دیکھا کہ وہ کبھی ٹیلوں کے پیچھے چھپ جاتا ہے کبھی کسی ٹیلہ کی آڑ لیکر جھانکنے لگتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک بڑے ریت کے ٹیلے کی آڑ لیکر اس طرف بڑھے مقدمتہ الجیش کا دستہ برابر کوچ کرتا رہا۔

حضرت عمرؓ بڑھتے بڑھتے اس ٹیلہ کے پاس پہنچ گئے جس کے پیچھے عرب چھپا ہوا تھا۔ انھوں نے دفعتاً بڑھ کر عرب کی گردن پکڑ لی۔ عرب اس اچانک افتاد سے سخت بدحواس اور سراسیمہ ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے اور ٹیلے کے پیچھے چھپ کر کیا دیکھ رہا ہے؟

عرب نے کہا! میں ایک مسافر ہوں لشکر سے ڈر کر اس جگہ آچھپا تھا۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ ڈرنے کی وجہ!

عرب نے کہا۔ شاید مسلمان مجھے نقصان پہنچا دیں۔

حضرت عمرؓ۔ کیا مسلمانوں نے کبھی بلا وجہ کسی کو نقصان پہنچایا ہے؟

عرب - نہیں -

حضرت عمرؓ - پھر تم کو کیوں خوف ہوا ؟

عرب - یہ میری غلطی تھی !

حضرت عمرؓ نے غور سے عرب کو دیکھکر کہا غلطی نہیں چالاکی تھی کیا تم قبیلہ بنو المصطلق سے نہیں ہو ؟

عرب حضرت عمرؓ کی معنی خیز نظریں دیکھکر مرعوب ہو گیا اُس نے کہا ہاں ! میں اسی قبیلہ سے ہوں -

حضرت عمرؓ نے گھورتے ہوئے کہا اور حارث کے جاسوس ؟

عرب نے بیساختہ پن سے کہا جی ہاں .. .. لیکن میں اپنی خوشی سے جاسوسی کرنے نہیں آیا بلکہ مجھے زبردستی بھیجا گیا ہے -

حضرت عمرؓ نے اسکی گردن چھوڑ کر کہا اچھا تم رسول اللہ کے پاس چلو - عرب کے لیے بجز سر اطاعت خم کرنے کے چارہ ہی کیا تھا وہ ساتھ ہو لیا - حضرت عمرؓ اُسے اپنے ہمراہ لیکر آنحضور صلعم کی خدمت میں باریاب ہوئے اور عرب کی تمام گفتگو گوش گذار کر کے کہا -

حضورؐ یہ جاسوس ہے اور جاسوس کی سزا آئین عرب میں قتل ہے لہٰذا اسکے قتل کرنے کا حکم دیجیے -

آنحضور صلعم نے کہا - بیشک عرب کا قانون جاسوسوں کے لیے سزا موت تجویز کرتا ہے لیکن اگر یہ مسلمان ہو جائے .. .. ..

.. .. ہاں ! اگر یہ اسلام قبول کرے تو رہائی پا سکتا ہے !

حضرت عمرؓ نے جاسوس سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہو حارث کے جاسوس کیا تم اسلام قبول کرنے پر تیار ہو؟

جاسوس نے کہا۔ نہیں میں کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا!

فوراً حضرت عمرؓ نے ایک مسلمان کو اشارہ کیا۔ اس نے تلوار کھینچی اور جاسوس کا سر اڑا دیا گیا۔

ممکن ہے بعض فوجی قانون سے ناواقف لوگ کہیں کہ یہ ظلم تھا لیکن واقعات کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ہر ملک میں جاسوسوں کو قتل کی سزا دیجاتی ہے۔ تہذیب وتمدن کے زمانہ میں بھی یہی قانون رائج ہے جاسوس کو قتل کر کے حضرت عمرؓ اپنے دستہ میں آگئے۔

تقریباً ایک ہفتہ سفر کرنے پر لشکر اسلام چشمہ مریسیع کے کنارے پر جا کر خیمہ زن ہوا۔ اسی روز شام کے وقت حارث بھی اپنا عظیم الشان لشکر لیکر دوسرے کنارے پر آترا۔ رات کیوقت دونوں لشکر دونوں کناروں پر خاموشی سے ٹھہرے رہے۔ چونکہ مخالفین کو اندیشہ تھا کہ کوئی فریق دریا کو عبور کر کے شبخون نہ مارے اسلئے متخاصمین نے زبردست پہرہ مقرر کر دیا تھا۔ اور پہرے والے ساری رات جاگتے اور بیدار باش کی صدائیں لگاتے رہے!

صبح جب کائنات بیدار ہوئی اور صبح کی آمد کی خوشی سے ریگ زار کا ذرہ ذرہ شگفتہ ہو گیا۔ مشرق کی طرف سے دلفریب روشنی کی چادر بڑھکر ظلمت کو دور کرتی ہوئی عربستان پر چھانے لگی تو مسلمان بیدار ہوئے اور ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھنے لگے۔

حارث اور اسکا لشکر بھی بیدار ہوکر ضروریات سے فارغ ہونے لگا جب مسلمان نماز پڑھ چکے تو آنحضور نے حضرت عمرؓ سے فرمایا!

عمرؓ تم دریا کو پار کرکے حارث کے پاس جاؤ۔ اور اسے اسکی قوم کو اسکے لشکر کو اسلام کی دعوت دو لیکن نرم لہجہ میں یاد رکھو نصیحت اگر درشت اور تیز لہجہ میں کیجائے تو کبھی اثر نہیں کرتی۔ نرم لہجہ۔ شیریں بیانی انسان کے دل میں گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ سر تسلیم خم کرکے چلے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ دریا کے پار دشمنوں کا اژدھام ہے ان دشمنوں کا جو ان کے دشمن۔ ان کی قوم کے دشمن اور انکے مذہب کے دشمن ہیں۔

دشمنوں کے نرغے میں تنہا جانا بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ مگر حضرت عمرؓ کی وہ ہستی تھی۔ وہ سوائے خدا کے کسی کا خوف دل میں نہ آنے دیتے تھے وہ بغیر کسی جھجھک کے دریا کے کنارے پر پہنچے اور اسے عبور کرکے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ آپ کو دیکھکر حارث مع چند سربرآوردہ لوگوں کے آپ کے قریب آیا۔ پوچھا! عمرؓ کس لئے آئے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ میں ایک بات کہنے آیا ہوں! سنو! غور سے سنو ٹھنڈے دل سے سنو! تم خوب جانتے ہو! میں میرا خاندان۔ میرا قبیلہ میری قوم لات وعزیٰ ہبل اور دوسرے بتوں کو پوجتے تھے۔

خدا نے اس خدا نے جو کائنات کا خالق ہے مخلوق کا رازق ہے لوگوں کے دلوں کی باتیں جانتا ہے ازل سے ہے ابد تک رہیگا نہ اسے

نیند آتی ہے اور نہ اُسے آرام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو قادر مطلق ہے۔ جسکے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی فنا و بقا ہے۔

اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے ایک رسول بھیجا۔ اس حبیبؐ نے اس رسول نے۔ اس نبی نے خدا کی توحید کا اعلان کیا۔ سعید ہستیاں۔ نیک روحیں کھنچ کھنچکر اسلام کی طرف جھکنے لگیں۔ میں بھی مسلمان ہو گیا۔

حارث! آج میں تمہیں۔ تمہاری قوم کو۔ تمہارے لشکر کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آؤ توحید کے سائے میں آجاؤ۔ اسلام کی پناہ لو اور تمام مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ۔

حارث نے کہا! عمرؓ تم جانتے ہو ہم یہودی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی ہیں۔ ہماری کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئیاں تحریر ہیں۔ مگر وہ نبی یہ نہیں ہیں جن کے تم پیرو ہو!

وہ ہماری قوم میں ہوں گے۔ میں انھیں یعنی تمہارے نبی کو شاعر و کاہن تو کہہ سکتا ہوں مگر نبی نہیں مان سکتا اور جب میں انھیں نبی نہیں مانتا تو اسلام کیسے قبول کر سکتا ہوں"!

اب تم۔ تمہاری قوم تمہارا نبی میرے مقابلہ میں آ گئے ہو سمجھ لو کہ تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں جانے دوں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ حارث! ہم خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ چاہتے ہیں کہ تم بھی امن و امان سے رہو اور ہمیں بھی چین سے رہنے دو فضول جنگ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ ہم خدا پرستی کی تعلیم دیتے ہیں اس تعلیم کو قبول کر لو۔

حارث نے زنشہر دی سے کہا۔ ناممکن ہے کہ ہم تمہاری تعلیم قبول کرلیں ہم تم سے لڑیں گے اور اسوقت تک لڑیں گے جبتک کہ ایک مسلمان بھی زندہ باقی رہیگا! حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا ستارۂ عروج زوال کے ابر میں آگیا ہے اچھا تم لڑو اور اسوقت تک لڑو جب تک کہ خدا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ نہ کردے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ خدا حق کی حمایت کرے گا۔

حضرت عمرؓ واپس لوٹ آئے اور آنحضور صلعم کی خدمت میں باریاب ہوکر تمام گفتگو عرض کردی۔ حضور اکرم نے لشکر کو عبور کرنے کا حکم دیا۔

شیران اسلام دریا میں کود پڑے ایک مختصر دستہ تیراندازوں کا دریا کے کنارے پر کھڑا کردیا گیا تاکہ اگر دشمنوں کی فوج مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کرے تو ان پر تیروں کی بارش کرکے انھیں اپنی طرف متوجہ کرلیں۔

حارث نے مسلمانوں کو دریا میں کودتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے اپنے لشکر کو کنارے سے دُور ہٹا کر صف بستہ کردیا۔ مسلمان بھی دوسرے کنارہ پر پہنچکر اپنی صفوں کو مرتب کرنے لگے۔

تیراندازوں کا دستہ بھی آکر صف بستہ ہوگیا۔ سب سے آگے حضرت عمرؓ کا دستہ صف بستہ ہوا۔ انکے عقب میں میمنہ پر حضرت صدیق اکبر اور میسرہ میں حضرت سعدؓ بن عبادہ اپنے اپنے دستوں میں کھڑے ہوگئے۔

قلب میں آنحضور صلعم متمکن ہوئے آپکے ساتھ حضرت علی کرمؓ حضرت بلالؓ اور چند دوسرے صحابہ تھے۔ حضور اکرم نے حضرت عمرؓ سے کہلا بھیجا کہ

جبتک دشمنوں کی طرف سے جنگ کی ابتدا نہ ہو اس وقت تک اپنی طرف سے آغاز نہ کریں۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے مسلح کھڑے تھے۔

حارث قلب لشکر میں تھا۔ اسکے قریب ایک خوبصورت نازنین روئے انور پر جالیدار نقاب ڈالے کھڑی تھی یہ اس کی پریزاد بیٹی جویریہ تھی!

جویریہ جس قدر حسین تھی اسی قدر شیر دل اور جنگجو تھی۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے ارادہ سے آئی تھی۔

حارث نے اپنے لشکر کو اشارہ کیا۔ ان کا ٹڈی دل لشکر سیلاب کی طرح بڑھا مسلمان بھی آہستہ آہستہ بڑھے کچھ ہی عرصہ میں دونوں لشکروں کا تصادم ہو گیا۔

متخاصمین نے نیزے نکالے اور ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔

نیزوں کی انیاں دھوپ میں جگمگاتی ہوئی بڑھیں۔ انسانوں کے گوشت اور پوست میں پیوست ہو گئیں۔ ہر شخص جوش وغضب سے بھر گیا۔ اپنی قوت سے زیادہ نبرد آزمائی میں سرگرم نظر آنے لگا۔

ہوتے ہوتے یہ جوش اس قدر بڑھا کہ نیزے پھینک کر تلواریں بجلی کی طرح کوندتی ہوئی بڑھیں۔ اٹھیں اور انسانوں کے سروں پر بلند ہوئیں، فوراً سیاہ سیاہ ڈھالیں فضا میں اونچی ہوئیں اور تلواریں ڈھالوں کے اوپر پڑیں جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت خونریز! ہر شخص اپنے مقابل سے لڑنے میں مصروف ہو گیا برق دش تلواریں سر وتن کے فیصلے کرنے لگیں اعضائے انسانی کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ ریتلے میدان میں خون پانی کی طرح بہنے لگا۔

حارث کے لشکر نے حضرت عمرؓ کے دستہ پر حملہ کر دیا جس جوش وخروش اور

جس شدت سے حملہ کیا گیا تھا۔ اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کا دستہ منہزم و پسپا ہو جائے گا دشمنوں کے سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اگر جیداری کر کے لڑا بھی تو بہت جلد مقتول و مجروح ہو کر خاک و خون میں آغشتہ نظر آئیگا۔ مگر مسلمانوں کے اس دستہ نے دشمنوں کے سیلاب کو نہ صرف روک دیا بلکہ اس جوش و خروش سے مقابلہ کیا کہ دشمن حیران رہ گئے۔

ہر مجاہد لوہے کا پتلہ بن گیا۔ جو نہ مرنا جانتا تھا نہ پیچھے ہٹنا بلکہ آگے بڑھنا اور بڑھ کر حملہ کرنا جانتا تھا۔ جو شخص بھی اس مجاہد کے سامنے آگیا بغیر قتل کئے ہوئے نہ جانے دیا۔

مسلمان جوش و غضب میں بھرے ہوئے کمال جیداری اور نہایت بے باکی سے لڑ رہے تھے۔ خصوصاً حضرت عمرؓ اس پھرتی اور تیزی سے پینترے بدل بدل کر لڑ رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

وہ جس پر جھپٹ کر حملہ کرتے جسکے اوچھل کر تلوار مارتے اُسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتے۔ انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں دس بارہ کافروں کو موت کی آغوش میں پہنچا کر دائمی نیند سلا دیا۔

کفار پر ان کا رعب طاری ہوگیا۔ وہ ان سے بچنے اور ان کے سامنے سے کترانے لگے۔ چونکہ اسوقت متحاصمین جوش و غضب سے بھرے ہوئے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے اسلئے کوئی ترتیب اور کوئی ضابطہ وغیرہ باقی نہ رہا تھا۔ مسلمان کافروں میں اور کافر مسلمانوں میں گھس گئے تھے

اور ہر شخص کمالِ جانبازی سے لڑ رہا تھا۔

حارث اور اس کی بیٹی جوبریہ گھوڑوں پر سوار اِدھر اُدھر دوڑ دوڑ کر اپنے ساتھیوں کو تقریروں سے برانگیختہ کر کے جوش دلا دلا کر لڑائی پر ابھار رہے تھے۔ کفار بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ غیظ و غضب میں آ آ کر پوری قوت سے تلواریں مار رہے تھے۔ لیکن ان کی تلواریں کارگر نہ ہوتی تھیں یا تو مسلمان انھیں ڈھالوں پر روک لیتے تھے یا تلوار کے اشارہ سے انکے حملے رد کر دیتے تھے۔

آفتاب نہایت آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ سفید مگر تیز دھوپ میدان جنگ میں پڑ رہی تھی۔ لڑنے والوں کے بدن پسینہ میں شرابور ہو رہے تھے پیشانیوں سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ گرمی جسموں میں اضمحلال پیدا کئے دیتی تھی۔ لیکن تلوار اور خون سے کھیلنے والے گرمی اور تیز دھوپ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑے جوش اور تمام قوت سے لڑ رہے تھے۔

حارث کا تمام لشکر مسلمانوں پر حملہ آور تھا اور مسلمانوں کا صرف مقدمۃ الجیش ان سے لڑ رہا تھا۔ ابھی تک سارے اسلامی لشکر نے شرکت نہ کی تھی۔ دفعتاً آنحضور صلعم نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا۔ تمام اسلامی لشکر نے اس لشکر نے جو ابھی تک جنگ میں شریک نہ ہوا تھا اس نعرہ کی تکرار کی"!

اس نعرہ فلک شگاف کی صدا نے میدان جنگ کو ہلا دیا۔ فضا تھرا گئی بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے بھونچال آ گیا ہو۔ اور اس کے اثر سے ہچکولے کھانے لگی ہو۔

حضرت عمرؓ نے جلدی سے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو انھیں اسلامی لشکر بڑھتا ہوا نظر آیا۔ حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے کہا مسلمانو! سارا اسلامی لشکر حملہ کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے یہ بڑی غیرت کی بات ہے ہم دشمن کو منہزم و پسپا نہیں کر چکے اس سے ہم پر بزدلی کا اطلاق ہوتا ہے۔

قسم ہے خدائے قدوس کی کہ میں اس سبک سری کو کسی طرح سے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ بڑھو! اور مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ان کافروں کو قتل کر ڈالو یا پسپا کر کے بھگا دو۔ بڑھو اور خوب ہمت سے بڑھو!"

حضرت عمرؓ کی اس تقریر نے ان کے دستہ کے لوگوں میں جوش کی روح پھونک دی۔ انھوں نے جوش سے بھر کر حملہ کیا اور اس غضب کا حملہ کیا کہ باوجود کفار کی مدافعت کے انھیں مارتے کاٹتے حارث اور اسکی بیٹی جوہریہ کی طرف بڑھنے لگے۔

نہایت خون آشام جنگ شروع ہو گئی تلواریں نہایت پھرتی سے بلند ہو ہو کر انسانوں کے خون میں تیرنے لگیں۔ ہاتھ پیر۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے اور خون کا دریا بہنے لگا۔

حضرت عمرؓ غیظ و غضب سے بھر کر کافروں کو مارتے کاٹتے کفار کے علمبردار کی طرف بڑھے ایک شخص صفوان نامی حارث کا علمبردار تھا نہایت بہادر آزمودہ کار اور جنگجو تھا۔ اس نے حلف اٹھایا تھا کہ وہ زندگی کے آخری سانس تک علم کی حفاظت کرے گا۔

ہر قوم کو اپنا علم عزیز ہوتا ہے میدان جنگ میں زندگی سے زیادہ علم کی

حفاظت کیجاتی ہے کفار بھی علمبردار کو گھیرے ہوئے علم کی حفاظت کر رہے تھے۔

جو مسلمان اس طرف بڑھتا تھا یا تو اُسے شہید کر دیتے تھے یا اسقدر مجروح کر دیتے تھے کہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ کئی مسلمان علمبردار کی طرف بڑھ چکے تھے لیکن زخمی ہو ہو کر واپس لوٹنے پر مجبور ہوئے تھے۔

حضرت عمرؓ بڑی دلیری سے تیز بڑے جوش و غضب سے بڑھے تھے انھیں ہر ہر قدم پر کفار نے روکا لیکن انھوں نے ہر اُس شخص کو مار ڈالا جو سدراہ ہوا۔ وہ مارتے کاٹتے صفوان علمبردار کے قریب جا پہنچے۔

کفار نے دیکھا وہ سب تڑپ تڑپ کر ان کی طرف بڑھے اور چاروں طرف سے ان پر حملہ آور ہوئے۔ متعدد تلواریں ان کے سر پر بلند ہوگئیں! کیسا ہی بہادر کیسا ہی بیخوف اور کیسا ہی جانباز شخص کیوں نہ ہوتا لیکن ایسے خوفناک منظر کو دیکھکر ضرور جھجک جاتا۔ مگر نہ جھجکے تو حضرت عمرؓ۔

انھوں نے نہایت پھرتی اور چابکدستی سے چاروں طرف تلوار چلا چلا کر کفار کو الگ ہٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ کفار مجروح ہو ہو کر ہٹے۔ حضرت عمرؓ صفوان کی طرف بڑھے۔ صفوان نے بھی تلوار نکال لی۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حملہ کیا۔ اسی وقت اس نے بھی حملہ کیا۔ مگر اسکی تلوار حضرت عمر کی ڈھال پر پڑی اور حضرت عمرؓ کی تلوار اسکے سر پر پڑی۔

اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور گشتہ ہو کر گرا اسکے گرتے ہی علم زمین پر آرہا۔ کفار اپنا علم سرنگوں دیکھکر خائف و ترساں ہو گئے حارث اور جویریہ کے دل ڈوب گئے۔ اسی وقت مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ ان تازہ دم مسلمانوں نے

جو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت سعدؓ کی معیت میں بڑھ رہے تھے۔
کفار پہلے ہی سے ہراساں ہو رہے تھے اس تازہ دم حملہ نے انھیں اور بھی خوف زدہ کر دیا۔ لہٰذا وہ پیچھے ہٹے اور مسلمانوں نے بڑھکر دبایا۔ ان کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔
سینکڑوں کافر چشم زدن میں داخل جہنم کر دیئے گئے۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگے اور ایسے بھاگے کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ حارث نے اپنے کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو خود بھی بھاگ پڑا۔
اسکی بیٹی جویریہ بھی بے تحاشہ بھاگی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ انھوں نے سینکڑوں بھاگ بھاگ کر جان بچانے والے کافروں کو قتل کر کے دور تک میدان جنگ میں لاشیں بچھا دیں۔
جن کافروں نے ہتھیار پھینک دیئے تھے اور امان چاہی انھیں گرفتار کیا جانے لگا۔ اتفاق سے جویریہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ منہ کے بل زمین پر آ رہی چند مسلمان اُسکے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ تھوڑی ہی دیر میں میدان جنگ کافروں سے پاک ہو گیا یا تو کفار مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔
اب مسلمانوں نے کفار کے خیموں پر تاخت کی اور انھیں لوٹنے لگے تاریخوں میں اس جنگ کا نام غزوۂ المصطلق اور غزوۂ مریسیع ہے یہ جنگ ۵ھ میں واقع ہوئی۔

٭٭٭

پانچواں باب (۵)

"منافقین کی ریشہ دوانیاں"

جب مسلمان بنو المصطلق کے خیموں کو لوٹ چکے تو انھوں نے دریا کے پار آکر اسی جگہ قیام کیا جہاں گذشتہ روز قیام کیا تھا۔ قیدی اور مال غنیمت اسی وقت مجاہدوں میں تقسیم کردیے گئے حارث کی بیٹی جویریہ[۱] کو ثابت بن قیس نے اسیر کیا تھا لہٰذا وہ انھیں کے حصہ میں دیدی گئی۔ یہ بات عبداللہ منافق کو ناگوار گذری وہ چاہتا تھا کہ جویریہ اُسے دی جائے تاکہ وہ بیش قیمت معاوضہ پر اسکے والد کے حوالے کرسکے لیکن جب جویریہ اسے نہ ملی تو خبث باطنی پر اتر آیا اور اُس نے تقسیم غنائم پر نہایت سختی سے اعتراض اور نکتہ چینی شروع کردی۔ مسلمانوں کو اسکی زبان درازی اور یہ مذبوحی حرکت سخت ناگوار گذری مگر وہ اب بھی اس لحاظ سے خاموش رہے کہ حضورؐ نے اُسے اور اُسکے منافق ساتھیوں کے خلاف کوئی حکم نہ دیا تھا۔

---

[۱] غزوہ مریسیع کے چند روز بعد جویریہ کا باپ مدینہ منورہ میں آیا اور اس نے اپنی بیٹی کا زر فدیہ دیکر آزاد کرانے کی خواہش ظاہر کی۔ آنحضورؐ نے ثابت بن قیس کو جویریہ کا زر فدیہ دیکر اسے آزاد کردیا اسکے باپ کے ساتھ جانے کی رضامندی دیدی مگر جویریہ نے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کردیا اور حضورؐ کی خدمت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ آپ نے اُن سے نکاح کرلیا اور اُمہات المومنین میں داخل ہوگئیں۔

(صادق۔ صدیقی)

رات کو عشا کی نماز پڑھکر عبد اللہ نے اپنے خیمے میں ایک مجلس مشاورت منعقد کی اس مجلس میں اس نے اپنے ساتھیوں میں سے چند معزز لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر چلے جاتے ہیں جس قبیلہ پر حملہ کرتے ہیں اُسے زیر کر لیتے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس طرح سے وہ تمام ملک عرب پر قابض و متصرف ہو جائیں گے اور ہم ذلیل و حقیر ہو کر رہجائینگے کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جس سے مسلمان اس بڑھتی ہوئی ترقی سے رک جائیں۔

ایک گرگ باراں دیدہ نے کہا۔ صرف ایک تدبیر ہے کسی طرح سے مسلمانوں میں نفاق ڈالو۔ اور پھر نہ صرف انکی ترقی ہی رک جائے گی بلکہ ان کا شیرازہ منتشر ہو کر وہ اس قدر کمزور ہو جائینگے کہ جو قبیلہ چاہے گا اُسے زیر کرے گا!"

عبد اللہ منافق نے کہا۔ بخدا اچھی تدبیر بتائی ہے یہ وہ تدبیر ہے کہ جو کبھی پٹ نہیں پڑتی اور جس نے بڑی بڑی قوموں کا تختہ الٹ دیا ہے لیکن کس طرح سے نفاق ڈالا جائے۔

اسی بڈھے کھوسٹ نے کہا یہ بھی بات میں بتاتا ہوں ہم میں سے چند آدمی انصار کے پاس جائیں اور ان کی بہادری کی تعریف کر کے کہیں کہ یہ فتح صرف تمہارے ہی قدم سے ہوئی لیکن مہاجرین کہتے ہیں کہ انکی وجہ سے ہوئی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے اسی طرح سے چند لوگ مہاجرین کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ محض آپکی ہی وجہ سے یہ فتح ہوئی ہے انصار کا دعویٰ ہے کہ ان کی وجہ سے ہوئی ہے یقین ہے کہ اس تدبیر سے انصار اور مہاجرین میں نفاق پیدا ہو جائے گا۔

عبداللہ نے خوش ہو کر کہا نہایت معقول تدبیر ہے مگر اس میں ایک اضافہ اور کر دیا جائے :۔

لوگوں نے پوچھا ! وہ کیا ؟

عبداللہ منافق نے کہا۔ تم جانتے ہو۔ حضرت محمد کو اپنی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ سے بے حد محبت ہے۔ حضرت عائشہ پر کوئی اتہام باندھو اس سے مسلمانوں کے رسول کے دل کو صدمہ پہنچے گا اور وہ اس صدمہ کی وجہ سے مہاجرین اور انصار میں اتفاق پیدا نہ کرا سکیں گے :۔

ایک شخص نے کہا۔ یہ کونسی بڑی بات ہے حضرت عائشہ نہایت نیک اور بھولی ہیں وہ اکثر مسلمانوں سے باتیں کر لیا کرتی ہیں کسی موقعہ پر ان پر بہتان لگا کر فتنہ پیدا کر دیا جائے گا :۔

عبداللہ منافق نے کہا۔ اچھا ! تم اب خاموشی سے منتشر ہو جاؤ اور ان مجوزہ تدابیر پر صبح ہی سے عملدرآمد شروع کر دو :۔

منافقین خاموشی سے چلے گئے۔ دوسرے دن صبح ہی سے انھوں نے اپنے اپنے ہتھیار سنبھالے اور شیطانی چالبازیوں کا آغاز کر دیا۔ ان میں سے چند لوگ سادہ لوح انصار۔ کے پاس پہنچے اور ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد ایک منافق بولا حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ میں انصار نے کمال بہادری دکھائی۔

سعدؓ بن عبادہ کس بے جگری سے لڑے ہیں اور انھیں پر ہی کیا موقوف ہے خارجہؓ۔ ثابتؓ۔ عتبانؓ۔ زبیر بنؓ العوام۔ ابوایوبؓ یہ تمام انصاری بڑے جوش اور بہادری سے لڑے سچ پوچھو تو یہ فتح انصار ہی کے دم قدم سے ہوئی ہے

دوسرے منافق نے کہا تم کہے جاؤ لیکن مہاجرین تو اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور دوسرے مہاجرین کی سرفروشی سے فتح نصیب ہوئی ہے :۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا۔ بھائی انصار ہوں یا مہاجر دونوں خوب لڑے۔ دونوں ہی کی کدوکاوش سے فتح نصیب ہوئی ہے :۔

پہلے منافق نے کہا ہم سب انصاریوں کا یہی خیال ہے۔ مگر اکثر مہاجرین کو اپنی ذات اور اپنے طبقہ پر بڑا غرور ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر انصار نہ بھی ہوتے تو فتح یقیناً ہماری ہوتی"!

چونکہ منافقین بھی مدینہ کے رہنے والے تھے اسلئے وہ بھی انصار کہلاتے تھے دوسرے منافق نے کہا۔ یہ اُنکا بیجا ناز ہے آج وہ انصار ہی کی بدولت ترقی کر رہے ہیں کیا وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ جب مدینہ میں آئے تھے تو ایک وقت کے کھانے کا سامان بھی اُنکے پاس نہ تھا ہم نے ہر طرح سے اُن کی اعانت کی۔ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر اُنھیں کھانے پینے کو دیا۔ آج وہ بنا تے ہیں۔ خدا کی قسم! ہماری ہی بدولت اُنھوں نے آرام پایا ہے ہماری ہی بدولت اُنھیں فتوحات حاصل ہو رہی ہیں تیز ہمارے ہی دم قدم سے انکار عب داب قائم ہوا ہے سادہ لوح انصار کے دلوں میں مہاجرین کی طرف سے کدورت پیدا ہو گئی ان میں سے چند لوگوں نے کہا۔ بے شک یہی بات ہے مہاجرین کی طاقت نہ تھی نہ اب ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے سب ہماری ہی وجہ سے ہے جس روز ہم نے ہاتھ کھینچ لیا مہاجرین کچھ بھی نہ کر سکیں گے :۔

دوسرے منافق نے کہا۔ یہی بات ہے میرے خیال میں ہم انصار کو مہاجرین سے چند روز کے لئے عدم تعاون کر لینا چاہیئے تاکہ ان پر حقیقت کا انکشاف ہو جائے اور ان کے دماغوں سے انکی قوّت وطاقت کا گھمنڈ نکل جائے۔

ایک انصاری نے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ منافق نفاق کی چنگاری ڈال کر علیحدہ ہو گئے۔ انصار میں اس بات کا چرچا ہوا ہر شخص مہاجرین سے کھنچنے لگا۔

ادھر منافقین کی دوسری جماعت نے مہاجرین کو جا ابھارا۔ وہ بھی انصار سے کشیدہ ہو گئے۔ اس کشیدگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہاجرین اور انصار میں بے لطفی پیدا ہو گئی شکر رنجی تک نوبت پہنچ گئی۔ ایک فریق دوسرے فریق کو بری نظروں سے دیکھنے لگا۔

منافق اپنا افسوں کارگر ہونے دیکھکر بہت خوش ہوئے انھوں نے کوشش کی کہ یہ نفاق کی چنگاری بجھنے نہ پائے بلکہ اندر ہی اندر پھیلتی رہے اور اس قدر پھیلے کہ اُسکے شعلے بلند ہو کر اسلام کی قومیت کی تعمیر کو جلا کر خاکستر کر دے اور مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قعر مذلت میں جا پڑیں۔

نفاق ایسا تباہ کُن اثر اپنے اندر رکھتا ہے کہ جس قوم یا جس ملک میں ڈیرے خیمے ڈالتا ہے اس قوم اور اس ملک کو تباہ کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ کوئی قوم خواہ وہ کتنی ہی قلیل تعداد میں کیوں نہ ہو۔ اور کوئی ملک خواہ وہ کسی قدر چھوٹا کیوں نہ ہو کبھی برباد نہیں ہوتے جبتک ان میں نفاق کا گذر نہیں ہوتا ہے۔ تاریخیں بتاتی ہیں کہ بڑے بڑے حکمران فرمانروا اور جا فتود قومیں تیزہ تیغ

ممالک نفاق ہی کی لعنت میں گرفتار ہو کر چشم زدن میں فنا ہو گئے ہمیشہ ان ممالک و اقوام نے ترقی کی ہے جو اتفاق کی برکت سے بہرہ اندوز ہوتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے شیطان سیرت منافقیں نے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں انصار اور مہاجرین میں نفاق کی چنگاری ڈالدی اور وہ اندر ہی اندر سلگنے لگی۔

ہر انصاری ہر مہاجر سے کشیدہ خاطر ہو گیا بڑے بڑے بزرگ اس رو میں بہہ گئے اور انھوں نے اصل حقیقت کا سراغ نہ لگایا۔ ایک روز اس جگہ قیام کر کے دوسرے روز لشکر اسلام نے کوچ کیا۔ چونکہ انصار اور مہاجرین ایک دوسرے سے کھنچنے لگے تھے اسلیئے ان میں اخوت و محبت کی وہ جھلک نظر نہ آتی تھی جو اسلام کی شان اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

دو تین منزل چلکر یہ لشکر ایک نخلستان میں خیمہ زن ہوا۔ مہاجر اور انصار اسقدر کشیدہ ہو گئے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے کلام نہ کرتے تھے۔ رات ہوتے ہی لشکر نے عشا کی نماز پڑھی اور کھانا کھا کر سفر کرنے لگا۔

اتفاق سے حضرت عائشہ قضائے حاجت کے لئے نخلستان سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ وہ ایک ٹیلہ کی آڑ میں بیٹھی لشکر کو کوچ کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ چونکہ پردہ کرنے کا حکم خدا کی طرف سے نازل ہو چکا تھا اس لئے خواتین اسلام مسلمانوں سے پردہ کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کیلیئے ایک محمل تیار کیا گیا تھا اور وہ اس محمل میں سوار ہو کر سفر کیا کرتی تھیں۔ انھوں نے خیال کر لیا تھا کہ جب محمل اونٹ پر رکھا جائیگا تو انکی عدم موجودگی ظاہر ہو جائیگی اور انکی سواری کے محافظ انکے انتظار میں رک جائینگے۔

اسلیئے وہ اطمینان سے رفع حاجت کرتی رہیں جب فارغ ہو کر اٹھیں تو ان کا ہار جھاڑی سے اُلجھ کر ٹوٹ گیا اور موتی بکھر گیے۔

یہ ہار انکی ہمشیرہ کا تھا چونکہ پرائی چیز تھی اسلیئے وہ بیٹھکر موتی چننے لگیں۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا تمام ریگ زار پر چاندنی کی سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ رضؓ چاندنی میں موتی چن رہی تھیں اس میں ان کا زیادہ وقت صرف ہو گیا۔ جب تمام موتی مل گیے تو وہ چلیں اور نخلستان میں تشریف لائیں یہاں آکر دیکھا تو تمام لشکر روانہ ہو چکا تھا۔

آپکو بڑا فکر ہوا۔ آپ مدینہ کی طرف پیادہ پا روانہ ہوئیں اس خیال سے کہ شاید لشکر تک پہنچ جائیں۔ لیکن ایک میل چلتی رہیں۔ اس پر بھی لشکر کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔ آپ کو بڑا تردد ہوا۔

چونکہ آپ کثرت سے روزے رکھتی تھیں اسلیئے دُبلی تھیں نقاہت اور کمزوری بھی بڑھی ہوئی تھی۔ آپ زیادہ چل نہ سکیں اور سر راہ ایک ٹیلہ پر بیٹھ گئیں۔ آپ کو اس بات کا بڑا رنج ہوا تھا کہ محمل برداروں نے محمل اونٹ پر رکھدیا اور یہ نہ دیکھا کہ آپ اس میں سوار ہیں یا نہیں۔

بات یہ ہوئی چونکہ حضرت عائشہ رضؓ نازک اندام اور ہلکی پھلکی تھیں اسلیئے محمل برداروں کو یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ آپ اسکے اندر موجود ہیں یا نہیں۔ انھوں نے اُٹھا کر محمل اُونٹ پر کس دیا اور لشکر کے ہمراہ روانہ ہو گیے۔

حضرت عائشہ تھوڑی دیر ٹیلہ پر بیٹھیں کیف آگیں چاندنی کا نظارہ کرتی

اور ہوا کے خوشگوار جھونکوں سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔

وہ جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتیں ریتلا میدان دور تک پھیلا ہوا اور اس پر چاندنی کی سفید چادر بچھی ہوئی نظر آتی تھی۔ جب بیٹھے بیٹھے زیادہ دیر ہو گئی تو نیند نے غلبہ کیا۔ آپ وہاں پر لیٹ گئیں۔ لیٹتے ہی نیند آ گئی تمام رات نہایت آرام سے سوتی رہیں۔ جب آنکھ کھلی تو سنا کوئی کہہ رہا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) یعنے جو کچھ ہے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والا ہے" ! ہائے یہ ام المومنینؓ کیسے مر گئیں۔ حضورؐ اسکی لاش کیسے چھوڑ گئے۔

چونکہ سوتے میں حضرت عائشہ صدیقہ کے روئے منور سے ڈوپٹہ کا آنچل سرک گیا تھا۔ اسلیئے چہرہ تاباں نظر آ رہا تھا۔ گیسوئے پیچاں بل کھا کر چاند سی پیشانی پر جھک آئے تھے۔

حضرت عائشہ اس آواز کو سنکر گھبرا گئیں جلدی سے اٹھیں اور منور چہرہ کو آنچل سے چھپا لیا۔ انھوں نے دیکھ لیا تھا صفوان بن معطل اونٹ کی مہار پکڑے سامنے کھڑے ہیں۔ صفوان بن معطل کے سپرد یہ خدمت تھی کہ وہ لشکر کی قیامگاہ سے صبح کے وقت چلتے تھے اور پڑاؤ کا خوب جائزہ لیتے تھے کہ آیا کسی کی کوئی چیز پڑی تو نہیں رہ گئی ہے اگر کسی کی کوئی چیز رہ جاتی تو وہ اٹھا کر اسکے مالک تک پہنچا دیا کرتے۔ آج بھی وہ صبح ہونے کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے کر چلے آ رہے تھے۔ انھوں نے ام المومنینؓ کو اس وقت دیکھا تھا یا اسوقت سے جانتے تھے۔ جبکہ پردہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور ام المومنین پردہ نہ کیا کرتی تھیں انھوں نے حضرت عائشہ کو محو خواب دیکھکر یہ خیال کیا تھا کہ شاید آپ کا وصال

ہوگیا اسلئے اُنھوں نے آیۂ استرجاع پڑھی اور اس آیۂ شریفہ کو سُن کر ہی اُم المومنین کی آنکھ کھلی تھی حضرت عائشہ رضؓ کو اُٹھکر بیٹھتے دیکھکر صفوان بن معطل کو بڑی مسرت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا! الحمد للہ! فوراً انھوں نے اونٹ بٹھایا اور اُم المومنین کو سوار ہونے کیلئے کہا۔ ام المومنین نے اُن سے کوئی بات نہ کی۔ وہ اور بدن کو چرائے ہوئے اونٹ کی طرف چلیں حضرت عائشہ صدیقہؓ بہت کم سخن اور شرمیلی تھیں کسی سے بات تک نہ کرتی تھیں لہذا آپ نے صفوان سے بھی کوئی بات نہ کی۔ چُپ چاپ اُٹھ کر اونٹ کے پاس آئیں اور جوں توں کر کے سوار ہوئیں۔ صفوان نے مہار پکڑی اور پیادہ پا چل پڑے"!

یہ دونوں سارا دن سفر کر کے اس جگہ پہنچے جہاں لشکر ٹھہرا ہوا تھا عصر کا وقت تھا۔ اگرچہ دھوپ اس وقت بھی تیز پڑ رہی تھی مگر اُسکی تمازت میں بہت کچھ کمی ہو گئی تھی۔ لشکر کے کنارہ پر منافقین کے آدمی خیمہ زن تھے عبداللہ منافق نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تنہا اونٹ پر آتے دیکھا۔ اُس وقت اُس کے پاس حسّان بن ثابت شاعر اور مسطح بن اثاثہ بیٹھے تھے۔ عبداللہ منافق نے ان دونوں سے کہا تم دیکھتے ہو کہ حضرت عائشہ جو اُم المومنین کہلاتی ہیں تنہا صفوان کے ہمراہ آرہی ہیں۔

حسان نے کہا۔ ہاں دیکھا اور دیکھکر سخت متعجب ہوا! مسطح نے کہا! تعجب کی کیا بات ہے یقیناً حضرت عائشہ صدیقہؓ دیدہ و دانستہ پیچھے رہ گئیں اور اب صفوان کے ہمراہ آئی ہیں۔ عبداللہ منافق نے کہا۔ یہی میں بھی کہتا ہوں آخر لشکر سے پیچھے اور تنہا رہ جانے کے کیا معنی؟

حسّان نے کہا۔ بڑا بُرا زمانہ آگیا ہے نبی کی بیوی اور ایسی باتیں؟
مسطح نے کہا۔ کوئی اُم المومنین ہو یا نبی زادی۔ عورت آخر عورت ہے اور وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتی۔
عبداللہ منافق نے کہا بڑے شرم و غیرت کی بات ہے۔ اس بات کو تمام انصار اور مہاجرین میں مشتہر کر دیا جائے :۔
مسطح نے کہا میں تو سب سے پہلے خدا کے رسول سے یہ ماجرا کہتا ہوں دیکھوں وہ کیا جواب دیتے ہیں"!
عبداللہ منافق بولا ضرور کہو میں اور حسان لوگوں سے اس کا چرچا کرینگے جس بات کو میں چاہتا تھا وہ آج نصیب ہو گئی۔ حضرت عائشہ کو بدنام کرنے کیلئے اس سے اچھا موقعہ اور کون ہو سکتا ہے :۔
اس قرارداد کے بعد یہ تینوں اُٹھے اور شیطانی تبلیغ کرنے کیلئے لشکر میں گھس گئے۔ عبداللہ منافق اور حسان شاعر نے لوگوں سے اسبات کا تذکرہ شروع کر دیا۔ چونکہ اونٹ ابھی تک جا رہا تھا اور حضرت عائشہ اس پر سوار نظر آرہی تھیں اسلئے لوگوں نے حیرت سے دیکھا اور طرح طرح کے چرچے شروع کر دیئے۔
ادھر مسطح سیدھا آنحضورؐ کی خدمت میں پہنچا اس وقت آنحضورؐ خیمہ کے اندر بیٹھے تھے اور کوئی آپکے پاس نہ تھا مسطح نے جاتے ہی کہا۔
یارسُول اللہ خیمہ سے باہر نکلکر دیکھئے! ام المومنین حضرت عائشہ لشکر سے پیچھے رہ گئی تھیں اور اب صفوان کے ساتھ آئی ہیں :۔
آنحضورؐ کو یہ خبر سنکر کچھ رنج ہوا۔ آپ نے فرمایا مسطح! شاید وہ عائشہ

نہ ہوں اور تم کو غلط فہمی ہوئی ہو۔

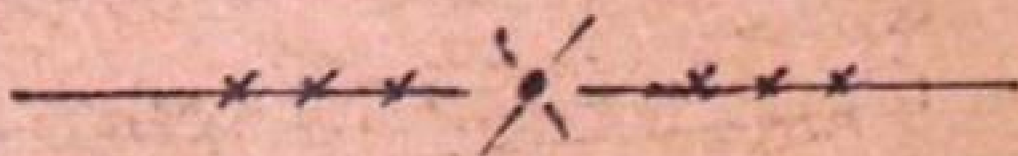
حسان نے کہا۔ خدا کی قسم حضرت عائشہ ہیں چلکر دیکھ لیجئے۔ تنہا پیچھے رہ جانے اور صفوان کے ساتھ آنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ یہ تو بڑے شرم کی بات ہے نبی کی بیوی کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

آنحضور صلعم بے اختیار اُٹھے۔ خیمہ سے باہر آئے اسوقت صفوان اونٹ بٹھا رہا تھا۔ حضرت عائشہ اونٹ پر سوار تھیں۔ حسان بھی پیچھے ہی خیمہ سے نکل آیا تھا۔ اُس نے کہا۔ حضور! دیکھا۔ یہ بات ام المومنین کے شایان شان ہے؟ خدا کی قسم بُری بات ہے تمام انصار و مہاجرین میں اسبات کا چرچا شروع ہو گیا ہے۔

حضرت عائشہ کو دیکھکر اور حسان کی باتیں سنکر آنحضور صلعم کے دل کو سخت اذیت پہنچی۔ آپ فکر مند ہو کر خیمہ کے اندر چلے گئے۔ حسان بھی پیچھے ہی پہنچا۔ اس نے کہا۔ حضور رنج نہ کیجئے۔ عورت پھر عورت ہے ایسی عورتوں سے قطع تعلق بہتر ہے۔ آنحضور صلعم نے فرمایا۔

"حسان! اسوقت مجھے خلوت کی ضرورت ہے"؟

حسان چلا گیا۔ آنحضور صلعم غور و فکر میں مبتلا ہو گئے:۔



چھٹا باب (۶)

عصمت مآبی کی خدائی شہادت

چونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ دن بھر تیز دھوپ اور سموم ہواؤں میں سفر کرتی رہی تھیں۔ اسلئے شام کیوقت انھیں بخار ہوگیا اور ایسا سخت بخار ہوا کہ غافل ہوگئیں۔ رات کو جب لشکر نے کوچ کیا تو انھیں محمل میں لٹا کر سفر شروع کیا گیا۔ عبداللہ منافق اور اسکے شیطان سیرت حاشیہ نشین حسان اور مسطح نے تمام لشکر میں کچھ ایسی تبلیغ کی کہ ہر شخص ام المومنین سے بدظن ہوگیا اور تو اور خود آنحضور صلعم پر ان دشمنان نام و ننگ کا جادو چل گیا اور حضور اکرم بھی حضرت عائشہ ام المومنین سے کچھ کبیدہ خاطر ہو گئے۔

چونکہ مدینہ اب قریب ہی رہ گیا تھا۔ اسلئے دوسرے ہی دن یہ فاتح لشکر مدینہ میں داخل ہوگیا۔ مدینہ کے مسلمانوں نے اس لشکر کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا۔ جس وقت لشکر اسلام مدینہ منورہ میں داخل ہو رہا تھا عبداللہ کا بیٹا عبداللہ راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا اے منافقوں کے سردار! تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

عبداللہ منافق کو یہ سنکر بڑا غصہ آیا۔ اُس نے غضبناک ہوکر کہا۔ ناخلف

تو مجھے روکتا ہے کس وجہ سے؟

عبداللہ نے کہا۔ اس وجہ سے کہ تم منافق ہو تمہارے دل میں کچھ اور ہے اور زبان پہ کچھ اور! اور تم ظاہر و باطن یکساں نہیں رکھتے۔ تم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہو۔ اپنی شاہی کے خواب دیکھتے ہو۔ تمہاری ذات سے کسی بڑے فتنہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

عبداللہ منافق نے کہا! بدبخت! اگر تو میرا بیٹا نہ ہوتا تو اس شمشیر آبدار سے تیرا سر اڑا چکا ہوتا۔

عبداللہ نے کہا۔ تم مجھے قتل کر ڈالو۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں نہ کرو۔ تمہاری سازشوں رسول خدا کے دل کو اذیت پہنچی تم نے انصار اور مہاجرین میں بے لطفی پیدا کر دی ہے۔ میں تم اور تمہاری جماعت کو ہرگز ہرگز مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا!"

عبداللہ منافق نے کہا! میرے گمراہ بیٹے! تجھے معلوم ہے کہ تمام اہل مدینہ مجھے اپنا بادشاہ تسلیم کرنے پر آمادہ تھے۔ میرے لئے تاج بنوایا جا چکا تھا۔ مجھے حکومت تفویض ہونے والی تھی ان مسلمانوں کے آنکی وجہ سے میری شاہی التعویق میں پڑ گئی ہے اگر میں شاہی حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں تو دنیا مجھے پست ہمت انسان کہے گی۔

عبداللہ نے بگڑ کر کہا۔ مسلمانوں اور خدا کے رسول کو نقصان پہنچا کر حکومت حاصل کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

عبداللہ منافق نے کہا۔ حصول جاہ و سلطنت کے لئے کوئی کوشش

حماقت آفرینی پر محمول نہیں سمجھی جاتی۔

اس عرصہ میں بہت سے مسلمان اس جگہ جمع ہو گئے۔ منافقین کا دستہ عبداللہ منافق کے ساتھ تھا۔ کسی طرح سے آنحضورؐ کو بھی اس واقعہ سے اطلاع ہو گئی۔ آپ فوراً واپس تشریف لائے۔

آپ نے صورت حالات سے باخبر ہونے کے بعد فرمایا۔ عبداللہ! تم اپنے اور ساتھیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے نہ روکو۔ یہ سب مسلمان ہیں۔

عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ منافق ہیں۔ مسلمانوں کے لباس میں مشرک ہیں۔ جاہ پسند حریص ہیں۔ ضمیر فروش غدار ہیں انھیں اسلامی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے بہی خواہ نہیں ہیں

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ لیکن عبداللہ! یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں مسلمان کہلاتے ہیں۔ مسلمانوں کے بہی خواہ نہ ہوں تاہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اس لئے انھیں وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو دوسرے مسلمانوں کو ہیں ان کا راستہ نہ روکو۔

چند مسلمانوں نے کہا۔ حضور یہ فریبی اور دغا باز ہیں۔ حریص اور خود غرض ہیں مسلمانوں میں نفاق ڈالنا چاہتے ہیں ایسے منافقوں کو مدینہ منورہ میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ مسلمانوں سُنو جو شخص مسلمان ہے اور اپنے آپکو مسلمان کہتا ہے ہم اُسے اپنی ہمت سے الگ نہیں کر سکتے۔ تم راستہ سے

الگ ہٹ جاؤ اور عبداللہ اور اسکے ساتھیوں کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے نہ روکو اب کسے چون وچرا کی تاب ہو سکتی تھی سب لوگ علیحدہ ہو گئے آنحضور صلعم چلے اور آپکے پیچھے عبداللہ اور اس کے ساتھی مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو بخار ہو گیا تھا۔ وہ محمل میں آرام فرما رہی تھیں۔ محمل حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان پر جا کر رکا۔

حضرت عائشہ کو اتار اگیا۔ خیال یہ کیا گیا کہ راستہ کے کسل کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے۔ دوچار روز میں تکان دور ہونے کے بعد خود ہی بخار اتر جائیگا۔ لیکن ایک ہفتہ گذرنے پر بھی بخار میں کمی واقع نہ ہوئی۔

اس سے قبل بھی حضرت عائشہ صدیقہ کو بخار آیا تھا اور آنحضور نے ہر زمانہ میں ان کی تیمارداری کی تھی۔ گھنٹوں آپکے پاس بیٹھکر تسلی آمیز باتیں کرتے رہتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ آنحضور صلعم کبھی دو گھڑی کے لئے بھی پاس نہ بیٹھے۔ عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ گھر والوں کو سلام کرتے اور مکان کے صحن میں کھڑے ہو کر دریافت فرماتے!

اے صدیق کے گھر والو! اب تمھاری بیمار کیسی ہے۔ لوگ جو کیفیت ہوتی بیان کر دیتے۔ آپ واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کو کچھ خبر نہ تھی کہ ان پر کیا بہتان باندھا گیا ہے وہ حیران تھیں کہ آنحضور صلعم کی بے التفاتی کیوں ہے۔ ایک تو وہ بیمار تھیں دوسرے حضور اکرم کی بے التفاتی کا رنج کرتیں۔

اس سے مرض بڑھتا گیا۔ عورت کو قدرتاً شوہر سے محبت ہوتی ہے خصوصاً

خواتین شوہر کو سرتاج مانتی ہیں۔ انکے چشم ابرو کے اشاروں پر چلتی ہیں۔ انکے بگڑے ہوئے تیور دیکھکر غمگین ہوجاتی ہیں کوشش کرتی ہیں کہ ملال کی وجہ دریافت کرکے بنائے ملال دور کردی جائے۔ ایسی خواتین سے خدا اور خدا کا رسول دونوں خوش ہوتے ہیں اور وہ جنت کی حقدار ٹھہرا دیجاتی ہیں۔

جو بیبیاں اپنے شوہروں کو دق اور پریشان کرتی ہیں ان کا کہنا نہیں مانتیں خدا اور خدا کا حبیب دونوں ان سے ناراض ہوجاتے ہیں ایسی بیبیاں دوزخ میں داخل کی جائیں گی:۔

حضرت عائشہ کو اپنی بیماری کی بالکل پرواہ تک نہ تھی۔ انھیں رنج تھا تو آنحضور صلعم کے برہمی مزاج کا۔ جب آنحضور صلعم مکان میں تشریف لاتے تو حضرت عائشہ کو امید ہوتی کہ شاید آنحضور صلعم ان کے پاس آ دیں گے لیکن جب آپ صحن سے ہی دریافت فرماکر چلے جاتے تو حضرت عائشہ کے کلیجہ پر دھکا سا لگتا۔ دل بحر الم میں ڈوب جاتا اور بیماری ترقی کرجاتی!"

حضرت عائشہ سخت حیران تھیں کہ آخر اس بے التفاتی اور عدم توجہی کی کیا وجہ ہے ان سے کیا غلطی سرزد ہوگئی ہے جس سے فخر عالم ناراض ہوگئے ہزار غور کرتیں، بہت کچھ سوچتیں مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی۔

یہ بات ایسی بھی نہ تھی کہ کسی سے اسکا تذکرہ کرتیں۔ نیک عورتیں اپنے گھر کی بات باہر نہیں نکلنے دیتیں۔ گھریلو باتیں کسی غیر کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرمایا کرتی ہیں۔ یہ ایمان کی نشانی ہے۔

وفا پرست اور شوہر کی فرمانبردار خواتین شوہر سے شکر رنجی کے واقعات کسی سے نہیں کہتیں کیونکہ اس میں وہ اپنی ۔ اپنے شوہر کی ۔ سارے خاندان کی سُبکی سمجھتی ہیں۔ بات بھی دراصل یہی ہے اس سے اپنے گھر اور اپنے شوہر کے تعلقات غیروں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور آخر میں پچھتانا پڑتا ہے ۔

شوہر کی شکر رنجی برائے چندے ہوتی ہے ۔ مثل مشہور ہے کہ میاں بیوی کی لڑائی ہی کیا۔ جب صلح ہو جاتی ہے تو افسوس ہوتا ہے کہ کیوں دوسروں سے شوہر کی کشیدگی کے واقعات بیان کئے۔

سچ پوچھو تو اس سے فائدہ بھی کچھ نہیں ہے ایسی ہستیاں تو بہت کم ہوتی ہیں جو دو روٹھے ہوؤں کو منانے کی کوشش کریں اور ایسے لوگ بھی کم ہوتے ہیں جو کسی کا دردِ دل سُن کر دل ہی میں رکھ سکیں ۔ ہاں ایسی مخلوق زیادہ ہے جو مذاق اُڑائے اور ایسی عورتوں کو سارے زمانہ میں بدنام کردے اس سے دنیا کی رسوائی کے علاوہ عاقبت کی رسوائی باقی رہ جاتی ہے ۔

خدا بھی اُس خاتون سے ناخوش ہوتا ہے جو اپنے خاندان یا اپنے شوہر کی باتیں دوسروں پر ظاہر کر دیتی ہیں۔ قیامت کے روز اُن کا یہ جرم ساری خلقت کے سامنے بیان کیا جائیگا ۔ اِس سے عاقبت میں رسوائی ہوگی اور اگر شوہر نے اسکے قصور کو معاف نہ فرمایا تو سزا الگ ملے گی۔

حضرت عائشہ نہایت سنجیدہ اور متین تھیں۔ صابر اور شاکر بھی تھیں آنحضور کی عدم توجہی پر سنجیدگی سے غور کرتیں اور صبر و شکر کر کے خاموش رہجاتیں ایک روز رات کو وہ قضائے حاجت کیلئے مکان سے نکلکر میدان کی

لہ جس زمانہ کا حال ہم قلمبند کر رہے تھے اس زمانہ میں بیت الخلاء گھروں میں نہ بنے تھے (بقیہ صفحہ ۷۲ پر)

کی طرف چلیں۔ ام مسطح ان کے ساتھ تھیں۔ مدینہ سے نکلکر ایک میدان میں رفع حاجت کی اور دونوں واپس لوٹیں۔ اتفاق سے ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھ گیا اور وہ گر پڑیں۔

چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ نحیف و نزار تھیں ان میں ام مسطح کو اٹھانے کی ہمت نہ تھی۔ وہ کھڑی ہو گئیں۔ ام مسطح خود ہی اٹھیں۔ اٹھتے وقت بے اختیار ان کی زبان سے نکلا۔ تعس مسطح (مسطح ہلاک ہو)

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا۔ اے ام مسطح! یہ بڑی بری بات ہے کہ تم اس شخص کو برا کہتی ہو۔ جو بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔

ام مسطح نے کہا۔ نادان عائشہ! تجھے واقعات کا علم نہیں ہے بھولی اور ناتجربہ کار خاتون کیا تو نہیں دیکھ رہی ہے کہ آنحضور صلعم تجھ سے کبیدہ خاطر ہیں حضرت عائشہ نے کہا۔

ہاں دیکھ رہی ہوں لیکن اس سے مسطح کا کیا تعلق! ام مسطح نے کہا غریب اور کم سخن عائشہ جب تو غزوہ بنو المصطلق سے واپس آتے ہوئے ایک شب کو پیچھے رہ گئی تھیں اور صفوان کے ساتھ آئی تھی۔ اس مسطح اور اسکے رفقاء کار نے تجھ پر بہتان باندھا تھا۔ آنحضور صلعم اور تمام مسلمان اسی روز سے تجھ سے بدظن ہیں۔ یہ سنتے ہی عائشہ کے دل پر بجلی سی گری۔ وہ تھر تھر کانپنے لگیں

(گذشتہ سے پیوستہ) اگرچہ پردہ کا حکم آگیا تھا لیکن معاشرت میں اس قدر ترقی نہ ہوئی تھی عورتیں گھروں سے نکلکر رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے جنگلوں اور میدانوں میں جایا کرتی تھیں۔ (صادق۔ صدیقی)

اور شرم و غیرت سے دل جلکر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ دماغ میں سوزش ہوئی اور انھوں نے دلسوز آواز سے کہا۔ آہ! میرے خدا یہ رسوائی! اللہ میاں! اگر میں قصوروار ہوں تو مجھے دنیا سے اٹھا لے۔

یہ کہتے ہی وہ بے ہوش ہوکر گریں! ام مسطح انکی یہ کیفیت دیکھکر گھبرا گئیں اور بے اختیار رونے لگیں۔ انھوں نے کہا۔ خدایا ایسی نیک اور بھولی خاتون کو ابھی موت کی آغوش میں نہ جانے دیجیو۔

وہ انکے پاس بیٹھکر اپنے آنچل سے انھیں ہوا دینے لگیں چاندنی رات تھی اور چاند نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ چاندنی ہر چیز پر جلوہ گر ہورہی تھی حضرت عائشہ صدیقہ کا چہرہ منور چاندنی میں سفید سفید چمک رہا تھا

حضرت عائشہ بیمار تھیں کمزور تھیں اسوقت اس جانکاہ خبر سے انھیں اور غم پہنچا۔ وہ زیادہ غمزدہ ہوگئیں۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غم والم کے ہجوم نے آپ کے جسم اطہر کا ایک ایک قطرہ خون چوس لیا۔

آپ بحس و حرکت پڑی تھیں۔ سانس مشکل سے آرہا تھا چہرے کا رنگ سفید ہوگیا تھا۔ ام مسطح بالیں پر بیٹھی زار و نزار رو رہی تھیں انھیں اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہوگیا تھا کہ شاید حضرت عائشہ اس جانکاہ خبر سے جانبر نہ ہوسکیں۔ بیرعصہ تک بیہوش رہنے کے بعد انھیں ہوش آیا۔ انھوں نے آنکھیں کھولیں اور ان کے لبوں سے کراہنے کے طور پر آواز نکلی۔ جب ذرا طبیعت ٹھکانے ہوئی تو اٹھکر بیٹھیں۔ آپ کے آنسو جاری ہوگئے۔

انھوں نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ میرے علیم و بصیر خدا تو خوب

جانتا ہے کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ بلا قصور کے بدنام ہو گئی یا بدنام کیجا رہی ہوں۔ غیرت سے کٹ مرنیکا مقام ہے کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں۔ آہ! ... کیوں تو مجھے موت نہیں دیتا! ... ہائے کون مجھے بے قصور ثابت کریگا۔ کون میری پاکدامنی کی شہادت دے گا۔

اللہ میاں! پیارے اللہ میاں تم سب کچھ جانتے ہو۔ جب میں بے قصور ہوں تو کیوں میری بے گناہی ثابت کرے گا۔

حضرت عائشہ زار و نزار رو رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ہی ام مسطح بھی رو رہی تھیں۔ کچھ وقفہ کے بعد ام مسطح نے کہا۔ عائشہ! نہ روؤ مجھے یقین ہے کہ خدا تمہاری بے گناہی ثابت کرے گا۔

حضرت عائشہ نے اپنے دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھے اور ام مسطح کا سہارا لیکر کھڑی ہوئیں۔ دفور ضعف و غیرت سے انکے پاؤں ڈگمگانے لگے وہ ام مسطح کا سہارا لیکر چلیں اور آہستہ آہستہ چلکر مکان میں پہنچیں مکان میں جاتے ہی بستر پر گر کر پھر بے ہوش ہو گئیں۔

جب انھیں ہوش آیا تو آفتاب جگمگا رہا تھا۔ سارے صحن میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ تیمار دار پاس بیٹھے تھے۔ ام مسطح بھی بیٹھی تھیں۔ سب انھیں افسوس اور حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ حضرت عائشہ نے آنکھیں کھولیں اشارہ سے پانی مانگا۔ فوراً پانی دیا گیا۔ آپ نے پانی پیا۔ پانی پینے سے کچھ طبیعت سنبھلی۔ اسوقت آنحضور صلعم تشریف لے آئے آج خلاف معمول حضور اکرم اس کمرہ کے اندر آگئے جسمیں ستم زدہ عائشہ پڑی تھیں آپ نے

دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر ام مسطح سے دریافت کیا! ام مسطح! اب تمہاری بیمار کیسی ہے حضرت عائشہ نے حضور اکرم کی آواز سنی بیقرار ہو کر حضور کی طرف کروٹ لی حسرت آمیز نگاہ حضور کے روئے مبارک پر نظر ڈالی اور بے اختیار آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

جب کسی عصمت مآب خاتون کے دل پر چوٹ لگتی ہے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہا دیتی ہے۔ صنف نازک کے آنسوؤں کے قطرے اسکے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

حضور اکرم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور جلدی سے اس حجرہ یا کمرہ سے باہر نکل آئے۔ صحن طے کر کے مکان سے باہر نکلے اور مسجد کی طرف چلے۔ راستہ میں حضرت علیؑ اور حضرت اسامہؓ سے ملے۔ آپ انھیں ساتھ لیکر مسجد میں پہنچے اور ایک گوشہ میں بیٹھکر اسامہؓ سے دریافت کیا۔ اسامہ تم نے وہ تمام باتیں سنیں ہیں جو عائشہ کے متعلق مشہور ہیں اور تمہارا ان کے متعلق کیا خیال ہے؟ اسامہؓ نے جواب دیا۔

میں ان باتوں کو بہتان سمجھتا ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ حضرت عائشہ جیسی جلیل القدر ہستی سے سوائے خیر و خوبی کے کوئی اور بات سرزد ہو!

آنحضور نے حضرت علیؑ سے استصواب فرمایا علی کرم اللہ وجہہ کیا کہتے ہو حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ حضور اسامہؓ نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح ہے حضرت عائشہ صدیقہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی۔ آنجناب کی بیوی اور خدا کے رسول کی بیوی ہیں ان کے متعلق کسی گناہ کا خیال کرنا بھی گناہ ہے یہ سب تہمت ہے جو

اُن پر لگایا گیا ہے۔ حضور اس معاملہ کی وجہ سے بہت مشوش نظر آتے ہیں۔
آنحضور صلعم نے فرمایا۔ ہاں میں بہت زیادہ فکرمند ہوں نہیں جانتا کہ کیا کہ دوں اور کیا نہ کروں۔
حضرت علی کرم نے فرمایا حضور فکر و تردد نہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں۔ جو حضور اکرم کی ہمنشینی کو فخر سمجھتی ہیں!
آنحضور صلعم نے فرمایا۔ مگر عائشہ صدیقہ! ....
حضرت علی کرم نے فرمایا۔ وہ بالکل بے گناہ معلوم ہوتی ہیں۔ مزید اطمینان کے لیئے ان کی خادمہ بریرہ سے دریافت فرما لیجیے۔
آنحضور صلعم خاموش ہو گئے۔ کئی روز کے بعد انھوں نے بریرہ کو طلب فرمایا جب وہ آئیں تو آنحضور صلعم نے پوچھا۔ بریرہ عائشہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے بریرہ رضی نے کہا حضور قیامت کے روز مجھے آپ کی شفاعت اور خدا کا دیدار نصیب نہ ہو۔ اگر میں ذرا بھی غلط کہوں یا جھوٹ بولوں۔ حضرت عائشہ نہایت پاکدامن اور غیور ہیں۔ بدمعاش اوباشوں نے ان پر بہتان باندھا ہے مگر وہ اس اتہام سے پاک و منزہ ہیں۔
آنحضور نے بریرہ کو رخصت کر دیا۔ اگرچہ ان متواتر شہادتوں سے آپ کی تسلی ہو گئی تھی۔ لیکن آپ ایسی گواہی چاہتے تھے جو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کی ایسی شہادت دے سکے جس کی تردید ہی نہ ہو سکے۔
کئی روز کے بعد آنحضور صلعم کے پاس ایک روز حضرت عثمان رض حضرت عمر رض اور حضرت علی کرم بیٹھے تھے آپ نے تینوں اصحاب سے دریافت

کیا۔ تمہارا عائشہ صدیقہ کے متعلق کیا خیال ہے؟

تینوں نے یک زبان ہو کر کہا حضور حضرت عائشہ کی پاکدامنی میں کسی کافر ہی کو شبہ ہوگا۔ ان پر یہ طوفان اور بہتان باندھا گیا ہے۔ بالیقین یہ افترا کا فروں منافقوں اور بے دینوں نے پیدا کیا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ جیسی نیک خصلت اور بھولی خاتون سے کوئی ناشائستہ فعل سرزد ہوا"

آنحضور صلعم اب بھی خاموش ہو گئے اور روئے سخن بدلکر دوسری گفتگو شروع کردی۔ ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ آنحضور صلعم پر ایک کیفیت طاری ہوگئی آپکا روئے مبارک سرخ ہوگیا۔ آنکھیں چمکنے لگیں۔ جسم اطہر پسینہ میں شرابور ہوگیا۔ سب سمجھ گئے کہ حضور پر وحی کا نزول ہو رہا ہے!

کچھ عرصہ کے بعد حضور کی وہ کیفیت دور ہوگئی۔ آپ اپنے ہمنشینوں کو دیکھکر مسکرائے اور فرمایا۔ اسوقت حضرت جبرئیل نازل ہوئے تھے۔ مجھ پر وحی کا نزول ہوا ہے خدائے کون ومکان نے عائشہ کی معصومیت کی تصدیق کردی ہے حضرت عمرؓ نے بے صبری سے دریافت کیا۔

اسوقت کیا وحی نازل ہوئی ہے آنحضور صلعم نے فرمایا۔ خدائے بزرگ ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ الخ (سورہ نور) یعنی تمہاری جماعت میں سے چند لوگوں نے بہتان کا طوفان اٹھایا ہے۔ تم اسے اپنے لیے برا خیال نہ کرو بلکہ وہ اچھا ہے ہر شخص جو کچھ کماتا ہے وہ اسی کے لئے ہے اور

جو شخص بڑی بات پر قائم رہے اسے بڑا عذاب پہنچے گا۔ جس وقت مسلمان مرد و
اور عورتوں نے اُسے سنا اُسکے متعلق اچھا خیال نہ کیا اور کیوں نہ انھوں
نے کہا کہ یہ بہتان ظاہر ہے (الزام لگانے والے) کیوں چار گواہ نہ لائے
بس سمجھ لو یہ لوگ جھوٹے ہیں اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا اور دنیا اور
آخرت میں اسکی رحمت نہ ہوتی۔ تو جو بہتان تم نے شروع کیا ہے اس
سے سخت عذاب پہنچتا۔ جس وقت تم اس بات کو اپنے منہ اور زبانوں سے
کہہ رہے تھے جسکا تم کو علم نہ تھا اور اس کے متعلق غلط گمان قائم کر لیا
تھا اور اسے آسان سمجھتے تھے حالانکہ وہ نزدیک اللہ کے بڑا ہے اور
کیوں نہ کہا تم نے جس وقت سُنا تھا اس بہتان کو کہ ہمارے لئے مناسب
نہیں ہے کہ ہم اس پر یقین کریں نیز کیوں نہ کہا کہ یہ بہت بڑا اتہام ہے
اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ تم آئندہ ایسا نہ کرنا ایمان والے ایسا نہیں کرتے۔
یہ صاف اور صریح آیات سن کر تینوں بزرگ کمال خوش ہوئے اور تینوں
نے ایک زبان ہو کر کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس بہتان پر یقین نہیں
کیا ہے اور ہم خدا کے غضب سے بچ گئے۔

آنحضور صلعم نے اسی وقت لوگوں کو جمع ہونیکا حکم دیا۔ جب تمام مسلمان
مسجد نبوی میں آ گئے۔ تو حضور اکرم منبر پر تشریف لے گئے آپؐ نے
نہایت پُر اثر تقریر فرمائی۔ جب آپ نے حضرت عائشہ کے متعلق جو خدا
کا کلام نازل ہوا تھا پڑھا۔ تو وہ سادہ لوگ جو منافقوں کے کہنے میں آ کر
حضرت عائشہ صدیقہ پر شبہ کرنے لگے تھے بہت پشیمان ہوئے۔

وہ اسی وقت سربسجود ہو گئے اور انھوں نے خداوند کریم سے اپنے گناہ کی معافی مانگی۔ اس مجمع میں عبداللہ منافق اور اسکے فریب کار مصاحب حسان شاعر اور مسطح بھی موجود تھے۔

وہ یہ باتیں سنکر اور مسلمانوں کی پشیمانی دیکھکر بہت کڑھے۔ ان میں سے مسطح نے آہستہ سے کہا۔

یہ تو برا ہوا تبلیغ کر کے جو پہاڑ ہم نے کھڑا کیا تھا۔ وہ ایک دم ریت کی دیوار کی طرح گر گیا۔

عبداللہ منافق نے آہستگی سے کہا فکر نہ کرو اس سے ہماری امید دل کا قصر منہدم نہیں ہو سکتا۔ ہوشیار معمار کی طرح ایوان امید تعمیر کرتے چلے جاؤ۔ کوئی عمارت تو کھڑی رہے گی۔

اگر ڈیڑھ ماہ کے بعد آنحضور صلعم پر حضور اکرم کے خدا نے اصل حقیقت منکشف کر دی تو کیا ہوا۔ اتنے عرصے تک مسلمان متذبذب اور حضور اکرم متفکر و پریشان تو رہے۔ اس عرصہ میں تبلیغ اسلام کا کام بھی نہیں ہو سکا اور یہ کچھ کم کامیابی نہیں ہے۔

حضور اکرم ابھی تک منبر پر رونق افروز تھے جب مسلمان سجدوں سے فارغ ہوئے اور اظہار ندامت کے آنسو بہا چکے تو آنحضور صلعم نے فرمایا

اتہام اور بہتان بری چیزیں ہیں کسی بنی نوع انسان پر اتہام لگانا شیطانی فعل ہے اس سے لوگوں کے دل مجروح ہوتے ہیں دلوں کا مجروح کرنا خدا کے گھر کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

جو اذیت دل کو پہنچتی ہے اس سے روح کو صدمہ پہنچتا ہے۔ روح کے صدمہ سے تمام جسم متاثر ہوتا ہے بہتان لگانے والوں سے خدا اخدا کے فرشتے۔ ساکنانِ ملاءِ اعلےٰ سخت بیزار ہوتے ہیں!

چنانچہ اللہ بزرگ و برتر نے اتہام لگانے والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفٰسقون ○ (سورہ نور) یعنے جو لوگ پاکدامنوں کو تہمت لگاتے ہیں اور چار گواہ نہیں لاتے ان کے اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ وہ لوگ فاسق ہیں۔

جب آنحضور صلعم نے یہ آیتہ تلاوت کی تو بہتان لگانے والے سخت خوفزدہ ہو گئے سمجھ گئے کہ جو مذاق انہوں نے شروع کیا تھا اسکی سزا اسی دُرّے ہیں یہ سزا سخت تھی وہ کانپ گئے۔

حضرت عمرؓ نے اٹھکر کہا۔ یا رسول اللہ بدکار منافقوں اور فاسقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگا کر ان کے دل کو حضورؐ کے قلب کو اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو سخت اذیت پہنچائی ہے"!

خدائے عزّ و جل نے ایسے شیطان سیرت اوباشوں کے لئے اسّی دُرّے سزا تجویز فرمائی ہے کیوں نہ اتہام لگانے والوں کو یہ سزا دی جائے۔

حضرت علی کرمؑ نے کہا حضرت عائشہ پر جو اتہام لگایا گیا ہے۔ اس سے صرف ام المومنین کی رسوائی ہی منظور یا مدنظر نہیں تھی بلکہ اس سے مسلمانوں

میں ایک فتنۂ عظیم پیدا کر کے نفاق ڈالنا اور مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنا بھی مقصود تھا۔ نا اتفاقی پیدا کرنے والے کی سزا کم سے کم قتل ہونی چاہئے اسلئے ایسے فاسقوں اور منافقوں نیز مشرک خصلت مسلمانوں کو قتل کر ڈالنا چاہیے۔

حضرت عثمان نے فرمایا۔ بے شک ایسے شیطانوں کو قتل ہی کی سزا ملنا بہتر ہے! آنحضور صلعم نے فرمایا۔

اگرچہ ایسے بدمعاش لوگوں کی یہی سزا ہونی چاہئے لیکن انسانی ہمدردی کا اقتضا یہ ہے کہ اس مرتبہ انھیں معاف کر دیا جائے اور آئندہ کے لئے تنبیہہ کر دی جائے۔

حسان اور مسطح نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اُنھوں نے کھڑے ہو کر عاجزی کے لہجہ میں کہا۔ حضور اکرم! ہم بے شک گناہگار ہیں لیکن ہم سے یہ فعل لاعلمی کی حالت میں سرزد ہوا ہے۔

چونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ لشکر سے پیچھے رہ گئیں اور صفوان کے ہمراہ تنہا آئی تھیں اس لئے شیطان نے ہم کو ورغلایا اور ہم بہک گئے! ہم نے ان پر بہتان لگایا۔ مگر خدائے قدوس نے بہتان کو بہتان ہی ثابت کر دیا اگرچہ ہماری سزا قتل ہی ہو سکتی ہے لیکن حضور کمال رحمدل ہیں یقین کامل ہے کہ حضور اپنی کریم النفسی سے اس مرتبہ ہمیں معاف کر دیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی معصومیت کی شہادت صاف و صریح طور پر خدا نے دیدی تھی۔ اس سے مسلمانوں کے شکوک مٹ گئے تھے اب اتہام پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اسکے بعد منافقوں کو بھی کچھ کہنے کی گنجائش نہ رہی۔

حضرت عمرؓ نے آنحضور صلعم سے مخاطب فرماتے ہوئے کہا۔ اے خدا کے برگزیدہ پیغمبر! خدا نے اپنے کلام میں بہتان لگانے والوں کیلئے جو سزا تجویز کی ہے وہ بالضرور دریدہ دہن شیطان کو ملنی چاہئے اگر اسوقت حضور نے عفو و کرم سے کام لیا تو آئندہ ایسے جرائم کا سدّ باب نہ ہو سکیگا

آنحضور صلعم نے کچھ سوچا اور سوچنے کے بعد کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو عمرؓ شریعت پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے اچھا اتہام لگانے والوں کے اسّی اسّی درّے لگاؤ۔

یہ حکم سنتے ہی حسان اور مسطح تھرا گئے۔ خوف و دہشت سے اُن کے چہرے زردی مائل ہو کر بھیانک سے معلوم ہونے لگے۔

اتہام لگانے والے چار آدمی تھے۔ چاروں کو بھری مجلس میں سزا دی گئی! کوڑوں کی مار نے بدن کی کھال اُدھیڑ دی۔ جس کام کو انھوں نے آسان اور مذاق سمجھا تھا۔ وہ ان کی جان کیلئے عذاب ہو گیا۔

جسمانی اذیت و عقوبت کے علاوہ ذلت و رسوائی کی روحانی تکلیف بھی برداشت کرنا پڑی۔ اسکے بعد جلسہ برخاست کر دیا گیا۔ اور آنحضور صلعم حضرت صدیق اکبر کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ مکان میں داخل ہو کر سیدھے حضرت عائشہ صدیقہ کے کمرہ میں پہنچے۔

حضرت عائشہ صدیقہ پر غفلت طاری تھی۔ وہ تیز بخار میں مبتلا تھیں اور نحیف و زار ہو چکی تھیں کہ چادر اوڑھے ہونے پر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بستر پر چادر ڈال دی گئی ہے۔

ام مسطح اب بھی ان کے بالیں پر بیٹھی تھیں۔ حضور اکرم نے ام مسطح سے دریافت کیا۔ اب عائشہ صدیقہ کا کیا حال ہے۔

ام مسطح نے آنسوؤں کے چند قطرے گراتے ہوئے کہا۔ کوئی دم کی مہمان ہے۔

آنحضور صلعم یہ سنکر گھبرا گئے۔ آپ نے دریافت کیا۔ مرض کی شدت ہے یا کوئی اور شکایت ہے؟

ام مسطح نے جوابدیا۔ مرض تو ایسا سخت نہیں معلوم ہوتا۔ کوئی روحانی تکلیف ہے۔

آنحضورؐ۔ کیا کھاتی پیتی ہیں۔

ام مسطح۔ کئی روز سے کچھ نہیں کھایا ہے صرف پانی کے چند قطروں پر زندگی گذار رہی ہیں۔

آنحضور صلعم نے پوچھا! یہ بیہوش کب سے ہیں!

ام مسطح نے کہا۔ رات سے!

آنحضور صلعم بڑھے۔ جونہی حضور اکرم نے چادر کا پلہ پکڑ کر کھینچنا چاہا فوراً ہی حضرت عائشہ صدیقہ کو ہوش آگیا انھوں نے خود ہی پلہ اپنے چہرہ سے سرکا کر حسرت بھری نظروں سے آنحضور کو دیکھا اور نحیف آواز سے کہا۔

میرے حضورؐ کیا میرا قصور معاف کر دیا۔

آنحضور صلعم پٹی پر بیٹھ گئے اور آپ نے خندہ پیشانی سے قدرے متبسم

ہو کر کہا۔ آپ کو عطیہ مبارک ہو۔ تمہاری پاکدامنی کی شہادت خدا نے دی ہے تم پر اتہام باندھ لیا تھا اور اتہام باندھنے والوں کو سزا دی گئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ انھوں نے کہا خدا کا شکر ہے ہزار ہزار شکر ہے کہ میری روحانی اذیت دُور ہو گئی۔

آنحضور صلعم نے کہا۔ عائشہ! میں نے تمہارے دل کو اذیت پہنچائی ہے۔ میں نادم ہوں۔ یہ میرا قصور ہے کیا تم میرے اس نادانستگی کے قصور کو معاف کر دوں گی؟

حضرت عائشہ صدیقہ کے سفید چہرہ پر جوش شرم سے سرخی دوڑنے لگی آپ نے فرمایا! میرے سرتاج! آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ واقعات نے آپ کو یقین کرنے پر مجبور کر دیا۔

آنحضور صلعم۔ بے شک یہ سچ ہے لیکن مجھے تصدیق کرنا چاہئے تھا میں تصدیق نہ کر سکا اور شک میں پڑ گیا۔ یہی میری غلطی ہے اور اسی غلطی کو قصور سمجھکر معافی چاہتا ہوں"!

حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا! میں نے معاف کر دیا میرے حضور! اسکے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے مکان جو کلبہ احزان بنا ہوا تھا۔ دارالمسرت بن گیا۔

(۷)
ساتواں باب

کفار کی شوکت کا انتہائی مظاہرہ

قبیلہ بنو نضیر کے یہودی جلا وطن ہو کر کچھ تو ملک شام میں چلے گئے تھے اور کچھ خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ انھیں جلا وطنی کا بڑا رنج تھا۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہو گئے تھے۔ انھیں خوب معلوم تھا کہ مشرکین عرب عموماً اور کفار مکہ خصوصاً مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ذرا سی تحریک پر اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ان کے بڑے بڑے لوگ مثلاً حی بن اخطب۔ سلام بن مشکم۔ کنانہ بن الربیع۔ ہوذہ بن قیس اور ابو عمارہ وغیرہ متفق و متحد ہو کر مکہ کیطرف روانہ ہوئے چونکہ وہ جانتے تھے کہ قریش مکہ کا اثر تمام عربی قبائل پر ہے اگر ان کو جنگ پر ہموار کر لیا گیا تو سارے قبائل متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہونگے اور پھر مسلمانوں سے آخری فیصلہ کن جنگ ہوگی یا اس جنگ میں مسلمانوں کا کلی استیصال ہو جائیگا یا مشرکین عرب ہمیشہ کے لئے دب جائیں گے۔

یہ وہ جانتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہے

اگر سارے مشرکین لڑائی پر آمادہ ہو گئے تو مسلمانوں کو شکست یقینی ہے!
مکہ میں پہنچکر انھوں نے اکابرین قوم سے ملاقات شروع کی۔ انھیں جنگ کی ترغیب وتحریض دلائی۔ قریش، مکہ گویا لڑائی کے لئے پہلے سے ہی آمادہ تھے فوراً تیار ہو گئے۔

انھوں نے چندہ کی فہرست کھول دی۔ والنٹیر (رضاکار) بھرتی کرنے لگے۔ شعراء اور مقرر اطراف ملک میں بھیجدیئے گئے جنھوں نے اپنی جادو بیانی سے تمام ملک میں جوش وغضب کی آگ بھڑکا دی۔ ہر خاندان۔ ہر قبیلہ ہر بادیہ نشین اور ہر شہری عرب لڑائی کے لئے تیار ہو گیا۔ قرب وجوار سے لوگ مکہ میں آآکر جمع ہونے لگے۔

جب بڑی بھاری جمعیت فراہم ہو گئی تو تمام قبائل کے سردار جمع ہو کر خانہ کعبہ میں پہنچے اور سب نے اس بات پر حلف اٹھایا کہ جب تک زندہ ہیں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت سے منہ نہ موڑیں گے اور اسلام کی بیخکنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ نیز میدان جنگ میں کٹ کٹ کر مرجائیں گے مگر شکست کھا کر نہ آئیں گے ماریں گے یا مرجائیں گے۔

اس حلف کے بعد لشکر کا جائزہ لیا گیا۔ چار ہزار مردان صف شکن کیل کانٹے سے درست ہو کر میدان جنگ میں جانے کیلئے تیار تھے ابو سعید رہ۔ لشکر کے کوچ کیلئے مقرر کیا گیا۔ جب وہ دن آیا تو مشرکین کا لشکر نہایت شان ودبدبہ کے ساتھ مکہ سے نکلکر مدینہ کیطرف عازم سفر ہوا۔
چونکہ خطیب اور مقرر اطراف ملک میں بھیجے گئے تھے اسلئے مشرک قبائل

کے گروہ جوق در جوق آ رہے تھے۔ بنو سلیم۔ فزادہ۔ اشجع۔ بنو سعد اور بنو مرہ وغیرہ قبائل کے لوگ بھی آ آکر لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس طرح سے مقام مراظہران تک پہنچتے پہنچتے چوبیس ہزار کا عظیم الشان لشکر ہو گیا۔

اگرچہ کفار نے کوشش کی کہ اس لشکر کی روانگی کا علم مسلمانوں کو اسوقت تک نہ ہو جب تک کہ وہ مدینہ کے سامنے نہ پہنچ جائیں مگر یہ بات غیر ممکن تھی تمام ملک میں اس لشکر کی یورش کا چرچا ہو گیا اور ہوتے ہوتے یہ خبر مدینہ میں بھی پہنچ گئی۔

منافقین۔ یہودی اور کفار مدینہ اس خبر کو سنکر کمال خوش ہوئے اور انھوں نے بجائے خود یہ سمجھ لیا کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا کلی استیصال ہو جائیگا کیونکہ آجتک جسقدر لشکر کشیاں ہوئیں ان میں اسقدر کفار شریک جنگ نہ ہوئے تھے جسقدر اس لشکر کے ساتھ آ رہے تھے گویا انسانوں کا سیلاب سمندر کی جہاز شکن موجوں کی طرح اُٹھتا مدینہ کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

مسلمانوں کو جب اس لشکر کی آمد کا علم ہوا۔ تو قدرتاً انکے دل متاثر ہوئے چونکہ انھیں کسی طرف سے کسی امداد وغیرہ کی اُمید نہ تھی اور انکی ساری تعداد بھی کفار کے لشکر کے مقابلہ میں چوتھائی بھی نہ تھی لہذا ان کو بڑا فکر ہوا۔

آنحضور صلعم نے مدبرین اسلام کو بلا کر مجلس شوریٰ منعقد کی آنحضور نے فرمایا۔ مسلمانو! کفر اسلام کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ کفار مسلمانوں کی بیخکنی کے لئے نت نئے عزم کر کے آتے ہیں اس مرتبہ تمام عرب نے اپنے منتخب اور بہادر جگر گوشے مسلمانوں کو دنیا سے فنا کرنے کیلئے مدینہ کیطرف روانہ کئے ہیں تمام

مشرک قبائل متفق و متحد ہو کر ٹڈی دل کی طرح اُمڈ آئے ہیں۔

یہ جنگ فیصلہ کن اور آخری معلوم ہوتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ ہماری تعداد کم ہے اور ہم کسی طرح سے بھی کفار کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خصوصاً کھلے میدان میں لڑنا مسلمانوں کی طاقت سے باہر ہے مدینہ میں کوئی قلعہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں ہم پناہ لے سکیں اور جنگ بھی ناگزیر ہے۔ ایسی صورت میں سوچ سمجھکر مشورہ دو کہ کونسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے بلا عظیم نقصان کے دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مسلمان اجتنک جتنی لڑائیاں لڑے ہیں۔ ان میں تعداد کی کثرت اور دنیوی قوت کو کوئی دخل نہ تھا۔ محض خدا کے بھروسے پر لڑتے رہے ہیں اور خدا نے ہمیشہ ہر جنگ میں امداد فرمائی ہے اب بھی خدا ہی پر بھروسہ رکھکر جنگ شروع کر دیجئے۔ خدا مدد کریگا اگر خدا ہی کو یہ منظور ہے کہ اسکا نام لینے والے دنیا میں نہ رہیں تو دنیا کی کوئی قوت ہمیں نہیں بچا سکتی۔ لیکن اگر اسکی امداد شامل حال ہے تو کفار کا آنے والا عظیم الشان لشکر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہمارا مرنا اور ہمارا جینا خدا اور صرف خدا کے لئے ہے لہذا ہمیں بغیر کسی قسم کے خوف کے مردانہ وار مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہیئے:۔

حضرت علی کرم نے فرمایا۔ دنیا میں وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا جانتی ہے۔ ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتی ہے دوسروں کا سہارا نہیں ڈھونڈتی اسلام بھی غیر اللہ کی اعانت سے روکتا ہے دشمن زیادہ ہیں تو ہوں ہمارا کام لڑنا اور خدا کا کام اپنے پرستاروں کی امداد کرنا

ہے ہمیں بغیر کسی خوف اور اندیشہ کے لڑائی کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے جب ہم حق پر ہیں تو بالضرور خدا حق کی فتح کریگا نہ ہمیں قلعہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی حصار کی حاجت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبر نے فرمایا۔ جس خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے ہماری نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اسی خدا نے ہم کو مآل اندیشی کا بھی حکم دیا ہے یہ کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے کہ ہم مٹھی بھر مسلمان ٹڈی دل کفار سے کھلے میدان میں جا کر لڑیں۔ انسانی عقل کا یہ اقتضا ہے کہ ہم دور اندیشی سے کام لیں اور کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اطمینان اور استقلال کے ساتھ جنگ جاری رکھ سکیں ہمیں صرف کفار مکہ کے لشکر ہی کا اندیشہ نہیں ہے سب سے زیادہ خوف ان مار آستین دشمنوں کا ہے جو مدینہ میں موجود ہیں خود ہماری جماعت میں بعض ایسے لوگ ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں مگر در پردہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی کی تدابیر کرتے رہتے ہیں ان منافقوں سے ہمیں بے پرواہ نہیں ہونا چاہیئے یہودیوں کا زبردست قبیلہ بنو قریظہ دشمنوں سے ساز باز کر رہا ہے جس قدر یہ دونوں مار آستین خطرناک ہو سکتے ہیں اس قدر لشکر جو آمادہ پیکار ہے خطرناک نہیں ہو سکتا۔ مناسب یہی ہے کہ کوئی ایسا حصار قائم کیا جائے جس کے اندر دشمن راہ نہ پا سکے۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے کہا۔

آپ جانتے ہیں کہ میں فارس کا رہنے والا ہوں۔ فارس والے جب کسی سے جنگ کرتے ہیں تو لشکر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں اس سے کسی قدر حفاظت ہو جاتی ہے اور اچانک حملوں کے اندیشے باقی نہیں رہتے۔ عرب میں خندق

کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا حضرت عمرؓ نے دریافت کیا خندق کیا چیز ہوتی ہے اور کیسے تیار کیجاتی ہے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا خندق اس گڑھے کو کہتے ہیں جو لشکر کے چاروں طرف کئی گز چوڑا اور کئی گز گہرا کھودا جاتا ہے۔ بغیر خندق کو عبور کیئے دشمن حصار کے اندر نہیں آسکتا اور خندق کو عبور کرنا آسان نہیں ہوتا۔

آنحضورؐ نے فرمایا یہ رائے مناسب ہے ہمیں ایک میدان میں خندق کھود کر حصار قائم کر لینا چاہیئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ رائے تو معقول ہے میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ ہم مدینہ کے گرد خندق کھود ڈالیں اس سے مدینہ محفوظ رہیگا اور ہم اپنے گھروں میں رہتے ہوئے مدافعت کر سکیں گے۔

آنحضور صلعم نے فرمایا نہایت مناسب ہے"!

چنانچہ اس قرار داد پر اتفاق ہو گیا۔ حضور اکرم نے منادی کرادی کہ مدینہ کے تمام باشندے خواہ وہ مسلمان ہوں یا مشرک و یہودی سب ملکر خندق کھودیں مسلمان تو سب منادی سنتے ہی آگئے لیکن مشرک اور یہودی نہ آئے۔ بلکہ انھوں نے کہلا بھیجا کہ ہم مسلمانوں کی کسی قسم کی امداد نہیں کر سکتے حالانکہ بروئے عہد نامہ ان پر فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ خندق کھودنے اور کفار سے لڑنے میں ہر ممکن امداد کریں۔ کیونکہ عہد نامہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جب کوئی بیرونی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو سب متفق ہو کر اسکا مقابلہ کرینگے۔ لیکن مشرک اور یہودی یہ سمجھا کہ مسلمان کم اور کمزور ہیں۔ حملہ آور دشمن زیادہ اور طاقتور ہے اسلیئے فتح یقیناً کفار کی ہوگی بدعہدی پر آمادہ ہو گئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خود غرض اور مکار قومیں جب

جاتی ہیں تو گڑگڑا کر معافی چاہتی ہیں اور ہر بات جو ان سے کہی جائے مان لیتی ہیں۔ لیکن جب ذرا بھی انھیں اپنی کامیابی کی امید ہو جاتی ہے تو عہد نامہ کو ردی کاغذ کا ٹکڑا سمجھکر اس سے منحرف ہو جاتی ہیں۔

چونکہ مشرک مدینہ اور یہودی مکّار خود غرض اور دغا باز تھے اسلئے بد عہدی پر آمادہ ہو گئے۔ مسلمان انکی بد عہدی سے ذرا نہ گھبرائے نہ پریشان ہوئے وہ خندق کھودنے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔

مدینہ کے ایک طرف پہاڑی تھی۔ پہاڑی کے نیچے ہی سنگی مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا ان مکانات کی دیواروں نے قدرتی طور پر فصیل قائم کردی تھی مگر زیادہ حصّہ کھلا ہوا تھا۔

اس کھلے ہوئے حصّے میں آنحضورؐ نے نیزے سے دائرہ کھینچا۔ ہزاروں گز لمبا دائرہ کھینچا۔ اس دائرہ کے دس دس گز کے ٹکڑے کئے گئے اور ہر ٹکڑا ایک ایک مسلمان کے سپرد کیا گیا۔ خود آنحضورؐ کے حصہ میں بھی ایک ٹکڑا آیا۔

خندق کی کھدائی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے اسی روز اور اسی وقت سے جب آنحضورؐ نے دائرہ کھینچا اور قطعات تقسیم کئے کھدائی کا کام شروع کر دیا موسم گرما شروع ہو گیا تھا سردی گڑاکے کی پڑنے لگی تھی۔ چونکہ دشمن بہت قریب آگیا تھا۔ اسلئے شب و روز کام کیا جانے لگا۔

آنحضورؐ کیلئے ایک خیمہ ایستادہ کر دیا گیا تھا کبھی کبھی جب تھک جاتے تھے تو حضورؐ خیمہ میں استراحت فرما لیتے تھے۔ خندق نہایت تیزی سے کھودی جا رہی تھی۔ ہر شخص اپنا کام جلد سے جلد ختم کرنے کی فکر میں تھا خندق پانچ گز چوڑی

اور پانچ گز گہری کھودی جا رہی تھی۔
جو مٹی نکلتی تھی۔ اسکا خندق کے کنارے پر پشتہ باندھ دیا جاتا تھا۔ اس طرح خندق کے کنارے پر ایک کچی فصیل سی قائم ہو گئی تھی۔
مسلمانوں میں کوئی ایسا فرد باقی نہ رہا تھا جو خندق نہ کھود رہا ہو۔ خود آنحضور صلعم بھی خندق کھودنے میں مصروف تھے۔
جبکہ یہ خندق کھودی جا رہی تھی تو سلمانؓ فارسی۔ حذیفہؓ۔ نعمانؓ اور تین اور اصحاب کے سامنے کچھ ہی گہرائی کے بعد ایک بڑا پتھر نکل آیا۔ ہرچند ان چھ آدمیوں نے اسے توڑنے کی کوشش کی مگر وہ نہ ٹوٹا۔
فوراً ہی اس واقعہ کی آنحضور صلعم کو اطلاع دی گئی۔ حضور بھی پتھر کو دیکھکر کچھ مشوش ہوئے۔ سلمان فارسی نے کہا حضور اکرم! خندق کو ٹیڑھا کر دیجئے اتنا ٹیڑھا کہ جس سے یہ پتھر بچ جائے۔
آنحضور صلعم نے فرمایا۔ نہیں خندق کو ٹیڑھا نہیں کیا جا سکتا کدال مجھے دو۔ میں بھی زور آزمائی کر لوں۔
آنحضور صلعم خندق کے اندر اترے اور کدال لیکر پوری قوت سے پتھر پر ماری۔ پہلی ہی ضرب سے پتھر میں شگاف پیدا ہو گیا اور ساتھ ہی ایک عجیب روشنی نکلی۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور پھر تمام صحابہؓ نے آپ کی تقلید میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔
آپ نے پھر دوسری ضرب لگائی۔ پتھر اور پھٹ گیا۔ پھر روشنی نکلی اور اور آپ نے پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور پھر تمام صحابہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

اب آپ نے تیسری ضرب لگائی۔ تو پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس مرتبہ بھی روشنی نکلی۔ آپ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا جسکے ساتھ تمام صحابہؓ نے پھر تکرار کی۔

جب پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آنحضور صلعم خندق سے باہر نکلے آپؐ کا چہرہ جوشِ مسرت سے چمک رہا تھا۔ صحابہؓ نے استفسار فرمایا۔ یا رسول اللہؐ پتھر ٹوٹتے وقت یہ روشنی کیسی نکل رہی تھی۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ پہلی ضرب میں حضرت جبرائیل آئے اور انھوں نے یمن کی کنجیاں میرے سپرد کیں۔ دوسری ضرب میں ملک شام کی کنجیاں دیں اور تیسری ضرب میں ملک فارس کی کنجیاں میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تینوں ممالک مسلمان فتح کریں گے۔

مسلمانو! فتح مبارک ہو! ان زرخیز اور شاداب ممالک کی فتح جن پر عیسائی اور آتش پرست فخر کر رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ ممالک کب فتح ہونگے خدا مسلمانوں پر اپنے لطف و کرم کی بارش کریگا۔ مگر مجھے اس سے خوشی نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جس قوم میں زر۔ زمین اور زن افراط سے آجاتی ہیں وہ قوم عیش و عشرت میں مشغول ہو کر خدا کو فراموش کر دیتی ہے آہ! اگر مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا تو دوسری قوم کی طرح سے یہ بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

خندق کی کھدائی کا کام شروع ہو گیا مسلمان دن اور رات سرگرمی سے کھدائی کے کام میں مصروف تھے۔ آخر خدا خدا کر کے خندق تیار ہو گئی خندق تیار ہونے پر جب دیکھا تو۔ سلسلہ کوہ اور خندق کے درمیان بیضاوی شکل کا میدان بن گیا یہ میدان اچھا خاصہ قلعہ نظر آنے لگا۔

تمام مشرک اور سارے یہودی اس خندق کو دیکھکر حیران و پریشان ہوگئے آنحضور صلعم کے ارشادات جو احادیث کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے تمام مدینہ میں مشہور ہو جاتے تھے۔ حضور اکرم نے جو فرمایا تھا کہ ممالک یمن شام اور فارس کی کنجیاں ان کے حوالے کی گئی ہیں اور ان ممالک کو مسلمان فتح کریں گے تو مشرک اور یہودی ہنسے۔

انھوں نے کہا کس قدر فریب کارانہ باتیں ہیں یہ (حضرت محمدؐ) مسلمانوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ چوبیس ہزار دشمن جنگ کے لئے آرہے ہیں اور آپ یمن و شام اور فارس کی فتح کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ خوشخبری اسلئے سنائی جارہی ہے تاکہ مسلمان جی توڑ کر لڑیں۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھے کہ مسلمانوں کو اس مرتبہ فتح کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ شکست ہوگی اور ذلت آمیز شکست جو تمام مسلمانوں کو فنا کر دے گی۔

حقیقت میں تعجب خیز بات تھی کہ ایسی حالت میں جبکہ ٹڈی دل دشمن چڑھے چلے آرہے تھے۔ تمام ملک عرب دشمنی پر تلا ہوا تھا۔ عرب کا ذرّہ ذرّہ مسلمانوں کے خون کا پیاسہ تھا۔ بظاہر تباہی و بربادی پیش نظر تھی ممالک یمن۔ شام اور فارس کی فتح کی خوشخبری سنائی جارہی تھی۔

جو قومیں خدا پر اعتماد نہ رکھتی ہوں اور اس پر تمسخر و استہزا نہ کریں تو اور کیا کریں۔ انھیں کیا خبر تھی کہ یہ خدا کا حکم ہے جو اٹل ہے ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ چنانچہ تاریخیں شاہد ہیں کہ یہ پیشینگوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں یمن فتح ہوا۔ شام پر قبضہ ہوا۔ فارس پر تسلط ہوا۔ یہ تمام ممالک تھوڑے ہی

عرصہ کے بعد مسلمانوں کے زیرنگیں آگئے اور آج صدہا سال گذر جانے پر بھی مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہیں۔

کفار کے ٹڈی دل لشکر کے آنے کی خبریں روزانہ آتی رہتی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا رہتا تھا کہ لشکر کفار میں ہر ہر قدم پر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ تمام مشرک قبائل کفارِ مکہ کے شریک کار ہو گئے ہیں۔ ان متوحش خبروں کے سننے سے بھی مسلمانوں کو کوئی بیم و رجا نہ ہوا۔

ایک روز آنحضور صلعم کو معلوم ہوا کہ یحییٰ بن اخطب بنو قریظہ کے قلعہ میں انھیں شریک جنگ ہونے کی ترغیب دینے کے لئے آیا ہے۔ اور کعب بن اسعد نے جو اکابر قوم میں سے ہے شریک ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔

آپؐ نے فوراً سعد بن معاذ اور سعد بن عبید کو کعب کے پاس روانہ کیا یہ دونوں بزرگ نصیحت و ہدایت کر کے شریک جنگ سے باز رکھنے کے لئے قلعہ بنی قریظہ میں گئے اور کعب سے ملے۔

وہ بڑی بے رُخی سے ان دونوں کے ساتھ پیش آیا۔ سعدؓ بن عبادہ نے کہا۔ کعب یہ کہاں کی شرافت ہے کہ تم اپنے پڑوسیوں کا ساتھ چھوڑ کر غیروں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو ایسا نہ کرو۔

کعب نے کہا سنو سعدؓ۔ مسلمان ہمارے مذہب کے خلاف ہیں ہم کو اُن سے عداوت پیدا ہو گئی ہے۔ اگر ہم نے مشترکہ طور پر ان کا مقابلہ نہ کیا تو ان کی تعداد اس قدر بڑھ جائیگی کہ تمام عرب پر وہ آسانی سے تسلط کر سکیں گے حکومت کرنے کے لئے ہم پیدا ہوئے ہیں نہ کہ مسلمان! ان کی ترقی میں ہمارا

تنزل مضمر ہے پھر ہم کیسے انکے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں۔

سعدؓ نے کہا۔ مگر تم مسلمانوں سے عہد کر چکے ہو کہ انکے خلاف ہتھیار نہ اٹھاؤ گے جب کوئی بیرونی دشمن مدینہ پر حملہ کریگا تو مسلمانوں کے ساتھ ملکر لڑو گے اب بدعہدی کیوں کرتے ہو کیا بدعہدی بھی شرافت میں داخل ہے۔

کعب نے کہا۔ عقلمند آدمی عہد نامہ کو کاغذ کا پرزہ سمجھتے ہیں۔ جب تک طاقت پیدا نہیں ہوتی عہد نامہ کی پابندی کرتے ہیں اور جب طاقت بڑھجاتی ہے تو عہد نامہ چاک کر ڈالتے ہیں۔

سعدؓ نے کہا۔ سوچو! تمہاری بدعہدی پر زمانہ تم کو کیا کہے گا۔

کعب نے کہا۔ زمانہ ہماری عقلمندی کی داد دے گا!

سعدؓ نے ہر چند سمجھایا۔ مگر کعب نے کچھ نہ سمجھا اور علانیہ مسلمانوں سے بیزاری اور دشمنی کا اظہار کیا۔ مجبور ہو کر یہ دونوں بزرگ واپس لوٹ آئے اور آنحضورؐ سے تمام واقعات بیان کر دیئے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کچھ پرواہ نہ کرو بنو قریظہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مار رہے ہیں ہمارا فرض سمجھانا تھا۔ لہٰذا سمجھا دیا وہ نہیں سمجھتے نقصان اٹھائیں گے۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ سامنے سے کفار کا لشکر آتا ہوا نظر آیا گھوڑے اونٹ پیدل اور سوار سیلاب کی طرح بڑی شان شوکت سے بڑھے چلے آرہے تھے اکثر علم ہواؤں میں لہراتے آرہے تھے جس شان اور جس رفتار سے یہ لشکر آرہا تھا اس سے واضح ہوتا تھا کہ وہ مسلمانوں کو بہا لیجائیگا۔ تمام مسلمان مکانات کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لشکر کی آمد کا نظارہ کرنے لگے!

آٹھواں باب

"تائید ایزدی"

کفّار عرب کا لشکر نہایت شان و دبدبہ سے آکر خندق کے سامنے رُک گیا۔ چونکہ عربوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس لئے وہ خندق کو دیکھکر کمال حیران ہوئے اور دیر تک حیرت و استعجاب سے اُسے دیکھتے رہے اس لشکر میں متعدد سردار اور سپہ سالار تھے۔ ہر سردار اور ہر سپہ سالار کا علیحدہ علم تھا۔ سپہ سالار اعظم ابو سفیان تھا:۔

ابو سفیان نے گھوڑا دوڑا کر مدینہ کے چاروں طرف گشت لگایا اُسے کسی طرف کوئی راستہ ایسا نظر نہ آیا جس سے لشکر مدینہ میں داخل ہو سکتا مجبور ہو کر اُس نے محاصرہ کا حکم دیا۔ ٹڈی دل لشکر مدینہ کے چاروں طرف فروکش ہو گیا۔ کفار کا یہ حملہ کفر کی انتہائی طاقت و شوکت کا مظاہرہ تھا۔ گویا اسلام کے مقابلہ میں کفر کی سب سے بڑی کوشش تھی مسلمانوں نے اپنے اہل و عیال کو ایک مضبوط اور پختہ گڑھی کے اندر حفاظت کی غرض سے ایک جگہ جمع کر دیا اور خندق کے کناروں پر مکانوں کی چھتوں پر۔ پہاڑی کے مورچہ پر مجاہدین کو متعین کر دیا۔ کئی روز تک کفار کشمکش و پیچ میں رہے کہ کیسے اور کس طرف سے حملہ کریں۔ خندق کو عبور کرنا دشوار تھا"!

مکانوں کی چھتوں پر چڑھنا مشکل تھا۔ پہاڑ کی طرف سے کوئی راستہ نہ تھا ہر طرف سے راستہ مسدود اور دشوار گذار تھا۔ کئی روز کے غور و خوض کے بعد یہی طے ہوا کہ خندق کے سامنے کھڑے ہو کر تیر اندازی کی جائے!

چنانچہ ایک روز جبکہ آفتاب عالم تاب اپنی پوری درخشندگی کے ساتھ جلوہ ریز ہوا تو لشکر کفار مسلح ہو کر خندق کے سامنے صف بستہ ہو گیا مسلمان بھی انھیں آمادۂ جنگ دیکھ کر تیر و ترکش لے کر خندق کے دوسرے کنارہ پر آ کھڑے ہوئے۔ طرفین سے تیر اندازی شروع ہو گئی:۔

اس شدت اور اس کثرت سے تیر چلائے گئے کہ بسا اوقات تیروں کے نیچے آفتاب چھپ چھپ گیا۔ لیکن یہ تیر اندازی بھی بے سود ہی رہی کیونکہ اس تیر افگنی سے نہ کسی فریق کو نقصان پہنچا نہ فائدہ!

تمام دن بیکار تیروں کی بارش ہوتی رہی آفتاب غروب ہونے پر فریقین واپس لوٹ گئے۔ سردی شروع ہو گئی تھی کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے کفار کے لشکر میں کافی خیمے اور چھولداریاں تھیں لیکن مسلمانوں کے پاس نہ خیمے تھے نہ چھولداریاں تھیں:۔

وہ کھلے میدان میں پڑے تھے اسلئے سردی سے انھیں تکلیف ہوتی تھی وہ مکانوں میں جا کر شب باش ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ان کے مکان حصار کے اندر تھے۔ لیکن اس طرح سے خندق کی حفاظت نہ ہو سکتی تھی اور دشمن خندق کو عبور کر آتے:۔

مسلمان خندق کی حفاظت کرنیکی وجہ سے ساری ساری رات جاگتے رہتے تھے

جس طرف سے مسلمانوں کو شبخون کا اندیشہ تھا۔ اُسی طرف سے کفار کو بھی خطرہ تھا چنانچہ ان کی کثیر تعداد تمام شب بیدار رہتی تھی۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی وہ پھر مسلح ہوئے :-

گذشتہ روز کفار نے تیر افگنی کر کے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس سے کسی فریق کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ اس لئے اُنھوں نے آج خندق کے سامنے تیر اندازوں کا دستہ قائم کر کے کچھ جانبازوں کو خندق کیطرف بڑھنے کا حکم دیا اُنھیں ہدایت کر دی گئی کہ وہ پیٹ کے بل رینگ کر چلیں چنانچہ انھوں نے تعمیل ارشاد شروع کی۔ مسلمانوں نے ان کی اس کارروائی کو دیکھ لیا۔ اس طرف حضرت عمرؓ اور حضرت علی کرم متعین تھے۔

حضرت عمرؓ نے فوراً اس طرف کے مسلمانوں کو دو حصّوں میں منقسم کر دیا! ایک حصّہ خندق کے پاس پشتہ کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور دوسرا حصّہ ترکش اور کمان لے کر تیر افگنی کے لئے آمادہ ہو گیا :-

ابھی آفتاب کچھ زیادہ بلند نہ ہوا تھا کہ ابو سفیان نے تیر اندازی کا حکم دیا۔ کفار نے تیروں کی بارش جاری۔ مسلمانوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اس طرح طرفین سے تیر افگنی شروع ہو گئی۔

اس طرف تو تیر پھینکے جا رہے تھے اور اس طرف پیٹ کے بل رینگھ رینگھ کر مشرک بڑھ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کی نظروں سے بچتے ہوئے خندق کے کنارے پر پہنچ گئے :-

مشرکوں نے بجائے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں نے اُنھیں بڑھتے ہوئے

نہیں دیکھا۔ حالانکہ مسلمان دیکھ چکے تھے لیکن وہ دانستہ چشم پوشی کر رہے تھے جب مشرکوں نے خندق کے اندر اُترنا شروع کیا۔ تو ان مسلمانوں نے جو پُشتہ سے لگے بیٹھے تھے فدرے ردو بھر کر تیر چلے میں جوڑ کر ایک ساتھ اس طرح سے چھوڑے جیسے کہ وہ ایک ہی کمان سے نکلے ہوں:۔

ان کے ان تیروں نے ان مشرکوں کو جو خندق میں اتر رہے تھے یا خندق کے کنارے پر بیٹھے اندر اُترنے کی سبیل سوچ رہے تھے بسمل و مجروح کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے جو لوگ خندق میں اُتر رہے تھے مردہ ہو کر خندق کے اندر جا پڑے۔ اور جو لوگ کنارہ پر تھے وہ گھبرا کر پیچھے ہٹنے:۔

ان کے پیچھے ہٹتے ہی پشتہ کے قریب بیٹھنے والے مسلمان کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے جلدی جلدی تیر چلا کر گھبرائے ہوئے مشرکوں کو تیروں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا:۔

مشرکوں میں بدحواسی طاری ہو گئی وہ کھڑے ہو ہو کر بے تحاشہ پیچھے کی طرف بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کو موقعہ مل گیا۔ اُنھوں نے شدت سے تیر افگنی کر کے بھاگتے ہوئے مشرکوں کو قتل اور مجروح کرنا شروع کر دیا۔

اگر مشرکین عقل و تدبر سے کام لیتے تو جس طرح سے وہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے آئے تھے۔ اسی طرح سے واپس لوٹ جاتے۔ مگر مسلمانوں کے اچانک حملہ نے ان کے ہوش و حواس معطل کر دیئے اور وہ کھڑے ہو کر بھاگنے لگے!

اس طرح سے ان کے سینکڑوں آدمی نذر اجل ہو گئے ان کی کثیر تعداد ضائع ہو گئی اور بہت کم لوگ اپنی جانیں بچا کر لیجا سکے یہ بچنے والے بھی شدید

مجروح ہو گئے تھے :-

مسلمانوں کی اس کارروائی نے کفار کو مرعوب کر دیا۔ اُس روز انہیں آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ تمام دن فاصلے پر کھڑے تیر پھینکتے رہے قیام کے وقت دونوں لشکر واپس لوٹے۔ آج کفار کو کافی سے زیادہ نقصان پہنچ گیا اور وہ کسی قدر بزدل اور غمزدہ سے ہو گئے :-

اگلے دن کفار مسلح ہو کر میدان جنگ میں نہ نکلے۔ حالانکہ مسلمان صف بستہ ہو کر دوپہر تک کھڑے رہے اور اُن کے حملے کا انتظار کرتے رہے۔ دوپہر کے بعد وہ بھی کمریں کھول کھول کر آرام کرنے لگے :-

بظاہر مسلمان بے فکر نظر آتے تھے لیکن دراصل یہ بات نہ تھی۔ اُنہیں متعدد خطرے لاحق تھے۔ ایک خطرہ منافقوں کی طرف سے تھا جو مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے۔ ان کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ کسی طرف کے مسلمانوں کو غافل پا کر دشمنوں کی رہبری کر کے ان کو خندق پار نہ لے آئیں :-

دوسرا خطرہ ان یہودیوں کی طرف سے تھا جو گویا مدینہ کے اندر ہی تھے اور جنھوں نے دشمنوں سے سازباز کر لیا تھا۔ نہ معلوم وہ کس وقت اچانک مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کی مشکلات کو اور بڑھا دیں :-

تیسرا خطرہ ٹڈی دل مشرکوں کی طرف سے تھا جو مسلمانوں کا سختی سے محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ان تمام خطروں اور اندیشوں کے علاوہ سامان رسد کی قلت سب سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی :-

مدینہ کی تجارت یہودیوں کے ہاتھ میں تھی غلہ کے بڑے سوداگر وہی تھے

اُنھوں نے مسلمانوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا بند کر دیا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فاقوں تک کی نوبت آگئی تھی۔اس پر شدت سرما کی تکلیف اور بھی مستزاد تھی۔چونکہ مسلمان کھلے میدان میں پڑے تھے۔سردی زیادہ تھی لبادے کم تھے۔اس وجہ سے ان کے لیل و نہار بڑی سختی اور تکلیف سے گذر رہے تھے۔کبھی سردی کی تکلیف ناقابل برداشت ہو جاتی تھی اور کبھی بھوک کی شدت بڑھ جاتی تھی:۔

اگرچہ منافقوں کو ان میں سے کوئی بھی تکلیف نہ تھی وہ یہودیوں کے دوست تھے اور یہودی اُنھیں برابر غلہ دے رہے تھے ان میں سے کسی کو بھی فاقہ کی نوبت نہ آئی تھی۔اور چونکہ وہ شریک جنگ تھے:۔

اپنے گھروں میں اطمینان اور آرام سے سوتے تھے اسلئے اُنھیں کسی بات کی کوئی تکلیف نہ تھی۔اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ مدینہ سے باہر آنے جانے کی تھی کیونکہ مسلمان کسی مدینہ والے کو باہر نہ جانے دیتے تھے:۔

ہر طرف پہرہ قائم تھا اور کوئی شخص بغیر مسلمانوں کے اذن کے باہر نہ جا سکتا تھا۔لیکن یہ قید کوئی تکلیف دہ نہ تھی پھر بھی وہ کہنے لگے کہ ان مسلمانوں نے اپنے ساتھ ہمارا بھی عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے یا کرا دیا ہے:۔

صرف یہی نہیں بلکہ دریدہ دہن اور گستاخ منافق طعن طرازی پر اتر آئے چنانچہ مصعب بن قشیر منافق نے کہا۔محمدؐ یمن، شام اور ایران کی فتح کی خوشخبری اپنے دوستوں کو سنا رہے ہیں لیکن مدینہ سے باہر نہیں نکل سکتے:۔

ہمارے خیال میں تو وہ اب مدینہ میں بھی نہیں رہ سکتے عنقریب جلا وطن

کرائے جائیں گے۔ ایک اور منافق نے کہا!"

مسلمان بھی کس قدر سادہ لوح اور بے وقوف ہیں کہ ایک شخص کی اس بات پر یقین کئے بیٹھے ہیں کہ قیصر و کسریٰ کے ملکوں کو فتح کرلیں گے۔ حالانکہ اُن پر مدینہ کی زمین بھی تنگ ہو رہی ہے:۔

ایک اور منافق نے کہا۔ جو لوگ پاخانہ پھرنے کے لئے باہر نہیں جا سکتے وہ یمن اور کسی دوسرے ملک کو کیا فتح کریں گے:۔

یہ اور اسی قسم کی باتیں منافقین کہتے تھے۔ مسلمان ان باتوں کو سنتے تھے۔ غصہ تو بہت آتا تھا مگر کچھ نہ کہتے تھے:۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں ہی کا دل گردہ تھا کہ رات کی اوس۔ دن کی دھوپ۔ بھوک اور پیاس کی شدت۔ رات کو حفاظت کی غرض سے جاگتے اور دن کو لڑنے کی سختیاں برداشت کر رہے تھے:۔

یہ مسلمانوں ہی کا عزم و استقلال تھا کہ وہ کفار کے مقابلہ بنی قریظہ کے حملہ کا اندیشہ۔ منافقوں کا خطرہ نہایت صبر و شکر سے برداشت کر رہے تھے۔ کوئی اور قوم ہوتی تو اُسکے ثبات قدم کو لغزش آجاتی:۔

دشمنوں کے سامنے سر خم کر دیتی لیکن نہ جھکے تو شیران اسلام نہ جھکے ہر سختی۔ ہر خطرہ۔ ہر تکلیف۔ مقابلہ بڑی خندہ پیشانی اور استقلال سے کرتے رہے۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ ابتلا کے وقت مسلمانوں نے جس عزم صمیم اور استقلال سے کام لیا ہے وہ اپنا آپ ہی نظیر و عدیل ہے":۔

قرون اولے کے مسلمان آجکل کے آرام طلب یا نام کے مسلمانوں کی طرح

نہ تھے۔ آج مسلمان ذراسی تکلیف سے گھبرا جاتے ہیں۔ خدا کو چھوڑ کر قرون کے سامنے گردنیں خم کر دیتے ہیں۔ خدا کو بھول کر طاغوتی طاقتوں ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہیں۔ موجودہ حالت میں خواہ وہ کتنی ہی ذلت آفریں کیوں نہ ہو خوش و خرم رہتے ہیں نہیں جانتے کہ اس سے اُنھوں نے اپنے بزرگوں کے نام پر دھبہ لگا دیا ہے اور وہ قوم کے ناخلف فرزند بن گئے ہیں یا بن رہے ہیں:۔

کہاں تو وہ بات تھی کہ مسلمان قیصر و کسریٰ جیسے زبردست بادشاہوں کے درباروں میں جا کر بے دھڑک کلمہ حق کہہ دیتے تھے موت کا خوف، قید و بند کا خطرہ اُنھیں حق گوئی سے نہ روک سکتا تھا۔ کہاں اب یہ حالت ہے کہ محض قید و بند کے خوف سے ہی ایمان فروشی کرنے لگتے ہیں:۔

چاندی کے چند ٹکڑوں کے عوض مذہب کو بیچ دیتے ہیں مسلمانوں کی نکبت و پستی کا راز مسلمانوں کی عیش طلبی۔ خدا پر بد اعتمادی اور اسلام سے انحراف میں مضمر ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خدا قادر ہے بغیر اسکے حکم کے ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔ وہی قاضی الحاجات ہے۔ مگر ہم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ حاجات پوری کرنے والی حکومت ہوتی ہے:۔

تمام خدائی طاقتیں حکومت کو حاصل ہیں۔ حکام کی نگاہ الطاف ہماری نکبت و پستی کا مداوا کر سکتی ہے کیا ہمارے یہ خیالات اسلام سے بغاوت پر مبنی نہیں ہیں۔ ہم نے اسلام سے غداری کی۔ خدا سے بغاوت کی خدا کے رسول سے سرکشی کی نتیجہ یہ ہوا کہ خدا ناراض ہو گیا اور اس نے ناراض ہو کر رفتہ رفتہ

اپنے تمام انعامات ایک ایک کرکے واپس لے لئے۔ اب نہ حکومت رہی نہ دولت نہ عزت رہی نہ حرمت ہم دُنیا کی بدترین قوم ہو کر رہ گئے اگر ہم پھر ترقی کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے کائنات کے خالق کو خوش کریں :۔

اوامر و نواہی پر سختی سے کاربند ہو جائیں۔ ہمیں تنظیم کی کیا ضرورت ہے جب ہم حقیقت میں مسلمان ہو جائیں گے۔ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے لگیں گے تو خود بخود ہی تنظیم ہو جائے گی :۔

ہمارے اکثر خود غرض لیڈر شکم پروری یا عز و جاہ حاصل کرنے کیلئے تنظیم و اتفاق کے نعرے لگاتے ہیں مگر جو اصلی مرض ہے اُسے دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے :۔

ایک نقص ہم میں یہ بھی پیدا ہو گیا ہے یعنی ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ وہ خود صحیح راستہ پر ہے مگر دوسرے بھٹک گئے ہیں اُنھیں راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ ضرورت یہ ہے کہ ہر مسلمان پہلے خود پکا مسلمان بن جائے اپنی اصلاح کرے دوسرے اُس کی دیکھا دیکھی خود ہی اصلاح کر لینگے

مشرکین عرب تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کئے رہے۔ اس عرصہ میں انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلمانوں کو زیر کر لیا جائے۔ مگر کامیاب نہ ہوئے مجبور ہو کر انھوں نے پیغام بھیجا کہ اگر مسلمان بنی قینقاع اور بنو نضیر کے یہودیوں کو جنھیں اُنھوں نے جلا وطن کیا ہوا ہے پھر مدینہ میں رہنے کی اجازت دیدیں اور مدینہ کے باغات کی آمدنی کا بیسواں حصہ مکہ کے لوگوں کو دیتے رہیں اور حضرت محمدؐ بتوں کی برائیاں نہ کیا کریں تو محاصرہ اٹھا لیا جائے

اگرچہ مسلمان زندگی سے تنگ آگئے تھے۔ سردی اور فاقہ نے ان کی ہستیوں کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ مگر اُنھوں نے ان شرائط پر صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ مشرکوں کو اُن کے انکار کرنے پر بڑا غصہ آیا۔ اُنھوں نے طے کر لیا کہ صبح دن نکلتے ہی سوار حملہ کریں گے اور کوشش کریں گے کہ گھوڑوں کو کُودا کر خندق کے پار لے جائیں ؛

چنانچہ دن نکلتے ہی تمام لشکر کفار نہایت جوش اور نئی شان سے میدان جنگ میں نکلکر صف بستہ ہوا مسلمان بھی مسلح ہو کر خندق کے کنارے پر آگئے مشرکین نے نہایت جوش سے حملہ کیا۔ ان کے سوار تیر برساتے ہوئے بڑھے۔ اگرچہ مسلمانوں نے ان کے روکنے کے لئے بڑی شدت سے تیر افگنی کی مگر وہ اُن کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ وہ بڑھ کر خندق کے کنارے پر پہنچ گئے۔ اب انھوں نے گھوڑوں کے مہمیزیں لگائیں۔ اُنھیں تیز دوڑایا اور خندق کود کر پار جانے کی کوشش کی ؛

جس طرف حضرت عمرؓ اور حضرت علی کرم تھے۔ اُس طرف سے خندق کی چوڑائی کسی قدر کم تھی۔ تین کفار گھوڑے کو دا کر اندر پہنچ گئے مگر دوسری جوانب سے اکثر و بیشتر سوار خندق میں گر گئے۔ گھوڑوں کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں سوار گر کر زخمی ہو گئے۔ اور بعض مر گئے اکثر گھوڑوں کے نیچے دب کر دم توڑنے لگے۔

وہ تین سوار جو خندق کے پار پہنچ گئے تھے ان میں سے ایک کو تو حضرت عمرؓ نے ایک ہی حربہ سے ٹھکانے لگا دیا۔ دوسرے کو ایک انصار نے مگر تیسرا نہایت بہادر تھا ؛

اُس کا نام عمرو بن عبد تھا وہ دو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا حضرت علی کرم اُسکی طرف جھپٹے۔ وہ بھی تلوار سونت کر حضرت علی کرم پر ٹوٹ پڑا دونو نہایت جوش وخروش سے لڑنے لگے چونکہ عمرو تجربہ کار تھا۔ اپنی قوت اور طاقت پر مغرور تھا اسلیئے وہ سمجھتا تھا کہ حضرت علی کرم کو زیر کر لینا معمولی بات ہے مگر جب حضرت علی کرم کا انداز جنگ دیکھا تو اُس کا تمام نشہ غرور ہرن ہو گیا:۔

حضرت علی کرم نے موقعہ پا کر تلوار کا پورا ہاتھ مارا۔ عمرو نے ڈھال پر روکا لیکن حیدر کرار کے قوت بازو کا وار معمولی نہ تھا تلوار ڈھال کاٹ کر شہ رگ کاٹ کر اُترتی چلی گئی۔ اور عمرو کشتہ ہو کر گرا!"

اتفاق سے حبیب کبریا محمد مصطفٰے ادھر آنکلے اُنھوں نے بڑھ کر حضرت علی کرم کی پیشانی پر بوسہ دیا:۔

اس عرصہ میں مسلمانوں نے تیروں کی بارش کر کے کفار مکہ کو پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کیا۔ مشرکین اپنے کئی سواروں کو موت کی آغوش میں پہنچا کر واپس لوٹے۔ پھر انھیں بڑھنے یا حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی:۔

شام تک دور ہی سے تیر اندازی ہوتی رہی آفتاب غروب ہونے پر جنگ ملتوی ہو گئی جس وقت طرفین کے لشکر واپس لوٹ رہے تھے اسوقت ہوا تیز چلنے لگی تھی۔ آسمان ابر آلود ہونے لگا تھا:۔

لوگوں نے قیاس کر لیا تھا کہ باد وباراں کا طوفان آنے والا ہے یہ قیاس صحیح نکلا۔ اور ہوا اس قدر تیز ہو گئی کہ لشکر کفار کے خیمے اکھڑ گئے۔ آگ بجھ گئی چھولداریوں کی میخیں اُکھڑ گئیں اور ساتھ ہی بارش شروع ہو گئی۔

اس شدت سے بارش ہوئی جیسے آسمان پہ کوئی پانی کا بند ہوا ور وہ ٹوٹ گیا ہو مشکوں کے دہانوں کی طرح پانی پڑ رہا تھا۔ کفار باد و باراں کے اس طوفان کو دیکھکر بدحواس ہو گئے :-

اُن کی تمام رسد اور دوسرا سامان پانی کا سیلاب بہا کر لے گیا مسلمان بھی ہوا اور بارش سے بچنے کے لئے خندق کی نگرانی وغیرہ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا گھسے۔ بنی قریظہ اور منافقین خوف و دہشت سے کانپنے لگے۔

پچھلی رات کو طوفان کا زور گھٹا۔ مگر سردی بڑھ گئی۔ رسول خدا حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہمراہ لے کر باہر نکلے۔ پانی اس کثرت سے پڑا تھا کہ راستوں پر نہروں کی طرح سے بہہ رہا تھا :-

اتفاق سے حذیفہ بن الیمان بھی گھر سے نکل آئے۔ وہ ان تینوں بزرگوں کو دیکھ کر بولے۔ حضور اس وقت کہاں جانے کا ارادہ ہے؟!

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ حذیفہؓ! مجھے خداوند عالم نے خبر دی ہے کہ کفار بدحواس ہو کر بھاگ گئے ہیں لہذا میں خبر لینے جا رہا ہوں"!

حذیفہؓ نے کہا آپ نہ جائیں! میں ابھی خبر لاتا ہوں!

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ اچھا جاؤ! حذیفہؓ روانہ ہو گئے۔ اس وقت بادل چھٹ چکا تھا۔ صبح صادق کا وقت ہو گیا تھا۔ حذیفہؓ نے خندق کے پاس ٹھہرے ہو کر دیکھا۔ وہاں ایک مشرک کا بھی پتہ نہ تھا :-

وہ خوش ہوتے ہوئے واپس لوٹے اور آنحضور صلعم کے پاس آ کر بولے یا رسول اللہ میدان خالی پڑا ہے ایک بھی کافر موجود نہیں سب بھاگ گئے

آنحضور صلعم نے فرمایا "مسلمانو! اب قریش مکہ سے کوئی خدشہ باقی نہیں رہا انشاالله اب وہ کبھی ہم پر حملہ نہ کر سکیں گے"!

اس کے بعد مسلمانوں نے فجر کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر جب وہ خندق کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ خندق پانی سے لبریز ہے۔ کفار کے خیمے اکھڑے پڑے تھے۔ مشرکین کا کہیں پتہ نہ تھا۔ تمام مسلمان نہایت مسرور تھے:۔

وہ شادماں ہو کر واپس لوٹے۔ منافقین اور بنی قریظہ کے یہودیوں کو کفار مکہ کی بزدلی اور دون ہمتی پر بڑا غصہ آیا:۔

انہوں نے کہا۔ نامرد بزدل بھاگ گئے۔ اگر ہم انھیں ایسے پست ہمت سمجھتے تو مسلمانوں سے ہرگز ہرگز بگاڑ پیدا نہ کرتے:۔

اب بنی قریظہ کو اپنا بڑا فکر ہوا۔ انھیں خدشہ ہوا کہ مسلمان عہد شکنی پر انھیں سخت ترین سرزنش کرینگے:۔

انھوں نے فوراً اپنے قلعہ کی درستی کر دی۔ یہ لڑائی غزوۂ خندق کے نام سے مشہور ہے اور تاریخوں میں بھی اسی نام سے موسوم ہے:۔



نواں باب (۹)

"کیفر کردار"

جب تمام اہل مدینہ نے مسلمانوں سے عہد کیا تھا تو یہودیوں کے تین بڑے بڑے قبائل بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ بھی شامل ہوئے تھے ان میں سے اول الذکر دو یعنی بنی قینقاع اور بنی نضیر بدعہدی کرنے کی سزا میں جلاوطن کئے جا چکے تھے۔ صرف بنی قریظہ باقی رہ گئے تھے اس مرتبہ اُنھوں نے بدعہدی کی۔

وہ جانتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ مسلمان بدعہدی پر سرزنش ضرور کرینگے اسلئے اُنھوں نے قلعہ کی درستی اور مرمّت شروع کرا دی تھی حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ یہودی ہی تھے اُنھیں اس بات کا بڑا غم وافسوس تھا کہ پیغمبر آخر الزماں ان کی قوم میں نہ ہوا حالانکہ وہ اور اُن کے پیشرو بھی سمجھ رہے تھے:۔

اگرچہ اُنکی کتابوں میں ختم المرسلین کے مبعوث ہونیکی پیشینگوئیاں درج تھیں تمام علامات اور نشانیاں صاف وصریح تحریر تھیں جو کہ آنحضور صلعم میں وہ تمام موجود تھیں مگر وہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ

کی دشمنی۔ مسلمانوں کی عداوت اور اسلام کی مخالفت میں اس لئے ڈوبتے چلے گئے تھے کہ یہ نبی ان کی قوم میں نہ ہوئے تھے :۔

جس وقت مسلمان غزوۂ خندق سے واپس لوٹ کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو اسوقت ظہر کا وقت تھا۔ تمام مسلمانوں نے ظہر کی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی سرکار مدینہ نے اعلان کر دیا کہ کوئی مسلمان جو غزوۂ خندق میں شریک تھا عصر کی نماز مدینہ میں نہ پڑھے بلکہ بنی قریظہ کے قلعہ کے سامنے پڑھے اس اعلان نے تمام مسلمانوں کو پھر کمربستہ ہونے پر مجبور کر دیا یہ ظاہر ہے کہ مسلمان تقریباً ایک ماہ تک محصور رہے تھے۔ اس عرصہ میں انھیں فاقے کرنے پڑے تھے۔ رات کی اوس۔ دن کی دھوپ۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے شب بیداری دن کی جنگ نے انھیں اور خستہ کر دیا تھا :۔

انھیں آرام کرنے اور تازہ دم ہونے کی ضرورت تھی لیکن دربار رسالت سے بنی قریظہ پر لشکر کشی کا حکم ہو چکا تھا۔ اس حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ تمام مسلمان جس طرح اور جس حالت میں میدان جنگ سے واپس آئے تھے اسی طرح اور اسی حالت میں بنی قریظہ کے مقابلہ میں جلنے کے لئے تیار ہو گئے :۔

مجاہدین کو روزینہ نہیں ملتا تھا۔ نہ تنخواہ ملتی تھی اور نہ تمغہ ملتا تھا وہ محض ثواب سمجھکر تنخواہ دار اور ملازموں سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار تھے اس مرتبہ علم حضرت علی کرم کے سپرد کیا گیا اور وہ دو سو مجاہدین کا دستہ لیکر بطور ہراول روانہ ہوئے۔ اُنکے عقب میں آنحضور صلعم مع بقیہ تمام لشکر کے روانہ ہوئے۔ تمام مدینہ اس لشکر کشی کی شہرت سے گونج اٹھا۔ مشرکین اور منافقین

نے حیرت و استعجاب سے مسلمانوں کو کوچ کرتے ہوئے دیکھا:۔

حیرت کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ کے سب لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب مسلمان کچھ دن آرام کریں گے اور تازہ دم ہو کر بنی قریظہ کو فہمائش کے لئے روانہ ہوں گے۔ یہی خیال بنی قریظہ کا بھی تھا!

لیکن جب مسلمانوں نے ایک دن تو کیا ایک رات بلکہ ایک گھنٹہ بھی آرام نہ کیا۔ تو اُنھیں ان کی جفاکشی اور اپنے رسُول کی اطاعت و فرمانبرداری پر سخت حیرت ہوئی۔ بنی قریظہ کو مسلمانوں کی لشکر کشی کی پہلے ہی سے اطلاع ہو گئی تھی۔ اُنہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے فصیل پر سپاہیوں کو چڑھا دیا تھا اور تیروں کے گٹھے اور پتھروں کے ٹکڑے فصیل کی چھتوں پر پہنچا دیئے تھے۔

شام کے وقت سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہراول کے دستہ کے ساتھ قلعہ کے سامنے نمودار ہوئے۔ بنی قریظہ نے اُنھیں دیکھا۔ ان میں سے اکثر گستاخ اور دریدہ دہن اوباشوں نے مسلمانوں اور آنحضرت صلعم کو گالیاں دینا شروع کیں۔ کمینہ۔ ذلیل اور بزدل لوگ کسی قوم کے بزرگوں کو بُرا بھلا کہا کرتے ہیں۔ اس سے وہ اپنی خبث باطنی اور سفلہ پن کا اظہار کر کے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑا کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان ہمیشہ الیسی ذلت آفرین باتوں سے احتراز کرتے رہے ہیں:۔

کبھی کسی قوم کے بزرگوں کو اُنھوں نے گالیاں نہیں دیں۔ بُرا بھلا نہیں کہا۔ کوئی مسلمان کسی قوم کے بزرگ کو کیسے بُرا کہہ سکتا تھا جبکہ خدا اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے کہ کسی کو بُرا نہ کہو:۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی کو گالی نہ دو۔ شرع کا یہ فرمان ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کرو۔ وہ مسلمان ہی نہیں جو کسی قوم کے بزرگوں کو گالیاں دے یا بُرا بھلا کہے یہ کام رذیلوں اور کمینوں کا ہے"!

اس سے کسی بزرگ کی تضحیک نہیں ہوتی بلکہ بُرا کہنے والے کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے بزرگانِ اسلام کو بُرا کہنا شعار کر لیا ہے وہ انسانیت سے خارج۔ شرافت سے معرا۔ کمینہ اور سفلہ ہیں:۔

وہ دنیا پر بار ہیں۔ ننگ انسان ہیں۔ شرافت سے ان کا دور کا لگاؤ بھی نہیں ہے انسانیت ان کے کمینہ فعل پر لعنت بھیجتی ہے:۔

کبھی کوئی انسان جو شرافت کا دعویدار ہے کسی کو بُرا نہیں کہہ سکتا بُرے لوگ ہی کہا کرتے ہیں اور خود ان کے اندر بُرائیاں ہوتی ہیں ہر شریف انسان ایسے بدبخت لوگوں کو ذلیل ترین سمجھنے پر مجبور ہے:۔

مسلمانوں نے یہودیوں کی گالیاں سنیں۔ انھیں بڑا جوش آیا۔ چاہا کہ فوراً حملہ کر دیا جائے تاکہ ان دریدہ دہن اوباشوں کی گوشمالی ہو سکے مگر انھیں ان کے ہادی نے حملہ کرنے کا حکم نہ دیا تھا:۔

اس لئے وہ ضبط کر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرمؐ معہ تمام اسلامی لشکر کے تشریف لے آئے۔ مسلمانوں کی آمد کا تانتا عشا کے وقت تک لگا رہا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اکثر مسلمان مدینہ میں داخل ہوتے ہی ظہر کی نماز پڑھنے سے قبل ہتھیار مکان پر رکھنے کے لئے چلے گئے تھے:۔

انھیں جب آنحضور صلعم کے فرمان کا علم ہوا تو فوراً مسلح ہو ہو کر بنی قریظہ

کے قلعہ کی طرف چلتے رہے۔ چنانچہ عشا کے وقت تک ان کی آمد جاری رہی۔
چونکہ آنحضور صلعم نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ جو مجاہدین غزوہ خندق میں شریک تھے وہ عصر کی نماز مدینہ میں نہ پڑھیں اس لئے وہ مسلمان جو مدینہ میں عصر کی نماز پڑھ چکے تھے اور جنھیں آنحضور صلعم کے اس اعلان کا بعد میں علم ہوا تھا:۔
انھوں نے بنی قریظہ کے قلعہ کے سامنے جاکر عشا کے وقت پہلے عصر اور مغرب کی نمازیں پڑھیں اور آنحضور نے ان کے اس فعل کو جائز قرار دیا
عشا کی نماز پڑھ کر آنحضور صلعم نے قلعہ کے محاصرہ کا حکم دیا مجاہدین اسلام قلعہ کے چاروں طرف پھیل گئے اور رات ہی کو انھوں نے مورچے قائم کر لئے۔ صبح بہت سویرے بیدار ہوکر ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی اور مسلح ہوکر میدان جنگ میں صف بستہ ہو گئے:۔
یہودیوں نے فلاخنوں کے ذریعے سے سنگباری شروع کی۔
مسلمانوں نے ڈھالیں سامنے کردیں اور قلعہ کی طرف پیشقدمی کرنےلگے۔
چونکہ یہودی کثرت سے پتھر پھینک رہے تھے اس لئے زیادہ تعداد پتھروں کی ڈھالوں سے بچ کر مسلمانوں کے پیروں اور ٹخنوں میں لگ رہی تھی۔ پتھر خار دار تھے اس لئے زخم ڈالتے جاتے تھے:۔
بہت سے مسلمان زخمی ہو چکے تھے مگر وہ زخموں کی پرواہ نہ کرتے تھے برابر پیش قدمی کر رہے تھے اور ان کا ہر قدم قلعہ کی طرف بڑھتا جاتا تھا۔

جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان تیروں کی زد میں آگئے ہیں تو انھوں نے قلاخن اندازی بند کر کے تیر افگنی شروع کر دی اور اس کثرت سے تیر برسائے کہ مسلمانوں کی پیش قدمی چند سے مسدود ہوگئی:۔

مسلمان بھی اب ترکی بترکی جواب دینے لگے تھے وہ بھی فصیل پر تیر جبتک رہے تھے۔ لیکن فصیل اونچی تھی مسلمانوں کے تیر فصیل کی منڈیر سے ٹکرا ٹکرا کر گر پڑتے تھے:۔

البتہ کبھی کبھی کوئی تیر اس شخص کے دماغ میں ترازو ہو جاتا تھا جو فصیل سے سر اٹھا کر مسلمانوں کی طرف دیکھنے لگتا تھا:۔

چونکہ یہودی کثرت سے تیر پھینک رہے تھے اس لیے مسلمان تیروں سے بچتے ہوئے قدم قدم بڑھ رہے تھے۔ لیا اوقات گھنٹوں ایک ہی جگہ کھڑے ہوئے گذر جاتے تھے:۔

شام تک اسی طرح جنگ کا سلسلہ قائم رہا۔ اگرچہ مسلمانوں نے ہر چند قلعہ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن تیروں کی کثرت نے فصیل کے نیچے نہ پہنچنے دیا قلعہ کے چاروں طرف جنگ کے یہی آثار و قرائن تھے حضرت علی کرم اللہ شمال کی جانب مصروف پیکار تھے۔ آپ اس حد تک جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ نہ آپ نے تیر اندازی کا خیال کیا اور نہ سنگ اندازی کا:۔

آپ اور آپ کے ہمراہی خاردار پتھروں اور پردار تیروں کو ڈھالوں پر روکتے ہوئے قدم قدم بڑھتے رہے"!

آپ نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ قلعہ کے نیچے پہنچ کر ہی دم لیں گے۔ یہودی

آپ کے ارادہ سے آپ کی پیش قدمی کے آثار و انداز دیکھ کر واقف ہو چکے تھے۔ انھوں نے اس طرف سپاہیوں کی جمعیت بڑھادی تھی اور سپاہیوں نے اس شدت سے تیر اندازی شروع کردی تھی کہ مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پیدا ہوگئی تھی:۔

آگے بڑھنا نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن ہوگیا تھا مگر حضرت علی کرم کا قدم نہ رکا شیر خدا تیروں کو ڈھال پر روکتے ہوئے اور ایک ہاتھ میں علم سنبھالے ہوئے برابر بڑھ رہے تھے:۔

اپنے سردار کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسرے مسلمان پیچھے رہ جاتے۔ وہ بھی تیروں کو روکتے۔ زخمی ہوتے قدم بہ قدم بڑھے چلے آرہے تھے۔ جنگ صبح ہی سے شروع ہوگئی تھی:۔

سارے دن ہوتی رہی تھی۔ اب بھی جب کہ آفتاب تھکے ہوئے مسافر کی طرح سے حجلۂ مغرب میں آرام کرنے کے لئے قدم بڑھا رہا تھا! جنگ اسی شان اور اسی جوش سے جاری تھی جس شان اور جس جوش سے شروع کی گئی تھی:۔

حضرت علی کرم یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح قلعہ کے قریب پہنچ جائیں اور یہودی یہ عزم کر چلے تھے کہ کسی مسلمان کو بھی قلعہ کی فصیل کے پاس تک نہ آنے دیں گے۔ چونکہ آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دن ختم ہو کر رات چھا جانے والی تھی۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگاکر نہایت سرعت سے بڑھنا شروع کیا:۔

نعرۂ تکبیر کی اس آواز نے گویا مجاہدین اسلام کو بیدار کر دیا وہ چونکے سنبھلے اور اللہ اکبر کا پُر ہیبت و جلال نعرہ لگا کر تیزی سے بڑھے۔

یہودیوں نے مسلمانوں کی اس بے نظیر جسارت اور عدیم النظیر ہمت کو دیکھا۔ اگرچہ ان کے دست و بازو تمام دن کی فلاخن اندازی اور تیر اندازی نے شل کر دیئے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی خستگی اور تھکاوٹ وغیرہ کا قطعاً خیال تک بھی نہ کرتے ہوئے مزید شرارت سے تیر اندازی شروع کر دی:۔

مگر حضرت علی کرم اللہ نے جو قدم بڑھایا تھا اُسے پیچھے نہ ہٹایا بلکہ اُسے آگے ہی بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ فصیل کے قریب پہنچ گئے اس وقت آفتاب غروب ہو گیا اور شرقی جانب سے ظلمت شب کی سیاہ چادر اُٹھ کر آہستہ آہستہ مغرب کی طرف پھیلنے لگی"!

اس وقت آنحضور صلعم نے جنگ بند کر دی اور ساتھ ہی اعلان کرا دیا کہ مسلمان واپس لوٹ کر اس جگہ پہنچ جائیں جہاں وہ شب گزشتہ شب باش ہوئے تھے۔ آنحضور صلعم کا یہ حکم حضرت علی کرم اللہ تک بھی پہنچ گیا"!

اگرچہ آپ چاہتے تھے کہ رات ہی فصیل کو توڑ کر قلعہ کے اندر پہنچ جائیں نیز یہودیوں کو بھی یہ اندیشہ لاحق ہو گیا تھا:۔

وہ سمجھ گئے تھے کہ مسلمان قلعہ کی دیوار توڑ کر اندر گھس آدیں گے وہ انتہائی خوف و ہراس سے مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے مگر جب آنحضور کا فرمان واپسی کے متعلق حضرت علی کرم اللہ تک پہنچا تو وہ

نافرمانی کے خوف سے فصیل کے نیچے کھڑے رہنے اور اسے توڑ کر قلعہ کے اندر داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکے! فوراً واپس لوٹ پڑے یہودیوں نے ان کی واپسی کو اپنی خوش بختی پر محمول کیا۔ وہ ان کو واپس جاتے دیکھکر بہت خوش ہوئے :۔

لشکر اسلام محاذ جنگ سے ہٹ کر اپنی قیام گاہوں پر پہنچ گیا! مجاہدین نے کمریں کھولیں۔ نماز پڑھی کھانا پکایا اور کھا کر مصروف آرام ہو گئے۔

صبح پھر گذشتہ روز کی طرح میدان کارزار میں نکلے سارے دن مصروف جدال و قتال رہے گویا اس طرح سے انھیں لڑتے ہوئے پندرہ روز گزر گئے۔ اس پندرہ یوم کے عرصہ میں نہ کوئی قلعہ کے اندر جا سکا اور نہ کوئی قلعہ کے اندر سے باہر آسکا!

اگرچہ یہودیوں کے پاس سامان رسد کافی تھا لیکن تیروں اور سنگریزوں کی کمی ہونے لگی تھی۔ سامان حرب کی اس کمی نے ان کے حوصلے پست کرنا شروع کر دیئے تھے۔ انہوں نے کئی کارخانے تیروں کے تیار کرنیکے لئے قائم کر دیئے تھے جو شب و روز تیر بنانے میں مصروف رہتے تھے اور لکڑی کی کمیابی نے ان کارخانوں کو تیزی سے کام کرنے سے روک دیا تھا!

یہ کیفیت دیکھکر کعب بن اسد نے جو یہودیوں کا سردار اعظم تھا ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ تمام سربرآوردہ یہودیوں کو بلایا گیا۔ حئی بن اخطب بھی قلعہ کے اندر موجود تھا۔ وہ بھی طلب کیا گیا۔ جب سب لوگ آگئے تو کعب

نے کہا۔

اے بنی اسرائیل کے غیور فرزندو! جس بات کا خدشہ تھا وہی سامنے آیا۔ ہم نے غلطی کی کہ اس عہد نامہ کو جو مسلمانوں سے کیا گیا تھا توڑ ڈالا۔ دراصل ہم دھوکا کھا گئے۔ قریش مکہ کے لشکر کی کثیر تعداد دیکھ کر ہم نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ضرور فتحیاب ہوں گے اور مسلمان فنا ہو جائیں گے لیکن قریش کی بزدلی نے جنگ کا پانسہ ہی بدل دیا۔ وہ طوفان باد و باراں سے خائف بھاگ گئے اور ہمیں ان مشکلات میں مبتلا کر گئے جس جوش اور جس جرأت سے مسلمان لڑ رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ان کا عرصہ تک مقابلہ نہیں کر سکتے اور وہ کسی نہ کسی دن قلعہ پر اچانک قابض ہو جائیں گے ایسی صورت میں قوم کی فلاح کے لئے کوئی مناسب تجویز کی جائے"!

ثعلبہ بن سعید نے جو شرفائے یہود سے تھا کہا۔ ہم نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے۔ خود مصیبت مول لی ہے اور خود مسلمانوں کو جنگ کا چیلنج دیا ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ عہد نامہ کی خلاف ورزی کر کے مسلمانوں کی مخالفت کرنا کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے لیکن کسی نے میری بات کو نہ مانا۔ اب نتیجہ سامنے ہے۔ اب بھی یہی کہتا ہوں کہ خوب اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر کوئی ایسی بات نکالئے جس سے قوم کی فلاح ہو۔

حیی بن اخطب نے کہا۔ ہر قوم اور ہر شخص اپنی بہبودی چاہتا ہے ہم نے عہد شکنی میں اپنا فائدہ سمجھا تھا لیکن قریش کی بزدلی نے امید کے خلاف کر دیا آپ بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے بنی قینقاع اور بنو نضیر کے

قبائل کو جلاوطن کر دیا ہے اور ان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے ہم سے یہ غلطی ہوئی کہ ہم نے اس وقت اپنے بھائیوں کی امداد نہ کی اور خاموش بیٹھے ان کو جلاوطن ہوتے دیکھتے رہے۔ اگر ہم ان کا ساتھ دیتے اور تینوں قبائل متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے تو یقیناً جلاوطنی کی تکلیف سے بچ جاتے:۔

چونکہ ہم مسلمانوں کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹک رہے ہیں اس لئے وہ ہم کو بھی جلاوطن کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم ہمت و استقلال سے کام لیتے رہے اور صلح کی طرف نہ جھکے تو مسلمان محاصرہ سے تنگ آ کر خود ہی واپس لوٹ جائیں گے اس لئے میرے خیال میں ہمیں نہ مدد لینا چاہئے اور نہ صلح کی طرف جھکنا چاہئے"!

اسد بن عبید نے کہا۔ حیی! تم نے ہمیں عہد شکنی کی ترغیب دی۔ تم نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم مسلمانوں کے اس وفد کو جو ہمیں سمجھانے کے لئے آیا تھا کورا اور سخت جواب دیا"

ہم تمہارے کہنے میں آ گئے۔ مسلمانوں سے بگاڑ کر بیٹھے! تم سمجھتے ہو کہ مجاہدین اسلام محاصرہ سے تنگ آ کر چلے جائیں گے لیکن مسلمانوں کی روایات اور گذشتہ واقعات تمہارے اس خیال پر خط تنسیخ کھینچتے ہیں۔ وہ بغیر قلعہ فتح کئے ہرگز ہرگز نہ جائیں گے:۔

اگر ہم اپنی ضد پر اڑے رہے اور صلح کی طرف نہ جھکے تو نہایت زبردست نقصان اٹھائیں گے لہذا میرے نزدیک تو صلح کر لینا بہتر ہے"۔

حیی نے کہا اسد! تمہارا خیال غلط ہے مسلمان مہینہ دو مہینے محاصرہ کئے پڑے رہ سکتے ہیں۔ زیادہ عرصے تک نہیں"!

اسید بن سعید نے کہا۔ یہ تمھارا خام خیال ہے مسلمان جس بات کا ارادہ کر لیتے ہیں اُسے پورا کئے بغیر نہیں مانتے وہ یا تو قلعہ کو فتح کریں گے یا تمام عمر محاصرہ کئے پڑے رہیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے قصور کی معافی طلب کرو۔ اور جس طرح سے بھی ہو صلح کر لی جائے:۔

حیی نے کہا۔ مگر مسلمان صلح ہی کیوں کریں گے:۔

ثعلبہ نے کہا۔ مسلمانوں میں یہ خوبی بڑی زبردست ہے کہ جب اُن سے رحم کی التجا کی جاتی ہے تو وہ فوراً رحم و کرم کی طرف جھک جاتے ہیں۔ ان کے ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ اخلاق مجسم اور پیکر رحم و کرم ہیں"!

وہ خونریزی کو کسی طرح سے بھی پسند نہیں کرتے۔ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ مسلمانوں سے اچھی شرائط پر صلح کرادوں گا:۔

ایک اور یہودی نے کہا! لیکن ہم کو ہرگز صلح نہ کرنی چاہیے:۔

حیی بن اخطب نے لوگوں سے استفسار کیا۔ کیا آپ سب اصحاب چاہتے ہیں کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے:۔

ہر طرف سے آوازیں آئیں ہرگز نہیں ہم بالکل صلح کرنا نہیں چاہتے:

کعب نے کہا۔ اگر تم صلح کرنا نہیں چاہتے تو اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دو اور قلعہ سے باہر نکل کر میدان میں لڑو۔ اگر کامیاب ہوئے تو عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے اور اگر مارے گئے یا شکست ہوئی تو ننگ و ناموس کی طرف سے بے فکر ہو گئے:۔

چند لوگوں نے کہا۔ یہ تو بڑی بے وقوفی کی بات ہو گی۔ ہم میں کون ایسا

سنگدل ہے جو اپنی اولاد اور اپنے قبیلہ (بیوی) کو قتل کرڈالے :-

کعب نے کہا۔ اگر یہ منظور نہیں تو سنیچر کی رات کو مسلمانوں پر شبخون مارو۔ اور چونکہ وہ اس خیال سے کہ سنیچر کا دن ہماری قوم میں خاص احترام کا دن ہے۔ اس دن ہم لڑنا۔ شکار کھیلنا یا کوئی اور دنیا کا کام کرنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ بے فکر اور غافل ہوں گے اور ہم ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر کلی طور پر ان کا استیصال کر دیں گے :-

یہودیوں میں سنیچر کا دن نہایت حرمت کا سمجھا جاتا تھا۔ اس دن وہ سوائے عبادت کے کوئی اور کام نہ کرتے تھے۔ اس کے تمام کاروبار اور سارے دنیاوی معاملات بند رہتے تھے :-

چند لوگوں نے کہا ہم سنیچر کے دن یہ بے حرمتی بھی نہیں کر سکتے۔ یہ بات تمام باتوں سے خراب اور تکلیف دہ ہوگی :-

حیی بن اخطب نے کہا۔ میرے خیال میں ہمیں پست ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ استقلال اور جرأت سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہئے :-

اس رائے پر سب کا اتفاق ہوگیا اور یہ طے پایا کہ جنگ کا جاری رکھنا ہی مناسب اور بہتر ہے لیکن یہ مشورہ ثعلبہ۔ اسد۔ اسید کو ناگوار گزرا وہ اسی وقت اٹھے اور قلعہ سے باہر آکر آنحضور صلعم کی خدمت میں پہنچے اور مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد برابر محاصرہ قائم رہا اور روزانہ جنگ ہوتی رہی :-

جب دس روز اور گذر گئے اور تیروں اور سنگریزوں کی اس درجہ کمی

سی کہ مزید دو چار روز تک جاری رکھنا دشوار نظر آنے لگا تو
م یہودی گھبرا گئے اور انہوں نے کعب پر صلح کرنیکے لئے زور ڈالا
چنانچہ کعب نے آنحضور صلعم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ ہم قلعہ
ور اپنی قوم کو اس شرط پر آپ کے حوالے کرتے ہیں کہ سعدؓ بن معاذ
زا ہمارے لئے تجویز فرمادیں۔ وہی سزا ہم کو دی جائے :۔
آنحضور صلعم نے اُس کی شرط کو قبول کر لیا۔ بنی قریظہ کے فوراً قلعہ کا
وازہ کھول دیا۔ اور خود ہی معہ اپنے اہل و عیال کے قلعہ سے باہر نکل
یا۔ ہر شخص جانتا تھا کہ مسلمان سچ بولتے ہیں۔ ایفائے وعدہ کرتے
غداری اور بد عہدی کبھی نہیں کرتے :۔
دشمنوں کو بھی ان کی ان باتوں کا اعتراف تھا یہی وجہ تھی کہ
قریظہ نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا تھا :۔
آنحضور صلعم نے انھیں حراست میں لئے جانے کا حکم دے دیا لہذا تمام
ی حراست میں لے لئے گئے۔ چند مسلمان قلعہ کے اندر داخل
قلعہ پر قابض ہو گئے :۔
چونکہ جنگ بند کر دی گئی تھی۔ اس لئے مجاہدین قلعہ کے تمام
ف سے سمٹ سمٹ کر آنحضور صلعم کے پاس آ گئے تھے۔ جب یہاں
وم ہوا کہ یہودیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا ہے
ہ اوس کے چند انصار آنحضور صلعم کی خدمت میں پہنچے اور ان
ے ایک شخص نے سرور کائنات فخر موجودات سے کہا :۔

یا رسولؐ اللہ! زمانہ جاہلیت میں جب ہمارے قبیلۂ اوس اور ہمارے دشمن کے قبیلہ خزرج میں جنگ ہوتی تھی تو بنو قریظہ ہمارے طرفدار رہتے تھے۔ اس لئے ہماری استدعا ہے کہ حضور بنی قریظہ کے معاملہ میں ہمارے قبیلہ میں سے کسی کو منصف مقرر فرما دیں"!

آنحضور صلعم نے مسکرا کر فرمایا۔ اطمینان رکھو! پہلے ہی تمھارے قبیلہ اوس کے سردار سعد رضؓ بن معاذ کو منصف قرار دیا جا چکا ہے بنی قریظہ نے بھی انھیں ہی اپنی طرف سے وکیل مطلق بنایا ہے!"

یہ سن کر قبیلہ اوس کے تمام انصار نہایت خوش ہوئے اور آنحضورؐ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ لشکر قیدیوں کو حراست میں لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

مشرکین اور منافقین نے غم و حسرت کی نظروں سے مسلمانوں کو بامراد اور فتحیاب آتے ہوئے دیکھا۔ وہ رشک و حسد سے جل گئے:۔

لشکر اسلام مدینہ میں داخل ہو کر مسجد نبوی کے سامنے والے وسیع میدان میں پہنچا۔ قیدی لشکر کے وسط میں کھڑے کر دئے گئے۔ آنحضور صلعم فرش کرا کر بیٹھ گئے۔ چند صحابہ بھی آنحضور صلعم کے پاس جا بیٹھے۔ اب چند لوگ سعدؓ کو لانے کے لئے بھیجے گئے:۔

حضرت سعدؓ غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے اور ایسے زخمی ہوئے تھے کہ چل پھر نہ سکتے تھے۔ ان کے لئے مسجد کے قریب ایک خیمہ الستادہ کر دیا گیا تھا اور وہ اس میں فروکش تھے:۔

اُنھیں لانے کے لئے ایک پالکی تیار کی گئی۔ اس پالکی میں اُنھیں سوار کرا کر قبیلۂ اوس کے انصار ساتھ چلے۔ راستہ میں چند آدمیوں نے اُن سے کہا:۔

آپ کو معلوم ہے کہ بنی قریظہ نے ہمیشہ لڑائیوں میں ہمارا ساتھ دیا ہے آج انھوں نے آپ کو اپنا وکیل (مددگار) بنایا ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ آپ ان کے ساتھ انتہائی رعایت کریں:۔

حضرت سعد نے فرمایا میں عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ جب ان کی سواری آنحضور صلعم کے پاس پہنچی تو حضور اکرم اور آپ کے صحابہ ان کے استقبال کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے آنحضور صلعم نے اُٹھتے ہوئے فرمایا! لوگو جب کوئی بزرگ یا رئیس قوم آیا کرے تو اس کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوا کرو:۔ حضرت سعد پالکی سے نکل کر فرش پر بیٹھ گئے آنحضور صلعم اور تمام مسلمان بھی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے"!

چونکہ تمام مدینہ اور نواح مدینہ میں اس بات کی شہرت ہو گئی تھی کہ بنی قریظہ نے حضرت سعدؓ کو منصف قرار دیا ہے اس لئے اطراف و جواب سے لوگ فیصلہ سننے کے لئے اُمنڈ آئے تھے اور مسلمانوں کے چاروں طرف حصار باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے:۔

آنحضور صلعم نے حضرت سعدؓ سے کہا۔ میں نے تمھارے دوستوں یعنی بنی قریظہ کا معاملہ تمھارے سپرد کر دیا ہے جو فیصلہ تم کروگے اس پر عمل کیا جائے گا۔

کعب نے کہا اے قبیلۂ اوس کے سردار! ہم نے تم کو اپنی طرف سے وکیل

مُطلق بنایا ہے جو فیصلہ تم کروگے۔ ہم اس پر کاربند رہیں گے ....
..... تم جانتے ہو اور اچھی طرح سے جانتے ہو کہ جب قبیلۂ اوس اور خزارج میں لڑائیاں ہوتی تھیں تو ہم ہمیشہ تمہارا ساتھ دیتے تھے ہم دیرینہ دوستی کے نام پر تم سے اپیل کرتے ہیں کہ ہماری دیرینہ رفاقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہوئے فیصلہ کیجئے گا:۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ سعدؓ آپ کو معلوم ہے کہ جب مسلمان محصور تھے تو اس وقت بنی قریظہ نے عہدنامہ کے خلاف غداری کر کے دشمن سے سازباز کرلیا تھا اور جب انھیں سمجھانے کے لئے وفد بھیجا گیا تو مسلمانوں کو ناتوان و کمزور اور حقیر سمجھکر ان کے وفد کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کیا اور صاف طور پر یہ کہدیا کہ ہم رسول خدا کو نہیں جانتے اور نہ کسی عہد کے پابند رہنا چاہتے ہیں۔ پھر اس پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ مسلمانوں اور رسول خدا کو گالیاں دیں۔ یہ نہ صرف بلکہ ہر مسلمان اور ہر مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر شریف بلسان کی یہ خواہش ہے کہ آپ منصفانہ فیصلہ صادر فرمادیں:۔

حضرت سعدؓ نے کعب سے دریافت کیا! تم نے مجھے منصف قرار دیا ہے خدا کو حاضر و ناظر جان کر اقرار کرو کہ میرے فیصلے کو منظور کروگے؟

کعب نے حلف اٹھاکر اقرار کیا کہ میں اور میری قوم تمہارے فیصلہ کو منظور کریں گے۔ اس کے بعد سعدؓ نے مسلمانوں سے بھی یہی اقرار لیا اور مسلمانوں نے بھی اقرار کیا:۔

حلف لینے کے بعد سعدؓ سوچنے لگے یہودی مسلمان مشرکین اور

منافقین الغرض سب کے سب خاموش رہ کر حضرت سعد کی طرف دیکھنے لگے۔
کچھ دیر تک سوچنے کے بعد سعدؓ نے سر اٹھایا اور ایسی آواز سے
جو سب تک پہنچ سکے ارشاد فرمایا"!
میں فیصلہ دیتا ہوں کہ بنی قریظہ کے تمام مرد قتل کر دئے جائیں عورتوں اور
بچوں کے ساتھ اسیران جنگ کا سا سلوک کیا جائے اور ان کی املاک
ضبط کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے"!
اس فیصلہ کے سنتے ہی بنی قریظہ، مشرکین اور منافقین حیران و ششدر
رہ گئے۔ سعدؓ کا فیصلہ ان کی توقعات کے خلاف ہوا۔
یہودی مرد اس فیصلہ کو سنکر رونے لگے عورتیں بچے چیخنے اور چلانے لگے
آج انھیں معلوم ہوا کہ عہد نامہ کو کاغذ کا پرزہ سمجھنے کی سزا کیا ہوتی ہے اور
بدعہدی کس قدر ہولناک نتائج پیدا کر دیتی ہے:۔
چنانچہ اس فیصلے کے بموجب تمام مرد قتل کر ڈالے گئے۔ عورتیں اور بچے غلام
اور کنیزیں بنا کر مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دی گئیں اور تمام املاک وغیرہ ضبط
کر کے حسب معمول مسلمانوں میں بانٹ دی گئیں:۔
اس طرح سے بنی قریظہ اپنی حماقت آفریں بدعہدی سے کیفر کردار کو پہنچے
اب مدینہ کی سرزمین سرکش۔ مدفتنہ اور اسلام کے دشمن یہودیوں کے وجود
سے پاک ہو گئی۔ اس جنگ کا نام غزوۂ بنی قریظہ ہے:۔

دسواں باب

"انتقام"

جمیلہ حارثہ کی آغوش میں آ پڑی۔ یہ وہی جمیلہ تھی جسے بنی قحطان کے افراد اس وقت اٹھا لائے تھے جب وہ عہد اوائل سے گذر کر زمانہ شباب میں قدم رکھنے والی تھی لیکن اب............اب وہ مست شباب ہو گئی تھی۔ اب جمیلہ وہ بچپن کی جمیلہ نہ تھی بلکہ وہ شباب کی گہرائیوں میں آغوش حسن میں۔ الھڑپنے کے جھولے میں جھولنے والی جمیلہ تھی۔ عالم جوانی نے اس کے حسن دل افروز کو چار چاند لگا دیئے تھے:۔

وہ لڑکپن ہی میں خوبصورت تھی۔ جوانی نے بے نظیر حسینہ بنا دیا تھا۔ اس کا گدرایا ہوا جسم۔ گداز سینہ۔ سڈول اعضا جاذب نظر بن گئے تھے اس کا چہرہ شعاع حسن سے جگمگا رہا تھا:۔

رعنائی اور دلربائی نے اسے رشک حور بنا دیا تھا۔ ناممکن تھا کہ کوئی اسے دیکھ کر اپنے قابو میں رہ سکتا۔ خدا نے فیاضی کے ساتھ اسے حسن عطا کر کے ملکہ حسن بنا دیا تھا۔ حارثہ اسے دیکھ کر آئینہ وار حیران رہ گیا:۔

وہ دیر تک اس کے حسین چہرہ اور شرمائی ہوئی نگاہوں کو دیکھتا رہا جب

اس کی حیرت دُور ہوئی تو اس نے کہا!"

جمیلہ! کیا تم وہی جمیلہ ہو؟ ... ... جو چند روز ہوئے لڑکپن کی گود میں کھیل رہی تھیں۔ میری آغوش میں پرورش پا رہی تھیں؟

جمیلہ نے شرمیلی نگاہوں سے دیکھکر حیا فگن انداز سے کہا۔ ہاں! میں وہی جمیلہ ہوں ... ... جسے آپ نے بچایا تھا۔ جب کہ میرا والد مجھے زندہ دفن کر گیا تھا ... ... تم نے ... ... ہاں تم نے مجھے نکالا تھا ... ... میرے بزرگ ... ... میں تمھاری منہ بولی بیٹی جمیلہ ہوں آفت نصیب جمیلہ ہوں:

یہ کہتے ہی کہتے جمیلہ کی مست شباب آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حارثہ کچھ بے چین سا ہو گیا۔ اور اس نے کہا!"

نہ رو میری بیٹی نہ رو! تجھے کس نے ستایا ہے۔ اور کس نے تجھ پر مظالم کیے ہیں۔ جمیلہ نے اپنے دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

مجھے میری قسمت نے ستایا ہے جب سے ہم بنی قحطان میں آئے ہیں ایک روز بھی آرام و اطمینان سے نہیں رہے نہ میں! نہ رقیہ اور نہ میری والدہ سلمہ! ... ... آہ! وہ تو رنج کرتے کرتے بڑھیا ہو گئیں"!

حارثہ نے دریافت کیا۔ کیا بنی قحطان نے تم کو ستایا ہے جمیلہ نے کہا ہاں ... ... آہ وہ ہمیں لونڈیاں سمجھتے ہیں! ہم سے اس قدر مشقت لیتے ہیں کہ ہم زندگی سے تنگ آجاتی ہیں:

ہم کو آدھی رات کے وقت اٹھا دیا جاتا ہے۔ اناج پیسنے کو کہا جاتا ہے

صبح تک ہم اناج پیستی رہتی ہیں۔ آفتاب نکلتے ہی اُون صاف کرنے کے لیئے دی جاتی ہے۔ دوپہر تک اُون صاف کرتی رہتی ہیں۔ اس کے بعد کھانے پکانے کا کام ہوتا ہے:۔

سارے قبیلہ کا کھانا ہم تینوں کو ہی پکانا پڑتا ہے تیسرے پہر کو کھجوروں کی شاخیں کاٹ کاٹ کر گسستہ علحدہ کر کے کاٹتی ہیں۔ شام کے وقت رسیاں بٹتی ہیں۔ دن چھپے پھر کھانا پکاتی ہیں:۔

آپ ہی کہیئے اس قدر مشقت کس طرح برداشت کی جاسکتی ہے اگر کام میں خدانخواستہ دیر ہو جائے یا اُن کے حسب منشا نہ ہو تو پھر دُرّوں کی مار پڑتی ہے........ پیارے باپ! ہم سخت مصیبت میں ہیں۔ تم کہاں چلے گئے تھے۔ آہ.......اب تک تم نے ہماری خبر نہ لی"!

حارثہ کی طبیعت میں اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ اُسے بنی قحطان پر سخت غصہ آرہا تھا۔ لہذا اس نے دانت پیستے ہوئے کہا!"

بنی قحطان کے ذلیل فرزندو! اب تم سے انتقام لوں گا..

.....بیٹی جمیلہ! میں مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ ایسی مصیبت میں جس نے موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ وہ تو آہ زندگی تھی۔ ان ذلیل کتوں سے انتقام لینا تھا۔ بچ گیا بتاؤ وہ ذلیل قبیلہ کہاں ہے؟

جمیلہ نے کہا۔ میں انھیں جانتی کہاں ہوں مجھے یہ شخص دھوکہ سے گرفتار کر کے اُٹھا لایا!........ حارثہ جمیلہ کو دیکھکر عجیل کو بھول گیا تھا۔ جمیلہ کے کہنے پر اب اُسے اس کا دھیان آیا:۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا عجل غائب ہو چکا تھا۔ حارثہ نے کہا! شیطان بھاگ گیا خیر جانے دو! شاید بنی قحطان کے لوگ کہیں قریب ہی ہوں گے۔

جمیلہ نے کہا۔ ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے۔ جو شخص مجھے باندھ کر لایا تھا کہتا تھا کہ بنی قحطان کے لوگ مجھے ڈھونڈھتے پھر رہے ہیں۔

حارثہ۔ وہ تمھیں کب اور کیسے پکڑ کر لایا!

جمیلہ۔ میں رفع حاجت کے لئے نخلستان سے باہر آئی تھی غلطی یا حماقت سے دور نکل آئی چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی بھول بھلیوں میں پھنس گئی۔ جب میں راستہ تلاش کر رہی تھی۔ تو یہ شخص دفعتاً مجھ پر آ پڑا اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر لے چلا:۔

میں اس کی گرفت سے نکلنے کی جدّ و جہد کرتے کرتے بے ہوش ہو گئی جب آنکھ کھلی تو رات ہو گئی تھی اور یہ شخص مجھے ستا رہا تھا۔ اگر تم تھوڑی دیر تک نہ آتے تو وہ ظالم مجھے ضرور مار ڈالتا:۔

حارثہ نے غصہ سے دانت پیستے ہوئے کہا۔ بدبخت! بدمعاش بچکر نکل گیا ....

اس وقت حارثہ نے یاہ! یاہ! کی آواز سُنی۔ وہ چونکا اور خاموش ہو کر گوش بر آواز ہو گیا:۔

اس وقت رات نصف کے قریب آ چکی تھی۔ فضا خاموش تھی۔ کائنات پر سکوت طاری تھا۔ چاند نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔ چاند نے ریگ زار کو روشن کر دیا تھا:۔

اس قدرتی سکوت کو توڑتے ہوئے پھر یاہ! یاہ! کی انسانی آواز آئی۔ حارثہ نے جمیلہ کو اپنی آغوش سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا جمیلہ آؤ شاید بنی قحطان کے لوگ اونٹوں کو ہانکے لا رہے ہیں۔ بڑا اچھا موقعہ ہے آج میں اس سے انتقام لوں گا"!

جمیلہ نے الگ کھڑے ہو کر کہا۔ کیا تنہا ان کا مقابلہ کرو گے؟ نہیں نہیں میں آپ کو ان درندہ صفت انسانوں کے سامنے تنہا نہ جانے دوں گی"! یہ کہتے ہی اس نے بڑھ کر حارثہ کی عبا پکڑ لی۔ حارثہ نے تسلی آمیز انداز سے کہا۔ بیٹی فکر نہ کرو میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بہت سے لوگ ہیں چلو جلدی چلو! جمیلہ نے ایک قدم بھی نہ اٹھایا۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ حارثہ نے کہا اس ٹیلہ کے دوسری طرف ہیں جلدی چلو کہیں میرے پہنچنے سے پہلے جنگ شروع نہ ہو جائے۔ اب جمیلہ چلی۔ حارثہ تیزی سے اُسے اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا لے چلا دونوں ٹیلے پر ٹیلے پھلانگتے ہوئے چلے اور لمبا چکر کاٹ کر بڑے ٹیلے کے دوسری طرف جا پہنچے۔ یہاں حارثہ کے لوگ کھڑے ہوئے تھے چھپے ہوئے تھے ایک تما اونچے ٹیلوں سے پیچھے اونٹوں کو چھپائے کھڑے تھے معلوم ہوتا تھا انھوں نے آنے والوں کو دیکھ لیا تھا اور ان سے ڈر کر یا کسی مصلحت سے چھپ گئے تھے آہستہ آہستہ حارثہ چل کر ان کے پاس پہنچا اُسے دیکھتے ہی اُس کے ساتھی ایسے خوش ہوئے جیسے مدتوں کے بعد ان سے وہ اچانک آملا تھا لیکن جب انھوں نے جمیلہ کو دیکھا تو اس کی خوبصورتی اور رعنائی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حارثہ نے ان کے قریب جا کر آہستہ سے دریافت کیا تم نے ان آنے والوں کو دیکھا! ان میں سے

چند آدمیوں نے کہا ہاں دیکھا! یہ دشمن معلوم ہوتے ہیں! بنی قحطان کے لوگ! ہم انہیں دیکھ کر آپ کی عدم موجودگی کی وجہ سے مصلحتاً اس طرف ہٹ آئے تھے۔ حارثہ نے پھر دریافت کیا۔ کیا ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں! چند آدمیوں نے کہا کیوں نہیں! ہمارے سامنے ان کی حقیقت ہی کیا ہے!

حارثہ۔ میں نے دور سے دیکھا ہے ان کی تعداد زیادہ ہے۔

ایک شخص۔ شاید دو گنے کے قریب ہوں لیکن ہم کیا پرواہ کر سکتے ہیں وہ بزدل اور لٹیرے ہیں ہمارے حملہ کرتے ہی بھاگ کھڑے ہوں گے:۔

حارثہ۔ اچھا تو اونٹوں کو چھوڑ دو۔ ہتھیار سنبھال لو اور چلو:۔

ایک شخص نے کہا۔ مگر یہ ناز آفریں دوشیزہ (اس نے جمیلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) حارثہ نے کہا یہ میری بیٹی ہے اونٹوں کے پاس رہے گی جمیلہ نے کہا نہیں ابا! میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔ بزدل کمینوں سے انتقام لینے کے لئے

حارثہ نے کہا نور چشمی تجھے میں اپنے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دے سکتا دشمن زیادہ ہیں! ہم کم ہیں نہیں معلوم کہ لڑائی کا نتیجہ کیا ہو اس لئے قرۃ العین! تم اونٹوں کے پاس رہو اگر تم دیکھو کہ ہمیں شکست ہوئی تو تم اونٹ پر سوار ہو کر مدینے چلی جانا۔ مدینہ میں ایک نبی ہے حضرت محمدؐ ان کا نام ہے ان کے پاس جا کر ان کا مذہب اختیار کر لینا وہ دشمنوں سے تیری حفاظت کریں گے اور عجب نہیں کہ ہمارا انتقام بھی لے لیں۔ جمیلہ نے کہا۔ میں نے سب کچھ سن رکھا ہے اس قبیلہ کے کچھ لوگ قریش مکہ کے ساتھ ان سے لڑنے کے لئے مدینہ گئے تھے مگر شکست کھا کر واپس آ گئے۔

وہ حضرت محمدؐ کی تعریفیں کرتے تھے! حارثہ نے کہا ٹھیک ہے ہم سب جب مبتلائے مصیبت ہوئے اور ہم نے ان کے خدا کو پکارا۔ اس نے ہماری امداد کی!

اچھا! تم یہیں کھڑی رہو! اے آل بنی بکر چلو:۔

جمیلہ اونٹوں کے پاس کھڑی ہو گئی۔ حارثہ اور اس کے ساتھی چلے تلواریں سونت سونت کر زمند کھرتے چلے۔ سامنے سے اونٹوں کی لمبی قطار آرہی تھی کچھ لوگ اونٹوں پر سوار تھے کچھ اونٹوں کی مہار پکڑے یاہ! یاہ! کی صدائیں لگاتے قدم قدم چلے آرہے تھے جس راستہ سے وہ آرہے تھے وہ اس ٹیلہ کے نیچے سے ہو کر گذرتا تھا جس کے پیچھے حارثہ اور اس کے سپاہی چھپے ہوئے تھے:۔

جب آنے والے قافلہ کے لوگ ان کے سامنے آگئے تو یہ سب دفعتاً نکل پڑے حارثہ نے بلند آواز سے کہا۔ بنی قحطان کے بزدل لوگو! آل بکر کے مقابلہ کے لئے نکلو۔

اس آواز کو سنتے ہی آنے والے لوگوں میں ابتری پیدا ہوئی۔ اونٹ روک دیئے گئے لوگ خوف دہراس سے حارثہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھنے لگے حارثہ نے فوراً تلوار بلند کی اور ایک شخص پر حملہ کیا جو اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا پہلے ہی حملہ میں اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس عرصہ میں اس کے ساتھیوں نے بھی حملہ کر کے کئی دیگر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا:۔

چونکہ اونٹوں کی قطاریں اور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اس لئے حارثہ کے ساتھی بھی دور تک پھیل گئے اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ یہ قافلہ بنی قحطان ہی کا تھا کچھ دیر تو وہ خوف وحیرت سے حارثہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے رہے مگر جب ان کے آدمی قتل کئے جانے لگے تو وہ بھی تلواریں لے لے کر اونٹوں

سے کود ے اور مقابلہ میں آ کر مصروف پیکار ہو گئے:۔

حارثہ نہایت پھرتی سے لڑ رہا تھا وہ بلند آواز سے کہتا جاتا تھا بنی قحطان کے گستاخو! آل بنی بکر تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے بنی قحطان اگرچہ پورے جوش وخروش سے لڑ رہے تھے مگر بنی بکر کے افراد کے سامنے ان کی ایک پیش نہ جاتی تھی۔ وہ برابر قتل ہو ہو کر گر رہے تھے تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے تمام مرد قتل کر ڈالے گئے۔ صرف عورتیں اور بچے چیختے اور چلاتے رہ گئے:۔

جب ایک مرد بھی زندہ باقی نہ رہا تو جنگ موقوف کر دی گئی عورتوں کو اونٹوں سے نیچے اتارا گیا۔ وہ روتیں۔ امان! امان!! کی صدائیں لگاتی ان کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ ان عورتوں میں رقیہ اور سلمیٰ بھی تھیں۔ سلمیٰ حارثہ کو دیکھتے ہی اس کی طرف جھپٹی اور پیارے شوہر کہہ کر اس کے بازوؤں سے جا لگی۔

حارثہ نے اُسے اپنے سینہ سے لگا کر بھینچا پیار کیا اور آہستہ آہستہ اس کا سر ہٹا کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تمام عورتوں کو اونٹوں پر سوار کراؤ اور چلو۔ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ عورتیں اونٹوں پر سوار کرا دی گئیں جمیلہ بنی بکر کے اونٹ وغیرہ وغیرہ بھی لائے گئے اور یہ سب لوگ بھی اونٹوں پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس طرح عرصہ کے بعد بنو بکر نے بنی قحطان سے انتقام لیا:۔

گیارہواں باب

احسان فراموشی کا انجام

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ غ. وہ دومۃ الجندل سے واپسی کے وقت عیینہ بن حصین نے آنحضرت صلعم سے مدینہ کی چراگاہوں میں اپنے اونٹ چرانے کی اجازت حاصل کرلی تھی اور وہ کثیر التعداد اونٹ لے کر مدینہ کی چراگاہوں میں آگیا تھا!

پورے ایک سال تک وہ اپنے اونٹ چراگاہوں میں نہایت اطمینان سے چراتا رہا۔ بلاکسی معاوضہ کے مسلمانوں نے اس کے ساتھ یہاں تک رواداری اور مہمان نوازی کا سلوک کیا کہ اپنے مویشی ناکارہ چراگاہوں میں منتقل کر دیئے اور اس کے اونٹوں کے لئے بہترین چراگاہیں چھوڑ دیں۔ نیز جس جس چیز کی اُسے ضرورت ہوتی تھی۔ مہیا کر دیتے تھے اس کے مویشیوں کی حفاظت کرتے تھے۔

ستو اور کھجوریں تحفہ کے طور پر دیتے رہتے تھے لیکن عیینہ چونکہ مشرک تھا بُت پرست تھا مسلمانوں کی ترقی اور عروج دیکھ دیکھ کر کڑھتا رہتا تھا وہ اس فکر میں تھا کہ کسی روز موقعہ پاکر مسلمانوں کے اونٹوں کو ہانک لے جائے۔ اتفاق سے ایک روز ایسا موقعہ اس کے ہاتھ آگیا چراگاہوں میں اونٹوں

کی حفاظت کے لئے بہت سے مسلمان رہا کرتے تھے:۔

جمعہ کا دن تھا۔ لہذا وہ سب جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ چلے گئے اور تمام چراگاہیں خالی رہ گئیں۔ صرف ایک شخص بنو غفار معہ اپنی بیوی کے رہ گئے تھے:۔

عینیہ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا وہ غفاری کے پاس آیا اور اُسے دھوکہ سے قتل کر کے اس کی بیوی کو پکڑ کر مسلمانوں کے سارے اونٹ جمع کر کے لے چلا۔ جب وہ چراگاہوں سے نکلا تو عمرو بن الاکوع نے دیکھ لیا"!

اس نے کہا عینیہ کیا تم مسلمانوں کے احسان کا معاوضہ دے رہے ہو کر ان کے اونٹ لئے جا رہے ہو؟

عینیہ نے کہا سنو عمرو کوئی غیر مسلم کبھی مسلمانوں کا زیر بار احسان نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی موقعہ پائے گا تم اور تمہاری قوم کو نقصان پہنچانے سے نہ چوکے گا۔ مدینہ کی چراگاہیں ہماری تھیں تم نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے! ہم نے تمھیں اور تمھارے نبی کو دھوکہ دے کر ایک سال تک ان چراگاہوں سے فائدہ اُٹھایا۔ اب اونٹوں کو لے جا رہا ہوں۔ تم ہمارا تعاقب نہ کرنا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے:۔

عمرو کو اس کی باتیں سُن کر بڑا غصہ آیا۔ لیکن وہ تنہا تھے اور عینیہ کے ساتھ سو سوا سو کفار تھے۔ وہ ان کا مقابلہ کسی طرح سے بھی نہ کر سکتے تھے مگر غصہ کو ضبط نہ کر سکے کڑک کر بولے"!

احسان فراموش! عینیہ تجھے اس دغابازی کی سزا دی جائے گی!

عینیہ نے بے حیائی سے ہنستے ہوئے کہا اور شاید اسی غفاری عورت کے لئے جانے کی بھی؟:—

اب تک عمرو بن الاکوع نے اس عورت کو نہیں دیکھا تھا عورت بندھی ہوئی تھی اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا۔ عمرو یہ دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور انھوں نے فرمایا! بدمعاش! ظالم اس عورت کا بھی انتقام لیا جائیگا

عینیہ پھر ہنسا اور اس نے کہا اور شاید تم اس عورت کے شوہر کا بھی انتقام لوگے؟ جس کو میں ابھی ابھی قتل کر کے آیا ہوں"!

اب عمرو جوش و غضب سے کانپنے لگے انھوں نے فرمایا اور دغا باز کمینے! جفا کار سفلہ! کیا تو ایک مسلمان کو شہید کر آیا ہے؟ خدا کی قسم اس کا بھی تم سے انتقام لیا جائے گا"!

عینیہ عیارانہ تبسم سے مسکراتے ہوئے چلا گیا! عمرو رض تیز قدمی سے چلے مدینہ میں پہنچے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور آنحضور صلعم کی خدمت میں باریاب ہو کر بولے! آہ حضور اکرم دغا باز اور مکار عینیہ نے ہمارے احسانات کا یہ معاوضہ دیا ہے کہ بنو غفار کے ایک شخص کو شہید کر کے اس کی بیوی کو اسیر کر کے مسلمانوں کے تمام اونٹ لے کر چلا گیا:—

آنحضور صلعم کو اس خبر کے سنتے ہی پہلے تو بڑا غصہ آیا پھر رنج ہوا آپ فوراً اٹھے۔ جس قدر صحابۂ کرام آپ کے پاس موجود تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے اور مسجد سے نکلے:—

اونٹ پر سوار ہوئے اور معہ صحابۂ کرام کے عینیہ کے تعاقب میں

روانہ ہوگئے۔

آپ کی روانگی کے بعد مقداد رضؓ بن الاسود عباد بن البشر سعد بن الزید رضؓ عکاشہ رضؓ بن محصن محرز رضؓ بن فضلہ۔ ابوقتادہ رضؓ وغیرہم بھی روانہ ہوئے اور آنحضورؐ سے جا ملے۔ اسلمہ رضؓ بن عمرو تیز رفتار اونٹ پر سوار ہوئے:۔

وہ عیینیہ کی اس حرکت سے سخت خشمناک ہو رہے تھے اس وجہ سے نہایت تیزی سے اونٹ دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ آنحضور صلعم جب تعاقب کرتے ہوئے چشمۂ ذوقرد پر پہنچے تو آپ نے سعد بن الزید رضؓ کو سردار مقرر کر کے صحابۂ کرام کی جماعت کو عیینیہ کے تعاقب میں روانہ فرمایا اور خود چشمہ کے کنارے پر مقیم ہوئے۔

اگرچہ عیینیہ نہایت تیزی سے بھاگا چلا جا رہا تھا اور وہ حدود مدینہ سے باہر نکل کر اپنی حدود میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن اسلمہ رضؓ بن عمرو اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ لہٰذا انھوں نے دور ہی سے ڈپٹ کر کہا "بزدل۔ مکار دغاباز ٹھہر کہاں بھاگا جاتا ہے"!

عیینیہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اسلمہ رضؓ تنہا اونٹ بھگائے لئے چلے آرہے تھے۔ لہٰذا اس نے اپنے آدمیوں سے کہا"!

ٹھہرو! صرف ایک شخص چلا آرہا ہے اُسے بھی کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔ اس کے تمام آدمی رُک گئے۔ البتہ پانچ یا سات آدمی اونٹوں کو برابر ہانکتے ہوئے چلے گئے:۔

اسلمہ رضؓ عیینیہ اور اس کے ہمراہیوں کے قریب پہنچے وہ اس قدر جوش

اور طیش میں بھرے ہوئے تھے کہ بغیر اس بات کا خیال کئے ہوئے کہ دشمن ایک سو پچیس کے قریب ہیں فوراً اونٹ سے اتر کر ان کے مقابلے میں جا ڈٹے عیینیہ نے تلوار نکالی اور اس کے ہمراہیوں نے بھی تلواریں سونت لیں۔

اسلمہ رضؓ نے بھی تلوار کھینچی اور بغیر کسی قسم کے خوف و جھجک کے عیینیہ پر حملہ کر دیا عیینیہ اس کی جسارت دیکھ کر حیران رہ گئے:۔

اتنے میں کہ اس کی جسارت دور ہوا اسلمہ رضؓ کی تلوار عیینیہ کے سر پر پہنچ چکی تھی عیینیہ اسلمہ رضؓ کی برق وش تلوار اور اس کی چکا چوند پیدا کرنے والی دھار دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس نے جلدی سے ڈھال سامنے کر دی!

لیکن ڈھال سامنے آنے سے پہلے تلوار اس کے کاندھے پر پڑی اور اسے مجروح کرتے ہوئے ہڈی کے پاس جا کر رکی"!

عیینیہ کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی وہ بزدل تھا۔ موت کے خوف سے بھاگ کر اپنے ہمراہیوں کے بیچ میں جا گھسا"!

اس کے کندھے کے زخم سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا تھا۔ خون کو نکلتے ہوئے دیکھ کو یکھ کر اس کے اوسان خطا ہوتے جا رہے تھے:۔

اس کے مقابلے سے ہٹتے ہی کئی کافروں نے بڑھ کر اسلمہ رضؓ پر حملے کئے۔ اسلمہ رضؓ نے بڑی پھرتی اور چابک دستی سے پینترے بدل بدل کر حملے روکے اور خود بھی جھپٹ جھپٹ کر حملہ کیا!

پہلے ہی حملے میں ایک کافر کا سر اڑا دیا ابھی اس کا لاشہ گرنے بھی نہ پایا تھا کہ دوسرے پر اچھل کر وار کیا۔ اس کا سر بھی اڑ گیا اور لاشہ گر کر تڑ

لگا گویا چشم زدن میں کفار کے دو آدمی مارے گئے:-

انھیں بڑا طیش آیا۔ وہ غصہ سے بھر کر اسلمہؓ پر حملہ آور ہوئے جیسوں تلواریں جگمگاتی۔ سانپوں کی طرح سے زبانیں نکالتے ہوئے بڑھیں!

اسلمہؓ کے لیئے یہ نہایت نازک موقعہ تھا۔ خون کے پیاسے دشمن چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے تھے:-

یہ موقعہ ایسا نازک تھا کہ مستقل سے مستقل مزاج انسان۔ بہادر سے بہادر جانباز بھی گھبرا جاتا لیکن اسلمہؓ نہ گھبرائے۔ بلکہ بڑے اطمینان اور بڑی پھرتی سے ان کے وار روکتے ہوئے ان کے نرغہ سے باہر نکل آئے اور باہر نکلتے ہی اچھل کر ایک کافر پر جا پڑے!

دوسرے پر تلوار سے وار کیا۔ پہلے آدمی کی کمر میں ایسا جھٹکا آیا جیسے کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی ہو۔ وہ نیم مردہ ہو کر گرا اور دوسرے کی آدھی گردن کٹ کر لٹک گئی۔ کفار آپ کی یہ جراٴت و دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے:-

وہ سمجھے تھے کہ صرف ایک شخص ہی ان کے تعاقب میں کر رہا ہے اسے گھیر کر مار ڈالنا کچھ بڑی بات نہیں ہے"!

لیکن جب مقابلہ ہوا تو ان کے تین آدمی قتل ہو گئے اور ایک آدمی کی کمر میں جھٹکا آنے سے ناکارہ ہو گیا تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا!

وہ سمجھ گئے کہ مسلمان جب کہ غضبناک ہوتا ہے غصہ میں بھر جاتا ہے تو اس میں بشر سے زیادہ قوت آجاتی ہے اور وہ غیر مسلموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح چیر پھاڑ ڈالتا ہے:-

عیینیہ جس کے شانے سے اب بھی خون نکل نکل کر بہہ رہا تھا اور جس کا چہرہ زرد اور ہونٹ خشک ہوتے چلے جا رہے تھے۔ کراہنے کی آواز میں بولا۔ لوگو! اس قاتل کو جلدی ٹھکانے لگا دو"!

اُسے کیا خبر تھی کہ اس کے ساتھی اسلمہ رض کو موت کا فرشتہ سمجھنے لگے ہیں اور ان کے سامنے جانے یا ان پر حملہ کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے:۔

اسلمہ رض کا چہرہ غصّہ سے سُرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں لال انگارہ بن گئی تھیں کچھ دیر تک تو انھوں نے انتظار کیا کہ شاید کفار ان پر حملہ کریں"!

مگر کافروں کو اتنی ہمت کہاں تھی۔ جب کفار حملہ آور نہ ہوئے تو اسلمہ رض خود ہی جھپٹے اور اپنی برق وش تلوار کو ہلاتے ہوئے ان پر جا ٹوٹے"!

کفار انھیں حملہ کرتے دیکھ کر دب گئے۔ چند قدم پیچھے ہٹے اسلمہ رض نے بڑھ کر ایک مشرک پر بھر پور ہاتھ مارا!

ان کی تلوار اس کا سر اُڑا کر خون اُگلتے ہوئے اُٹھی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹے اور حیرت انگیز پھرتی سے داہنی طرف کو دے جوش میں آ کر ایک اور شخص پر حملہ کیا اور جلدی سے اس کا سر اُڑا کر پیچھے ہٹے!

کفار کچھ سہمے۔ کچھ حیران ہوئے اور قدرے جھجکتے ہوئے پیچھے ہٹے لیکن فوراً ہی سنبھل گئے!

اپنی بزدلی پر برہم ہوتے ہوئے بڑھے اور ایک وسیع دائرہ بناتے ہوئے اسلمہ رض کے چاروں طرف چھا گئے:۔

اسلمہ رض کے چہرے سے اب بھی خوف و ہراس کے آثار ظاہر نہ ہوئے

گوشۂ چشم سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس بات کے منتظر ہو گئے کہ کس طرف سے ان پر حملہ کیا جاتا ہے :۔

ابھی کفار نے حملہ نہ کیا تھا کہ مسلمانوں کی جماعت پہنچ گئی۔ انھوں نے دور ہی سے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر کفار کے ڈرپوک دلوں میں تہلکہ ڈال دیا۔ لیکن جب مسلمان اس میدان میں پہنچے تو عین اسی وقت عینیہ کی بھی کمک آگئی۔ سینکڑوں مشرک اس کی مدد کے لئے آگئے۔ عینیہ نے پہلے ہی سے تمام انتظامات وغیرہ کر لئے تھے :۔

دونوں لشکر جب آمنے سامنے ہوئے تو صاف و شفاف تلواریں میانوں سے نکل نکل کر بلند ہوئیں اور انسانوں کے سر و تن کے فیصلے کرنے لگیں! جنگ شروع ہوگئی۔ ہر فریق نہایت جوش اور بڑی جرأت سے جنگ کرنے لگا۔ سرفروش کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ گویا خون کا دریا بہنے لگا! مسلمان کم تھے۔ کفار زیادہ تھے پھر تھوڑا فرق نہ تھا۔ بلکہ ایک اور چار کی نسبت تھی یعنی مسلمان کفار کا ۱/۴ تھے لیکن اس جوش اور پھرتی سے لڑ رہے تھے کہ کفار ورطۂ حیرت میں غرق ہو کر رہ گئے :۔

ہر مسلمان بڑی چابک دستی سے اِدھر اُدھر اچھل اچھل کر حملے کر رہا تھا اور ہر حملہ میں کم از کم ایک کافر کو قتل کر ڈالتا تھا"!

اگرچہ مشرکین بھی بڑی جرأت اور نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے لیکن جو جوش اور جو پھرتی اور دلیری مسلمانوں میں تھی اس کا عشر عشیر بھی ان میں نہ تھا۔ ایک ہی گھنٹہ کی جنگ میں کفار کے تقریباً ساٹھ ستر آدمی

مجروح اور قتل ہو کر گر پڑے:-

مسلمانوں میں مجروح تو کئی ہوئے لیکن شہید ایک بھی نہ ہوا۔ جو مسلمان مجروح ہو گئے تھے وہ انتقام کے جوش میں اور بھی بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی بے پناہ تلواروں نے کفار کے پرخچے اڑا دیئے اکشتوں کے پشتے لگا دیئے اور خون کی ندیاں بہا دیں:-

یہ کیفیت دیکھ کر کفار میں سراسیمگی کے آثار پیدا ہونے لگے مسلمانوں نے بڑھ کر نہایت جوش سے حملہ کیا کئی مشرک قتل ہو کر گرے بقیۃ السیف بھاگ کھڑے ہوئے عیینہ بھی بھاگا:-

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا بھاگتے بھاگتے بھی کئی ایک کافر تہ تیغ کر ڈالے۔ بالآخر جب وہ دور نکل گئے تو مسلمان لوٹ آئے اور واپس آ کر غفاری کی عورت کے بند کاٹے:-

اس کے منہ سے کپڑا نکالا۔ اونٹوں کو ایک جگہ جمع کیا اور واپس مدینہ کی طرف روانہ ہوئے عیینہ کے ساتھ اس کے سینکڑوں اونٹ تھے۔ مسلمانوں نے ان اونٹوں پر بھی قبضہ کر لیا:-

جب وہ چشمۂ ذو قرد پر آئے تو آنحضور صلعم نے انھیں فتح پر مبارکباد دی اور ایک اونٹ ذبح کر کے پکایا اور کھانا کھا کر آرام فرمایا دوسرے روز یہ مختصر لشکر یا اسلامی دستہ مال غنیمت لے کر فاتحانہ جاہ و جلال سے مدینۃ النبی کی طرف روانہ ہوا:-

---

بارھواں باب

"میثاق"

کفار کی ریشہ دوانیاں مسلمانوں کو آرام و اطمینان سے نہ بیٹھنے دیتی تھیں صرف مشرکین ہی مسلمانوں کے دشمن نہ تھے بلکہ یہودی سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ انھوں نے آنحضور صلعم کو شہید کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن بروقت حضور کو اس کی اطلاع ہوگئی اور آپ ان کے پھندے سے نکل آئے مسلمانوں کی ترقی دیکھ دیکھ کر مشرکین۔ یہودی۔ عیسائی۔ زرتشتی اور مہ آبادی غرضیکہ سب ہی رشک و حسد کی آگ سے جلے جا رہے تھے اور ان کو خوف و رجا کی نظروں سے دیکھتے تھے:۔

چونکہ مسلمانوں کو ہر معرکہ میں فتح حاصل ہوتی تھی اس لیے ان کے خطرات اور بڑھ گئے تھے اور تمام مذاہب اسلام کے خلاف متحد و متفق ہو کہ مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ نظر آتے لگے تھے ایک عجیب بات تھی کہ جس قدر مسلمان سختیاں برداشت کر رہے تھے جس قدر ان کی بیخ کنی کی کوشش کی جاتی تھی اسی قدر وہ اور پکے ہوتے جاتے تھے اور سعید

روحیں اسلام کی طرف جھکتی چلی جاتی تھی۔

اسلام ایسے لوگوں سے شروع ہوا جنھیں کوئی قوت نہ تھی۔ جو اپنے ہمسایوں سے ڈرتے تھے چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ قوت بڑھنا شروع ہوئی اور اس قدر طاقتور ہو گئے تھے کہ کفار کی شوکت و سطوت کو خیال میں نہ لاتے تھے کفار کو جو اسلام سے خطرہ تھا وہ سامنے آ رہا تھا۔

بُت پرستی آہستہ آہستہ زمین عرب سے معدوم ہوتی چلی جا رہی تھی اور توحید پرستی کا غلغلہ شروع ہو گیا تھا۔ گویا کفر کی تیرگی اسلام کے ضیا بار نیر تاباں سے چھٹتی چلی جا رہی تھی۔ چونکہ اب مسلمانوں کی قوت و شوکت بڑھنے لگی تھی اس لیے آنحضور صلعم نے حبش کے ان مہاجرین کو جو آغاز اسلام میں حبش میں جلاوطن ہو کر چلے گئے تھے بلانا چاہا:۔

آپ نے عمروؓ بن امیہ کو حبش جانے اور مہاجرین کو اپنے ہمراہ لانے کا حکم دیا۔ عمروؓ تیار ہو گئے یا یوں سمجھو کہ ہر مسلمان ہر وقت مستعد رہتا تھا کہ ضرورت کے وقت جو کام چاہے لے لیا جائے اس لیے عمروؓ بھی پہلے ہی سے تیار تھے اور حکم ہوتے ہی روانگی پر آمادہ ہو گئے حضور اکرم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ وہ شاہ حبش کے نام ایک خط لکھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جھلی دار کاغذ اور قلم دوات لے کر آ گئے حضور اکرم اُمّی تھے لکھنا پڑھنا بالکل نہ جانتے تھے جو کچھ آپ کو لکھوانا ہوتا تھا کسی خواندہ صحابی سے لکھوا لیتے تھے چنانچہ حضرت علیؓ نے لکھنا اور آنحضرت صلعم نے لکھوانا شروع کیا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ (شروع ہے اس خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے)
یہ نامہ اللہ کے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے
"اصحمہ نجاشی حبشی" کے نام پر ہے تم پر سلامتی ہو"!
میں تعریف کرتا ہوں اس اللہ کی جو کائنات کا خالق ہے۔
مالک القدوس ہے مومن یعنی ایمان عطا کرنے والا ہے جس سے
کسی کا ذرہ بھر حال پوشیدہ نہیں ہے۔ جو اپنی مخلوق پر بڑا
ہی مہربان ہے۔ جو غیب کا حال جانتا ہے"!
اے بادشاہ خداوند قدوس نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے
کہ حضرت عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے اور خدا کے بندہ تھے خدا کے
حکم سے بی بی مریم حاملہ ہوئیں اور جس طرح سے اللہ تعالیٰ
نے حضرت آدم کو بغیر ماں کے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا تھا
اسی طرح سے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا یہ کوئی حیرت انگیز
بات نہیں ہے بلکہ خدا کے نزدیک آسان ترین بات ہے جب
اس نے دنیا و جہان کو پیدا کیا ہے تو کیا وہ کسی کو بغیر ماں یا

لہ یہ خط عربی میں تھا ہم نے ترجمہ پیش کیا ہے مختلف تاریخوں میں مرقوم و محفوظ ہیں۔
یہ سب سے پہلا خط تھا جو ایک عیسائی بادشاہ کے نام روانہ کیا گیا تھا"!
(صادق صدیقی)

بغیر باپ کے پیدا نہیں کر سکتا؟
اے بادشاہ جب خدا قادر مطلق ہے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے حضرت عیسٰیؑ خدا کے بندہ اور رسول تھے۔ خدا کے بیٹے نہیں تھے نہ خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے اور نہ خدا کو بیٹے کی ضرورت ہے۔

اے بادشاہ! خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے میری یہ تعلیم ہے کہ اس خدا پر جو اکیلا ہے جس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے ایمان لاؤ۔ بُری اور بے حیائی کی باتیں۔ مثلاً چوری۔ زنا غیبت۔ خیانت۔ اتہام لگانا۔ اوباشی کرنا اور نیز جس قدر دیگر بُرے کام ہیں سب چھوڑ دو اور خدا کی عبادت کرو۔ نیکی کی ترغیب دو اتفاق سے رہو۔ ملک میں فساد نہ کرو۔ لوگوں پر رحم کرو ہمسایوں کو نہ ستاؤ اور جس قدر اچھے کام ہیں اُنھیں کرو"!

اے بادشاہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ میرا اتباع کرو۔ سچے دل سے میری تعلیم کا اقرار کرو۔ میری رسالت مانو کیونکہ میں خدا کا رسول ہوں"!

اللہ تعالیٰ نے جو کتاب (قرآن مجید) مجھ پر نازل فرمایا ہے اس میں ارشاد فرمایا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (اے نبی ہم نے تمھیں دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔

اے بادشاہ میں مشکور ہوں کہ تم نے میرے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیارؓ اور مسلمانوں کی ایک مصیبت زدہ جماعت کو اپنے

ملک میں کٹھہرایا اور انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔

آخر میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے پیغام حق تمھارے پاس پہنچا دیا۔ جو مجھ پر فرض تھا۔ اب تم اپنا فرض ادا کرو میری نصیحت مان لو مسلمان ہو جاؤ۔ سلام اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے:۔

یہ خط لکھ کر آنحضور صلعم نے اپنی مہر لگائی اور حضرت عمرو رضؓ کو روانہ کر دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ عرب دنیا و جہان سے الگ ایک غیر آباد ریگ زار میں رہتے تھے بستے تھے ہمدیہ تمدن سے نا آشنا تھے!

نہ کبھی کسی بادشاہ کے حضور میں گئے تھے نہ آداب شاہی سے واقف تھے لیکن اسلام نے ان پر ایسا رنگ چڑھا دیا تھا کہ متمدن اور مہذب بن گئے تھے۔ جاننے لگے تھے کہ کس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا چاہیئے۔

یہ آنحضور صلعم کی تعلیم کا اثر تھا۔ گویا عربوں میں متمدن اور مہذب بننے کی صلاحیت تو تھی لیکن اس کا موقعہ ہنوز نہ آیا تھا اور اب جب موقعہ آیا تو بادیہ نشین اور غیر مہذب گنوار عرب بڑے شائستہ اور مہذب بن گئے تھے۔

عمرو کے روانہ ہونے کے بعد آنحضور صلعم نے ایک شب کو خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام کے ہمراہ خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگرچہ آنحضورؐ ہجرت کر کے مکّہ سے مدینہ میں آ گئے تھے:۔

پانچ سال ہجرت کو گزر چکے تھے۔ اس عرصہ میں کسی مسلمان کو بھی مکّہ میں جانے اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ لیکن زیارت حرم کی آرزو سب کو تھی:۔

اس خواب نے طواف کعبہ کی تحریک پیدا کردی۔ آپ نے عمرہ یعنے زیارت کعبہ کا عزم کرلیا اور صحابہ کو مکہ چلنے کے لئے تیاری کا حکم دے دیا!
یہ فرمان سُنکر مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ انھوں نے تیاریاں شروع کردیں۔ جب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو ماہ ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں ایک ہزار چارسو صحابۂ کرام کے ساتھ آپ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئے"!
آپ کو رخصت کرنے کے لئے قریب قریب سارا مدینہ اُمنڈ آیا اور مشکورانہ نظروں سے سب نے آپ کو رخصت کیا۔ مسلمانوں کو خدا کے رسول کے ساتھ ایسی محبت ہوگئی تھی کہ دو چار دن کی جدائی بھی شاق گذرتی تھی۔
ہر مسلمان آپ پر پروانہ وار فدا تھا۔ گویا آنحضور صلعم شمع رسالت اور مسلمان اس شمع کے پروانے تھے:۔
آنحضور صلعم نے مدینہ ہی میں احرام باندھ لیا تھا اور قربانی کے ستر اونٹ کوتل قافلہ سے آگے روانہ کردئے تھے تاکہ دیکھنے والے دور ہی سے سمجھ لیں کہ مسلمان لڑنے کے ارادے سے نہیں آرہے ہیں"!
یہ شاندار قافلہ نہایت شان وشوکت سے روانہ ہوا۔ مشرکین اس قافلہ کو دیکھ کر ڈر گئے اور انھوں نے بجائے خود یہ سمجھ لیا کہ مسلمان مکہ میں اہل قریش سے لڑنے کے لئے جارہے ہیں!
اس خیال نے اس خودساختہ خبر کو برقی پر لگا کر اطراف ملک میں پہنچا دیا۔ اور سارے ملک میں اضطراب و بے چینی کے آثار نمایاں ہوگئے۔ بیم درجا کی لہریں اُٹھنے لگیں۔ مکہ میں بھی یہ خبر پہنچ گئی :۔

اہلِ مکہ میں بڑا اضطراب ہوا۔ انھوں نے فوراً اطراف وجوانب میں قاصد دوڑا دوڑا کر جمعیت فراہم کرنا شروع کردی۔ جب زائرین کا یہ قافلہ ذی الحلیفہ میں پہنچا تو آنحضور صلعم نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو احتیاطاً بحیثیت جاسوس قریش کے ارادوں کی خبر معلوم کرنے کے لئے مکہ روانہ فرمایا اور خود آہستہ آہستہ سفر جاری رکھا:۔

جب آپ مقام عسفان میں پہنچے تو خزاعی جاسوس مکہ سے واپس آکر باریاب ہوا۔ اس نے بتایا کہ قریش مکہ اور دوسرے تمام مشرکین یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمان جنگ کرنے کے ارادہ سے آرہے ہیں اس لئے انھوں نے مقابلہ کرنے کے لئے نہایت زبردست جمعیت فراہم کرلی ہے:۔

آنحضور صلعم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ "اگرچہ ہم لوگ محض عمرہ کے لئے آئے ہیں جنگ کرنے کی نیت سے نہیں آئے لیکن اگر کوئی شخص یا کوئی خاندان یا قبیلہ یا کوئی قوم ہمارے اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہونا چاہے یا ہمیں روکنے یا باز رکھنے کے درپے ہو تو ہم کو ان کا مقابلہ کرنا چاہئے"!

حضرت عمرؓ نے کہا۔ بے شک اگر ایسا ہوا تو ہم کو فوراً احرام کھول کر جنگ شروع کردینا چاہئے:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے کہا۔ "دنیا میں کسی شخص کو کعبۃ اللہ کی زیارت سے روکنے کا کسی فرد کو بھی حق نہیں ہے اگر قریش ایسا کریں گے تو ہم زندگی کے آخری سانس تک لڑیں گے"!

دیگر تمام صحابہ کرام نے بھی یہی رائے دی۔ آپؐ نے قافلے کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب آپؐ مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید سواروں کا ایک دستہ لے کر مقام کراع الغمیم پر مقابلہ کے لئے آ گئے ہیں:۔

آنحضور صلعم نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا اور کسی قدر داہنی جانب کترا کر سفر شروع کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ کفار اس قافلہ کی نقل و حرکت سے باخبر نہ ہو سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زائرین کا یہ قافلہ اچانک کراع الغمیم پر جا پہنچا۔ خالد بن ولید مسلمانوں کی یکایک آمد سے سراسیمہ ہو گئے وہ معہ اپنے سواروں کے دستہ کے بڑی بدحواسی سے بھاگے اور سیدھے مکہ میں جا کر دم لیا اور مسلمانوں کی اچانک آمد کا حال کچھ اس انداز سے بیان کیا کہ کفار کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی:۔

زائرین کا قافلہ برابر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس پہاڑی تک پہنچ گئے جس کے دوسری جانب شہر مکہ کا نواحی میدان تھا اور صغیر سن لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کے کام آتا تھا۔ جس میں خدا جانے کتنی معصوم بچیاں آرام سے میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھیں:۔

قافلہ بدستور رواں رہا۔ یہاں تک کہ وہ مقام حدیبیہ پر پہنچا اور آنحضورؐ نے قافلہ کو یہاں اترنے کا حکم دیا۔ قافلہ رک گیا اور اونٹ بٹھا دیئے گئے۔ سامان اتار لیا گیا اور خیمے نصب کئے جانے لگے"!

اب مسلمان کنوئیں کی طرف چلے تاکہ وضو کر کے سب سے پہلے نماز ادا کر لی جائے۔ کنوئیں میں پانی کم تھا اور ذرا سی دیر کے بعد ختم بھی ہو گیا:۔

لوگوں کو پانی کی تکلیف ہوئی اور آنحضور صلعم سے شکوہ کیا گیا! آپؐ نے ترکش سے ایک تیر نکالی حضرت براؓ ابن عازب کو دیا اور کہا کہ اس تیر کو کنوئیں میں ڈال دو"!

حضرت براؓ نے تیر لے کر اُسے بوسہ دیا اور کنوئیں میں جا کر ڈال دیا۔ تیر گرتے ہی پانی نے جوش مارا۔ اس قدر جوش کہ پانی اُبل کر کنوئیں سے باہر نکلنے لگا۔ مسلمان اس معجزہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

سب نے اطمینان سے پانی صرف کرنا شروع کیا جتنا پانی لیتے تھے۔ اُتنا ہی پھر آموجود ہوتا تھا۔ آپؐ کے قیام کے دوسرے دن قریش مکہ کی طرف سے بدیل بن ورقہ آنحضور صلعم کی خدمت میں روانہ ہوئے اور آنحضورؐ سے دریافت کیا:۔

اے مسلمانوں کے ہادی! آپ مکہ میں کس ارادے سے آئے ہیں؟ آنحضور صلعم نے فرمایا۔ کیا تم نے اونٹوں کی قطار نہیں دیکھی؟ کیا تم نے نہیں سمجھا کہ وہ اونٹ قربانی کے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم لڑائی کے ارادہ سے آئے ہیں"!

یہ بالکل غلط ہے! ہم احرام باندھے ہوئے ہیں قربانی کے اونٹ ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم حج کے ارادے سے آئے ہیں البتہ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ اگر ہم کو حج کرنے سے روکا گیا تو پھر لڑائی لازمی ہے لیکن اس جنگ کی ذمہ داری مزاحمت کرنے والوں پر ہو گی:۔

بدیل یہ سُن کر لاجواب ہو گئے۔ ان کی تسلی ہو گئی وہ مکہ میں واپس آئے

اور انھوں نے سب سے کہہ دیا کہ اضطراب وخوف فضول ہے مسلمان لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ حج کی نیت سے آئے ہیں:۔

قریش کے سمجھدار یا اعتدال پسند لوگوں نے کہا اس میں کچھ ہرج نہیں کہ مسلمان حج کر کے واپس چلے جائیں۔ مگر واقعہ پسند یا انتہا پرست لوگ بولے! ہم مسلمانوں کو حج بیت اللہ کے لئے بھی نہ آنے دیں گے:۔

بدیل کے کہنے سے اہل مکہ کی کچھ تشفی ہوئی۔ انھیں جو خوف اور اندیشہ تھا وہ بدستور باقی رہا۔ انھوں نے حلیس بن علمہ کو جو کنانی قبائل احابیش کا سردار اعظم تھا۔ قاصد بنا کر حال معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا:۔

جب وہ مکہ سے باہر آیا اور انھوں نے قربانی کے اونٹوں کی ایک لمبی قطار دیکھی تو راستہ ہی سے واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا تم لوگ فضول ہی ڈر رہے ہو مسلمان لڑنے کے ارادہ سے نہیں آئے محض حج کرنے کی نیت سے آئے ہیں:۔

ایک شخص نے پوچھا کیا آپ مسلمانوں سے ملے تھے؟

حلیس نے کہا۔ تم بھی بے وقوف ہو۔ جب میں نے مسلمانوں کو احرام باندھے ہوئے اور قربانی کے اونٹوں کی قطار دیکھی پھر مسلمانوں سے پوچھنے کے لئے کیا جاتا۔ لہذا ظاہر ہے کہ وہ لوگ حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔

ابو سفیان نے بگڑتے ہوئے کہا تم جنگلی آدمی ہو ان باتوں کو نہیں جانتے۔ اگر مسلمان حج کے ارادہ سے بھی آئے ہیں تب بھی ہم انھیں مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

حلیس کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور اس نے غضبناک ہو کر کہا "! اگر تم مسلمانوں کو نہ روکو گے تو میں اپنے قبیلے کے تمام آدمیوں کو لے کر تم سے لڑ دوں گا :-

ابوسفیان خوب جانتا تھا کہ حلیس جو کہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اُسے خدشہ ہوا کہ یہ کنانی سردار کہیں بگڑ کر مسلمانوں سے نہ جا ملے۔ اس لیئے اس نے چاپلوسی کے لہجہ میں کہا :-

حلیس! تم بھی مذاق میں بگڑ گئے کیا میں نہیں جانتا کہ تم کنانی قبائل احابیش کے سردار اعظم ہو۔ کافی جمعیت اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ تمام عرب میں ذی عزت ہو۔ تمھاری شان میں کون گستاخی کر سکتا ہے :-

اگر تم چاہتے ہو کہ ہماری بے عزتی ہو۔ ہمارے معبودوں کی توہین ہو ہمارے مذہب کی تذلیل ہو۔ ہم بزدل اور ڈرپوک مشہور ہو جائیں تو تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کے پاس جاؤ اور انھیں اپنے ساتھ مکہ میں لے آؤ۔ تمھاری وجہ سے کوئی شخص بھی انھیں حسد کی نظروں سے نہ دیکھے گا"!

حلیس نے کہا۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کسی کی توہین و تذلیل ہو مگر اپنی توہین بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر تم مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دینا چاہتے تو نہ دو۔ مگر کسی کو بزدل اور جنگلی کہہ کر توہین نہ کرو"!

ابوسفیان نے کہا۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی لہذا مجھے معافی دیجئے

حلیس نے کہا۔ اب مجھے کوئی شکوہ نہیں رہا!

دونوں نے ہاتھ ملایا اور صلح صفائی کر کے اپنے اپنے راستہ چلے

گئے۔ کفار قریش نے یہ تہیہ کر دیا تھا کہ مسلمانوں کو مکہ میں نہ گھسنے دیں گے۔

اگرچہ ان کی زبردست جمعیت خاص حرم کے اندر موجود تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے اس لئے "مکہ" سے باہر نکل کر مجاہدین اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی!

آنحضور صلعم نے اپنے آنے کی غرض و غایت واضح طور پر سمجھانے کے لئے حضرت خراش بن اُمیہ خزاعی کو تغلب نامی اونٹ دے کر قریش مکہ کے پاس روانہ کیا۔ اگرچہ "مکہ" کا بچہ بچہ" مسلمانوں کا دشمن تھا"!

ہر شخص جانتا تھا کہ قریش کے بھیڑیے مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں مگر خراش رضؓ نے کسی خدشہ و بیم کی پرواہ نہ کی اور بے دھڑک مکہ میں جا داخل ہوئے اور سیدھے ابوسفیان کے پاس پہنچے:۔

اس وقت ابوسفیان اپنے مکان کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے پاس عکرمہ۔ خالد۔ عمرو بن العاص اور چند دیگر سربرآوردہ لوگ بیٹھے تھے۔

خراش رضؓ اونٹ سے اتر کر ان کے پاس پہنچے اور بلند آواز سے بولے"!

اے اہل قریش! میں حضرت محمد صلعم رسول خدا کا قاصد ہوں اور آپ کو یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ ہم مسلمان لڑنے کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں محض زیارت کعبہ سے مشرف ہونے اور قربانی ادا کرنے کے لئے آئے ہیں۔

"ایام حج میں کسی شخص کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو ادائیگی فریضہ حج سے باز رکھ سکے۔ عربوں کا یہ پرانا قانون ہے اور ابھی تک اس پر عملدرآمد ہوتا ہے اس لئے ہمیں یقین ہے کہ آپ ہماری مزاحمت نہ

کریں گے اور ہم کو حج کرلینے دیں گے"!

عکرمہ نے کہا۔ لیکن اگر ہم حج نہ کرنے دیں؟ .. ..

خراش رضؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے دلیرانہ انداز سے جواب دیا تب ہم لڑیں گے اور تم سب کو قتل کر کے کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوں گے:۔

یہ اہل مکہ کی ایسی کھلی توہین تھی۔ جو آج تک کسی نے کبھی نہ کی تھی لہذا اہل قریش حضرت خراشؓ کی صاف گوئی اور دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے۔ واقعی یہ حیرتناک بات تھی حضرت خراشؓ تنہا تھے دشمنوں کے گھر میں تھے!

درندہ صفت انسانوں کے سامنے تھے جانتے تھے کہ وہ ذرا سی بات سے ناخوش ہو کر قتل کر ڈالیں گے لیکن .. .. موت کے خوف نے کلمہ حق کہنے سے باز نہ رکھا!

چند لمحہ کے بعد عکرمہ نے کہا۔ او دریدہ دہن مسلم! تو ہم کو ڈرانے آیا ہے۔ یاد رکھ تیری زندگی اور موت ہمارے ہاتھ میں ہے"!

حضرت خراش رضؓ نے لاپرواہی کی شان سے کہا! تم غلط کہتے ہو! موت اور زندگی خدا کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ تم بغیر اس کے حکم کے کچھ نہیں کرسکتے۔ مشرک خدا کا نام سُنکر بھڑک اُٹھے!

ان میں سے کئی آدمی اُٹھے انھوں نے پہلے تغلب نامی اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور پھر حضرت خراش رضؓ کی طرف لپکے"!

حضرت خراش رضؓ نے تلوار کھینچ لی اور جوش غضب سے بھر کر کہا کہ تم قاصد پر حملہ کرتے ہو؟ اگر تم میں حمیت باقی نہیں رہی ہے۔ اور

عمل جنگ بھڑکانا چاہتے ہو تو آؤ لڑو۔ لیکن یاد رکھو میں جس قوم کا قاصد ہوں وہ آندھی کی طرح تم پر ٹوٹ پڑے گی اور تم سب کو قتل کر ڈالے گی!
میرے خون کے قطرے تم اور تمھاری قوم کے لیے پیغام اجل ثابت ہوں گے۔ حضرت خراش رضؓ کو شمشیر بکھنا دیکھ کر کفار کا جوش ہنڈیا کے ابال کی طرح سے دب گیا۔ حلیس بھی اس مجلس میں موجود تھا اور اس نے کہا "!
اے اہل قریش! یہ کیا بے آئینی ہے کسی قاصد کو بزدل سے بزدل قوم بھی قتل نہیں کرتی۔ تم یہ کلنک کا ٹیکہ کیوں لیتے ہو۔ لہذا ہرگز تم قاصد سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو۔ اگر ہمت و حرمت ہے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑو۔
عکرمہ نے کہا بے شک ہم کو قاصد کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ اس سے ہماری قوم کو داغ لگ جائے گا۔ اے مسلمانوں کے قاصد تم واپس جاکر اپنے رسول سے کہدو کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے:۔
حضرت خراش رضؓ نے تلوار میان میں ڈال لی اور پیادہ پا واپس لوٹ کر آنحضور صلعم کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ کہہ سنایا"!
آنحضور صلعم نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا حضرت عمر رضؓ نے فرمایا میرے خیال میں کسی ایسے شخص کو اتمام حجت کے لئے روانہ فرمائیے جس کے قبیلہ کے لوگ مکہ میں زیادہ ہوں"!
حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا بے شک یہ آخری کوشش ہے اور یہ بھی کر لینا چاہیے:۔
آنحضور صلعم نے دریافت کیا تو پھر کس شخص کو بھیجا جائے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا حضرت عمر رضؓ کو بھیج دیجئے!

حضرت عمر رضؓ نے کہا، مجھے جانے میں تو کوئی عذر نہیں ہے مگر میرے قبیلہ بنو عدی کا ایک شخص بھی مکہ میں موجود نہیں ہے اس لئے میرا کیا اثر پڑے گا اگر حضرت عثمان رضؓ کو بھیجا جائے تو اچھا ہے کیونکہ ان کے قبیلہ بنی امیہ کے بہت سے بااثر اور طاقتور لوگ مکہ میں موجود ہیں!

آنحضور صلعم نے فرمایا یہی مناسب ہے عثمان رضؓ! تم جاؤ اور اہل قریش کو سمجھا بجھا کر اس بات پر آمادہ کر دو کہ وہ ہم کو حج کرنے دیں"!

حضرت عثمان رضؓ نے سر اطاعت خم کیا اور اٹھ کر اپنے خیمہ پر آئے مسلح ہوئے اور چل پڑے جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو راستہ ہی میں ابان بن سعید ان کے قبیلہ کے بااثر سرداران سے ملے اور ان کو اپنی حمایت میں لے کر عکرمہ کے مکان پر پہنچے:۔

چونکہ مسلمان مکہ سے باہر خیمہ زن تھے۔ ہر وقت حملہ کا اندیشہ تھا اس لئے کفار ہر وقت مستعد اور مشورہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سے بااثر لوگ عکرمہ کے پاس موجود تھے:۔

حضرت عثمان رضؓ نے تمام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے اہل مکہ یہ حج کا زمانہ ہے جنگ کا نہیں ہے ہم مسلمان بھی اس زمانہ کا اسی طرح سے احترام کرتے ہیں جس طرح سے تم کرتے ہو۔ ہم تم سب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی آل سے ہیں:۔

خانہ کعبہ کو انھوں نے ہی تعمیر کیا تھا۔ اللہ کے حکم سے انھوں نے

ہی اُسے مرجع خلائق بنایا۔ تمام عربی قبائل آزادانہ حج کرتے ہیں اس لئے ہم کو بھی حق ہے کہ ہم عمرہ کریں قربانی کریں اور تم مزاحمت سے دست کش رہو۔

عکرمہ نے کہا۔ تم صحیح کہتے ہو عثمانؓ! ہر شخص کو حج کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ لیکن ہم... ... مسلمانوں کو حج کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے اس میں ہماری توہین ہے۔ البتہ تم کو حج کرنے کی اجازت ہے تم حج کر سکتے ہو"!

حضرت عثمانؓ نے فرمایا! میں تنہا حج نہیں کر سکتا!

عکرمہ نے کہا اچھا تم نظر بند کیے جاتے ہو۔ تا حکم ثانی مکہ سے باہر نہیں جا سکتے اور اگر تم اس کی خلاف ورزی کرو گے تو قتل کر دئے جاؤ گے۔

کسی کو اس حکم کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور حضرت عثمانؓ کو روک لیا گیا۔ جب حضرت عثمانؓ کئی روز تک واپس نہ لوٹے تو عام طور پر مسلمانوں نے خیال کر لیا کہ شاید وہ شہید کر دئے گئے:۔

آنحضور صلعم کو اس بات سے بیحد رنج ہوا آپؐ نے فرمایا کہ اگر کفار نے عثمانؓ کو شہید کر ڈالا ہے تو جب تک انتقام نہ لے لیں گے واپس نہ لوٹیں گے

آپ اس وقت درخت کے نیچے بیٹھے تھے وہیں آپؐ نے بیعت لینا شروع کی۔ صحابۂ کرام بیعت کرنے کے لئے ٹوٹے پڑے سب نے بیعت کی۔ اس بیعت کا نام "بیعت رضوان" ہے اور اس بیعت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ خدائے قدوس فرماتے ہیں:۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الخ

ترجمہ (جس وقت اے رسول درخت کے نیچے مسلمانوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو گئے)۔

یہ تھا مسلمانوں کی کامیابی کا راز۔ ہر کام خدا کی خوشنودی کے لیے کرتے تھے اور خدا ان سے خوش ہو جاتا تھا اور ان کی امداد فرماتا تھا لہٰذا وہ کامیاب ہوتے تھے۔

جس وقت بیعت لی جا رہی تھی اس وقت حضرت عثمانؓ بھی آ گئے مسلمان ان کو دیکھ کر کمال مسرور ہوئے۔ وہ بھی آنحضور صلعم کے پاس پہنچے اور انھوں نے بھی بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد انھوں نے تمام واقعہ سنایا مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ کفار مکہ بغیر لڑے نہ مانیں گے اس لئے انھوں نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جبکہ جنگ کی تیاریاں کی جا رہی تھیں تو ایک روز قبیلہ بنو ثقیف کا مشہور سردار عروہ بن مسعود آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت لوگ ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے وضو کر رہے تھے۔

آنحضور صلعم بھی وضو کر رہے تھے مسلمانوں کا جم غفیر آپ کے گرد کھڑا تھا اور وضو کا پانی زمین پر نہ گرنے دیتا تھا عروہ مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھ کر حیران رہ گیا مسلمانوں نے وضو کر کے نماز پڑھی:۔

نماز پڑھ کر آنحضور صلعم فرش پر بیٹھے اور چند بزرگ صحابہ کرام بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے عروہ کو طلب فرمایا۔ عروہ نے حاضر ہو کر سلام کیا اور آنحضور صلعم کے قریب بیٹھ گیا:۔

آپ نے اس سے دریافت کیا۔ عروہ! تم کیسے آئے ہو؟

یا محمدؐ آپ نے قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ ملک میں ایک بڑا فتنہ پیدا کر دیا۔ آپ اُمّی ہیں بھلا اُمّی بھی کہیں رسول ہو سکتا ہے۔ جو شخص لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عروہ! تم مانو نہ مانو لیکن میں خدا کا رسول ہوں۔ اُمّی ہوں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ یہ خدا کا انعام ہے وہ جسے چاہے عطا فرما دے۔ رہا فتنہ کا سوال! میں تم سے یا تمھاری قوم سے کبھی آمادۂ پیکار نہ ہوا۔ تم خود لڑنے کے لئے بدر اور مدینہ کے مقامات پر گئے اب میں حج کرنے کے لئے آیا ہوں تم حج کرنے نہیں دیتے بتاؤ فتنہ تم پیدا کرتے ہو یا میں؟

عروہ نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔ آپ ہمارے معبودوں کو بُرا کیوں کہتے ہیں؟

آنحضور صلعم نے فرمایا! میں بُت پرستی سے منع کرتا ہوں وہ شخص جو ذرا سی بھی عقل رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے پتھر تراش کر انھیں پوجنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ بُت نہ خدا ہیں نہ مظہر ذات خدا! خدا تو وہ ہے جو خالق کل و جزہے قادر مطلق ہے موت اور زندگی پر پورا اختیار رکھتا ہے۔ عزّت اور ذلّت اسی کے ہاتھ میں ہے وہی پرستش کے قابل ہے۔ خدا کے باغی بندوں کو خدا کے سامنے جھکانا کسی مذہب کے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا نہیں ہو سکتا۔

عروہ جب بات کرتا تھا تو ہاتھ پھیلا کر بات کرتا تھا اور ہاتھ اتنی دور لے جاتا جس سے آنحضور صلعم کی ریش مبارک چھو جاتی تھی۔ آنحضورؐ کو اس گستاخانہ حرکت کا خیال بھی نہ تھا۔ لیکن صحابہ کرام کو سخت ناگوار گذر رہا تھا۔ عروہ نے پھر ہاتھ پھیلا کر کہا۔ لیکن آپ مکہ پر چڑھ کر کیوں آئے ہیں؟

آنحضورؐ نے فرمایا! میں لڑائی کے ارادے سے نہیں آیا محض زیارت کعبہ

سے مشرف ہونے کے لئے آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ہم سب احرام باندھے ہوئے ہیں۔ قربانی کے اونٹ ہمارے ساتھ ہیں۔ عروہ! مناسب یہ ہے کہ تم ہماری مزاحمت نہ کرو اور ہم کو حج کر لینے دو:۔

عروہ نے پھر ہاتھ پھیلایا اور اتنا بڑھایا کہ اس کی انگلیاں آپ کی ریش مبارک سے مس ہوگئیں۔ اس نے کہا لیکن.........

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اس کی یہ گستاخی نہ دیکھی گئی۔ انھوں نے جلدی سے تلوار کھینچ کر شمشیر کا قبضہ عروہ کے ہاتھ پر مار کر کہا تادبّ یا عروہ یعنی اے عروہ ادب کر۔ عروہ باتوں کی رو میں ایسا منہمک ہو رہا تھا کہ اس نے مسلمانوں کی طرف نہ دیکھا تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ مسلمان اس کی گستاخی سے کس قدر برہم ہو رہے ہیں۔ جب حضرت مغیرہ نے اُسے ادب کی تلقین کی تو وہ ہوشیار ہوا اور اس نے مسلمانوں کی طرف دیکھا تمام مسلمانوں کے چہروں سے کبیدگی اور غصہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے:۔

اگرچہ عروہ ڈرپوک نہ تھا۔ مگر مسلمانوں کی غضبناک صورتیں دیکھ کر قدرے خائف ہو گیا اس نے ہاتھ پھیلا پھیلا کر باتیں کرنا بند کر دیا آنحضور نے اُس سے فرمایا عروہ تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ مناسب یہی ہے وہ ہم کو فریضۂ حج ادا کرنے دیں یا ہم سے مصالحت کر لیں اور اگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو مجبوراً ہم کو لڑنا پڑے گا۔ عروہ نے کہا میں سمجھاؤں گا اور کل آپ کو اس کا جواب مل جائے گا۔ اس کے بعد عروہ اُٹھا اور سلام کر کے روانہ ہوا۔

اس نے مسلمانوں کو رسول خدا کا جو احترام کرتے دیکھا اس سے وہ بہت

زیادہ متاثر ہوا۔ چنانچہ اس نے مکہ میں پہنچ کر اہل قریش سے کہا!

یا معشر القریش تم جانتے ہو کہ میں سیاح جہانگرد ہوں دنیا کے بیشتر حصہ کی سیاحت کیے ہوئے ہوں۔ ہرقلہ روم اور کاسرۂ ایران کے دربار دیکھ چکا ہوں ہُبل کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم اور اپنے لوگوں میں اس قدر محبوب اور ہر دلعزیز نہیں دیکھا جس قدر حضرت محمدؐ کو اپنے صحابہ میں پایا ہے ہر شخص ہر وقت ان پر پروانہ وار جان فدا کرنے کو تیار رہتا ہے ان کے قدموں کے نیچے اپنی آنکھیں بچھانے پر آمادہ نظر آتا ہے کیا مجال کہ کوئی شخص کسی مسلمان کے سامنے ان کے بال کو تو ہاتھ لگا سکے مناسب یہی ہے کہ ان سے صلح کر لو:۔

قریش نے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ بعد بحث و تمحیص کے بعد یہی قرار پایا کہ صلح کر لی جائے چنانچہ سہیل بن عمرو کو مختار کُل بنا کر بھیجا گیا جب آنحضورؐ نے اسے آتے دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا کہ اب کام سہل ہو گیا ہے کیونکہ سہیل بغرض صلح آیا ہے

چنانچہ سہیل آنحضورؐ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ جب وہ سلام کر کے بیٹھ گیا تو آنحضورؐ نے دریافت کیا "تم کس لیے آئے ہو سہیل"؟

سہیل نے کہا میں مصالحت کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں بشرطیکہ آپ ہماری شرائط کو منظور فرما دیں:۔

آنحضورؐ نے فرمایا اگر واقعی مصالحت کے لئے آئے ہو تو تمہاری شرائط منظور ہیں

سہیل نے کہا میں تو صلح ہی کے ارادہ سے آیا ہوں"!

آنحضورؐ نے فرمایا اچھا اپنی شرائط بیان کرو۔

سہیل نے کہا میں پہلے یہ عرض کر دوں کہ ہم اہل مکہ حضور اور آپ کے ہمراہیوں سے

ہرگز خوفزدہ نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہم ڈر کر صلح کرتے آئے ہیں بلکہ محض اس لئے کہ ہم اور آپ ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپس میں کشت وخون ہو۔ اس لئے مصالحت پر آمادہ ہوئے ہیں!۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم آپس میں کشت وخون کرنے سے احتراز کرتے ہوتے تو بدر۔ اُحد اور مدینہ وغیرہ پر چڑھ کر نہ آتے جنگ نہ کرتے اگر تم ہماری قوت سے خائف نہ ہوتے تو ہرگز ہماری پرواہ نہ کرتے اور کبھی مصالحت کی طرف نہ جھکتے لڑتے اور اس وقت تک لڑتے جب تک کہ ایک قوم کا بالکل صفایا نہ ہو جاتا۔ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہماری طاقت سے مرعوب ہو کر صلح کرنے کے لئے آئے ہو"!

سہیل نے ہنس کر کہا۔ اچھا یونہی سہی! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ کوئی قوم جب تک دوسری قوم کی قوت کا اندازہ نہیں کر لیتی اپنے دعادی سے دستبردار ہو کر مصالحت کی طرف نہیں جھکا کرتی:۔

چنانچہ ہم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن کیا آپ صلح کرنا پسند کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے قدرے جوش میں آکر کہا۔ اگر میرا اختیار ہوتا تو میں بزدل اور مکار اہل مکہ سے کبھی صلح نہ کرتا لیکن رسول خدا ایسے علیم ایسے رحیم اور ایسے نیک دل ہیں کہ وہ تمام دیرینہ مخالفتوں اور سنگدلانہ مظالم کو نظر انداز کر کے مصالحت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اب کسی مسلمان کو یہ مجال نہیں ہے کہ آنحضورؐ کے سامنے چون وچرا کر سکے۔

سہیل نے کہا۔ عمرؓ تم ایام جاہلیت میں بھی بڑے سخت تھے اور اب بھی سخت ہو۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ سہیل میرے ہمراہیوں میں سے ایک شخص بھی ایسا

نہیں ہے جو صلح کا خواہشمند نہ ہو لیکن مجھے خونریزی پسند نہیں ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ساری قوم زندہ رہے پھلے پھولے اور خدا کو پہچان کر اس کی عبادت کرے ..... خیر یہ جب ہوگا جب خدا کی مرضی ہوگی ۔ تم شرائط بیان کرو! سہیل نے شرائط بیان کرنا شروع کر دیں حضور اکرم اور آپ کے تمام صحابۂ کرام غور اور توجہ سے سننے لگے۔ سہیل نے کہا ہماری شرائط یہ ہیں"!

(۱) مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں گے اور نہ مکہ میں داخل ہوں گے!

(۲) آئندہ سال اگر عمرہ کر سکیں گے لیکن مکہ میں بجز تلوار کے اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہ رکھ سکیں گے اور تلواریں بھی نیاموں کے اندر ہوں گی اور تین دن سے زائد عرصہ تک مکہ میں نہ ٹھہر سکیں گے۔:۔

(۳) صلح کی میعاد دو سال ہوگی۔ اس عرصہ میں کوئی فریق دوسرے فریق کے جان و مال سے قطعاً تعرض نہ کرے گا باہم امن و امان سے رہیں گے :۔

(۴) عرب کی ہر قوم اور ہر قبیلہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے جس فریق کے ساتھ ہم عہد ہو جائے ان ہم عہد قبائل پر بھی عہد نامہ کی جملہ شرائط قابل پابندی ہوں گی :۔

(۵) دونوں فریق دیگر قبائل کو اپنا ہم عہد اور حلیف بنانے میں آزاد ہونگے :

(۶) اگر قریش میں سے کوئی شخص بلا اجازت اپنے ولی کے مسلمانوں کی طرف چلا جائے گا تو فوراً قریش کی جانب واپس کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آجائے گا تو وہ واپس نہ کیا جائے گا"!

سہیل نے کہا! بس یہی شرائط ہیں اگر منظور ہوں تو عہد نامہ لکھوا کر اس کی دو نقلیں کروا دیجئے۔ ایک پر آپ دستخط کر کے میرے حوالے کریں اور دوسری پر میں

دستخط کر کے آپ کے حوالے کر دوں :-

آنحضورؐ شرائط سُن سُن کر تبسم فرما رہے تھے۔ صحابۂ کرام کو دیگر شرائط پر تو کوئی تعرض نہ ہوا لیکن چھٹی شرط شاق گزری۔ وہ اس خیال سے آنحضور صلعم کی طرف دیکھنے لگے کہ آپ اس شرط پر کوئی اعتراض کرتے ہیں یا نہیں مگر سرور کائناتؐ نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ آنحضورؐ نے فرمایا سہیل مجھے تمھاری تمام شرائط منظور ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جلدی سے فرمایا کیا چھٹی شرط بھی؟ آنحضورؐ نے مسکرا کر فرمایا ہاں چھٹی شرط بھی۔ علی کرم اللہ وجہہ تم نہیں جانتے کہ یہ شرط ہمارے لیے کس قدر مفید ہوگی۔ خیر سہیل! مجھے یہ تمام شرائط منظور ہیں علی کرم اللہ وجہہ تم عہد نامہ لکھنا شروع کرو۔ رسول خدا کے اس فرمان کے بعد کسی کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہ رہی فوراً کاغذ اور قلم دوات منگایا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھنا شروع کیا انھوں نے دستاویز کی پیشانی پر لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (یعنی شروع ہے اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے)۔

کفار خدا کے نام سے چڑتے تھے سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا! ہم خدا کو نہیں مانتے نہ رحمٰن کو مانتے ہیں لہذا اسے کاٹ دو اور باسمک اللّٰھم (یعنی شروع ہے نام معبودوں کے ساتھ) لکھو!

آنحضور صلعم نے فرمایا اچھا ایسے ہی لکھ دو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بسم اللہ کاٹ کر باسمک اللّٰھم لکھ دیا اور آگے لکھا یہ عہد نامہ ہے محمد رسول اللہ اور ...

سہیل نے کہا یہ بھی ٹھیک نہیں ہے اگر ہم آپ کو خدا کا رسول مان لیں تو جھگڑا ہی کیا رہا۔ ہم نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ آپ کو اس کا رسول مانتے ہیں پھر اس

تحریر کو کیسے جائز قرار دیا جائے آنحضورؐ نے دریافت کیا اور کیا لکھوانا چاہتے ہو؟
سہیل نے کہا آپ کے والد کا نام آپ کے نام کے ساتھ لکھنا چاہیے
جیسا کہ عرب میں قاعدہ ہے آپ اس طرح سے لکھا دیں یعنی محمدؐ بن عبد اللہ"!
آنحضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا اچھا تم رسول اللہ کا نام
کاٹ کر ایسا ہی کر دو حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ میرے امکان سے باہر ہے
کہ میں آپ کا نام قلم زد کر دوں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اچھا لاؤ میں قلم زد کر دوں!۔
یہ کہکر آنحضورؐ نے خود محمدؐ رسول اللہ کاٹ کر محمدؐ بن عبداللہ لکھ دیا اس کے
بعد حضرت علی کرم اللہ نے لکھنا شروع کیا۔ تمام شرائط لکھ کر انھوں نے سہیل کو دکھایا
سہیل نے پڑھ کر کہا ٹھیک ہے اب اس کی دوسری نقل کرو"!
حضرت علی کرم اللہ نے دوسری نقل شروع کی ابھی یہ نقل تمام نہ ہوئی تھی کہ
ایک نوجوان پریشان حال حضورؐ کے سامنے آکھڑا ہوا یہ نوجوان سہیل کا بیٹا
ابو جندل تھا اس کے پاؤں پر بیڑیوں کے متعدد نشان تھے اور بدن پر بھی
کئی جگہ زخم تھے اکثر زخم تازہ تھے اور ان سے خون رس رہا تھا۔ ابو جندل کی
صورت کہہ رہی تھی کہ تختہ مشق جفا بنایا گیا ہے اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے
گئے ہیں اسے قید رکھا گیا ہے :۔
جسمانی ایذا پہنچائی گئی ہے اس کے سر کے بال غبار آلودہ اور پریشان
تھے۔ چہرہ زرد۔ آنکھیں حلقوں کے اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ اس نے حضور
کے سامنے آتے ہی دردناک لہجہ میں کہا۔ فریاد ہے یا رسول اللہ فریاد ہے"!
آپ نے اور آپ کے ساتھ تمام صحابہؓ نے مغموم و ستم رسیدہ ابو جندل کو

دیکھا اسکی کیفیت دیکھ کر مسلمانوں کے دل ہل گئے حضورؐ نے پوچھا ابو جندل یہ تمھاری کیا کیفیت ہے؟ ابو جندل نے چشم پرنم ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں. میرے ہم قوم میرے ہم قبیلہ! میرے عزیز و اقارب اور میرے ماں باپ مجھ پر سختیاں کر رہے ہیں تاکہ اسلام کو چھوڑ دوں۔ مرتد ہو جاؤں اے خدا کے حبیبؐ مجھے اس لئے کوڑوں سے مارا جاتا ہے کہ میں کیوں خدا کا نام لیتا ہوں میرے پاؤں میں اس لئے آہنی بیڑیاں ڈالی جاتی ہیں کہ میں مسلمان کیوں ہوں مجھے اس لئے تپتے ہوئے ریت پر کھڑا کیا جاتا ہے کہ میں اسلام کیوں نہیں چھوڑتا۔ اے خدا کے لاڈلے پیغمبر اے مسلمانوں سے محبت و شفقت رکھنے والے نبی! مجھے ان درندہ صفت اور بے رحم انسانوں سے بچاؤ اور مجھے اپنے ہمراہ مدینہ لے چلو"!

سہیل نے غضبناک ہو کر کہا کبھی نہیں ایسا ہو سکتا میرے بیوقوف اور ضدی بیٹے! تم کو میرے پاس رہنا ہوگا اس وقت تک رہنا ہوگا جب تک کہ تم یا تو اسلام کو چھوڑ دے یا تمھاری روح اس قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ آنحضورؐ نے کہا ابو جندل! ہم عہد نامہ کی وجہ سے مجبور ہیں تمھاری کچھ امداد نہیں کر سکتے لہٰذا تم اپنے باپ کے پاس...........

حضرت عمرؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا۔ لیکن حضورؐ ابھی عہد نامہ پر دستخط نہیں ہوئے ہیں اور ابو جندل کی حالت کہہ رہی ہے کہ اس پر سنگدلانہ اور وحشیانہ مظالم کئے گئے ہیں۔ حضورؐ اسے وحشی اور درندہ صفت انسانوں کے ہاتھوں میں اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے نہ سونپئیں"!

آنحضورؐ نے فرمایا عمرؓ عہد نامہ پر دستخط نہیں ہوئے تو کیا ہے زبانی معاہدہ

تو ہو چکا ہے اور فریقین نے اُسے منظور کر لیا ہے ہم کو زبانی عہد کے بھی خلاف نہیں کرنا چاہیئے عہد نامہ کی چھٹی شرط کے بموجب ہم ابوجندل کو اس کے باپ سہیل کے سپرد کرنے پر مجبور ہیں۔ اس عرصہ میں عہد نامہ کی نقل بھی تیار ہو گئی ایک پر حضورؐ نے اور دوسرے پر سہیل نے دستخط کیے۔ اس کارروائی کے بعد حضورؐ نے ابوجندل سے کہا۔ ابوجندل تم صبر و خاموشی سے مظالم برداشت کرو! میرے خیال میں تم اس بات کو گوارا نہ کرو گے کہ خدا کا رسول بدعہدی کرے"!

ابوجندل نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ افسوس میری قسمت الیکن حضورؐ شاید میں آپ کی دوبارہ زیارت کرنے کے لیئے زندہ نہ رہوں ستمگر اہل قریش ضرور مجھے مار ڈالیں گے لیکن موت کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ حضورؐ کو لوگ بدعہد کہیں اچھا حضورؐ سلام۔ اب سہیل اُٹھ کر کھڑا ہوا وہ ابوجندل کو ہمراہ لیکر چلا اور چند ہی قدم چل کر نیزے کی انی سے اس کے کچوکے لگانا شروع کیئے مسلمان یہ کیفیت دیکھکر تڑپ گئے۔

ابوجندل نے بلند آواز سے کہا۔ خداوندا آزمائش کر لے میری آزمائش کر لے! میں صبر کروں گا۔ تیرا ارشاد ہے کہ تو صبر والوں کے ساتھ رہتا ہے میرے بھی ساتھ رہے گا۔ کیا میرے لیئے یہ فخر کم ہے سہیل نے زور سے نیزہ مار کر کہا۔

کم بخت خیالی خدا کا نام رٹے جاتا ہے! ابوجندل نے کہا۔ میں زندگی کے آخری سانس تک خدا کا نام لوں گا! تم مجھے مار ڈالو! میرے جسم کے ٹکڑے کر دو۔ پرواہ نہیں ہے۔

سنگدل سہیل نے پھر زور سے نیزہ مارا اور ابوجندل کے جسم سے خون کا فوارہ نکلنے لگا۔ اس پر غشی طاری ہو گئی اور وہ مخموروں کی طرح سے لڑکھڑا نے

لگا۔ یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں کے دل ہل گئے جذبات رحم وکرم سے سینے لبریز ہوگئے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا اور قریب تمام مسلمان رونے لگے حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا وہ گریہ کناں آنحضورؐ کے پاس آئے اور بولے۔

یارسول اللہ! کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا لاریب میں نبی برحق ہوں۔

حضرت عمرؓ۔ کیا ہم مسلمان نہیں!

آنحضور صلعم۔ بے شک تم مسلمان ہو۔

حضرت عمرؓ۔ کیا اہل مکہ مشرک اور کافر نہیں ہیں؟

آنحضور صلعم۔ وہ ضرور مشرک اور کافر ہیں۔

حضرت عمرؓ۔ پھر ہم دین کے معاملہ میں ایسی ذلت کیوں گوارا کریں'

آنحضور صلعم۔ اس لئے کہ یہی خدا کی مرضی ہے۔

حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے اور غم و درد بھری نظروں سے ابوجندلؓ کو دیکھنے لگے سہیل اب بھی اس کے نیزے مار رہا تھا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے گرتا پڑتا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس ابوجندلؓ کاش تیری جگہ میں ہوتا یہ نیزے میرے لگ جاتے۔ ہائے مظلوم! تجھے کون ان سنگدل وحشیوں کے ہاتھوں سے بچائے۔

خدایا اے پیارے خدا تو ہی ابوجندلؓ کی امداد کر۔ اب ابوجندل نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ آنحضورؐ نے اس وقت احرام کھولنے اور قربانیاں کرنے کا حکم دیا مسلمانوں نے قربانیاں کیں۔ احرام کھولے۔ خط بنوائے اور ایک روز حدیبیہ کے مقام پر اور قیام کرکے دوسرے روز مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

تیرھواں باب

یہودیوں کی شکست

مسلمانوں کی اہل مکہ سے مصالحت ہو گئی تھی۔ عہدنامہ میں بعض ایسی شرائط تھیں جن کو صحابۂ کرامؓ ناپسند کرتے تھے۔ بعض شرطیں خصوصاً وہ اپنے آپ کو بالکل ہی دبا ہوئے پاتے تھے محض حضور کی وجہ سے انھوں نے ان شرائط کو منظور کر لیا تھا۔

اکثر مسلمان تو اس صلحنامہ کو اپنی شکست سمجھ رہے تھے بات بھی یہی معلوم ہوتی تھی۔ عہدنامہ کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی یہی سمجھتا تھا کہ مسلمانوں نے اعتراف شکست کر کے مفتوح قوم کی طرح عہدنامہ لکھ دیا ہے لیکن قدرت نے انسان کو حال کے واقعات پر نظر رکھنے کی عقل و سمجھ عطا کی ہے۔ مستقبل اس کی نگاہوں سے بالکل ہی پوشیدہ رکھا ہے سچ پوچھئے تو اس میں خدا نے اپنے بندوں پر خاص عنایت کی ہے کیونکہ اگر مستقبل کے واقعات انسان پر روشن ہو جایا کرتے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا آنے والے خطرات انقلاب عظیم پیدا کر دیا کرتے۔

مسلمان اس عہدنامہ سے مایوس اور دل شکستہ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ اور چونکہ وہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے آنحضورؐ

کی طبع مبارک مکدر ہو جائے اس لئے اپنے خیالات کا اظہار نہ کرتے تھے بلکہ خاموش تھے۔ اثنائے راہ میں آنحضور صلعم پر وحی نازل ہوئی :۔

نزول وحی کے وقت آنحضور کا چہرۂ اطہر سرخ ہو جاتا جو صحابہؓ آپ کے قریب تھے وہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ وحی نازل ہو رہی ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضور نے اطمینان کا سانس لیا اور مسکرا کر فرمایا :۔

مسلمانو! مجھ پر ابھی وحی نازل ہوئی ہے خدائے بزرگ و برتر نے مکہ والوں سے مصالحت کرنے کو "فتح" ظاہر کیا ہے۔ اس وقت مجھ پر سورۂ فتح کا نزول ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! انا فتحنا لک فتحا مبینا ترجمہ بیشک ہم نے فتح دی تجھ کو فتح ظاہر! اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وھو الذی کف ایدیھم عنکم و ایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیکم وکان اللہ بما تعملون بصیرا :۔ ترجمہ یعنے اور وہی ہے جس نے بند کئے تمھارے ہاتھ ان سے یعنے مکہ والوں سے اور ان کے تم سے مکہ کی سرحد پر اور تمھیں ان پر غالب کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے مسلمانو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس صلحنامہ سے تم ہی مکہ والوں پر غالب رہے پھر ارشاد ہوتا ہے! لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذالک فتحا قریبا :۔ ترجمہ یعنے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم یقیناً مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ امن وامان سے سروں کے بال کترواتے اور سروں کو منڈواتے ہوئے کوئی خوف نہ ہوگا۔ اللہ وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے"!

مسلمانو! مبارک ہو تم عنقریب مکہ کے اندر فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو گے۔ مسجد الحرام میں پہنچو گے پھر کیسے؟ بالکل بے خوف ہو کر"!

خدا اور خدا کے رسولؐ کا کلام سن کر تمام مسلمان مسرور و مطمئن ہو گئے ان کی شکستہ دلی کافور ہو گئی اور یہ خیال بھی ان کے دلوں سے دور ہو گیا کہ انھوں نے شکست یافتہ قوم کی طرح مصالحت کی ہے:۔

مجاہدین اسلام تین سو کوس کا فاصلہ طے کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اہل مدینہ ان کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور جب مسلمانوں نے سنا کہ اہل مکہ سے دس سال کے لئے مصالحت ہو گئی ہے تو وہ اور بھی خوش ہوئے کیونکہ اب انھوں نے سمجھ لیا کہ امن و اطمینان سے رہ کر تبلیغ اسلام کا کام کریں گے۔ مگر ابھی آنحضور صلعم کو مکہ سے واپس آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ خیبر کے یہودیوں کے حملہ آور ہونے کی خبریں آنے لگیں:۔

اگر مشرکین مکہ کی طرف سے اطمینان ہوا تو خیبر کے یہودیوں سے اندیشہ لاحق ہو گیا۔ جو کہ مدینہ سے بنو نضیر اور بنو قریظہ جلا وطن ہو کر خیبر میں اقامت گزیں ہوئے تھے ان یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کی عداوت و دشمنی کے آتشکدے شعلہ زن تھے۔ وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کی فکر میں تھے۔ اس لئے پہلے تو انھوں نے مشرکین مکہ کو جنگ کی ترغیب دی۔ مگر جب انھوں نے صلح کر لی تو خود آمادۂ جنگ ہوئے اور خیبر کے تمام یہودیوں کو اپنا شریک کار کر لیا:۔

جب آنحضور کو ان کے ارادوں کی خبر ہوئی تو آپ نے بھی تیاریاں شروع

کردیں۔ چونکہ اب اسلام کو یہودیوں کا ہی خطرہ باقی رہ گیا تھا اس لیئے آپ اس خطرے کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے مٹانے کو تیار ہو گئے"!

خیبر مدینہ سے دو سو میل کے فاصلے پر واقع تھا اور چونکہ یہودیوں نے مدینہ کے منافقوں کو بھی اپنا شریک بنا لیا تھا اور وہی مسلمانوں کی جاسوسی کر کے ان کی نقل و حرکت کی خبریں یہودیوں کو پہنچا رہے تھے اس لیئے یہودی دو سو میل کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے مسلمانوں کے ذرا ذرا سے حال سے خبردار تھے۔

جب کہ مسلمان جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے تو ایک روز ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا"!

یا رسول اللہ! میرا نام ابو بصیرؓ ہے مکہ کا رہنے والا ہوں مسلمان ہو گیا ہوں اہل قریش نے مجھ پر اس قدر سختیاں کی ہیں کہ میں تنگ آ کر بھاگ آیا ہوں اور حضورؐ سے پناہ لینے کے لیئے آیا ہوں:۔

آپ کا چہرہ قدرے پژمردہ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ابو بصیرؓ! تم مکہ والوں کی منشا کے خلاف یہاں آئے ہو اگر انھوں نے صلحنامہ کی بنا پر تم کو طلب کیا تو کیا ہو گا؟

ابو بصیرؓ نے کہا حضور خدا کے لیئے آپ مجھے ان کے سپرد نہ کریں ورنہ وہ یقیناً مجھے مار ڈالیں گے"!

آپؐ نے فرمایا! مگر ہم وفائے عہد کی وجہ سے مجبور ہیں"!

ابھی ابو بصیر کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ دو اعرابی حاضر ہوئے ان کی شان

کہہ رہی تھی کہ وہ سفر کئے چلے آ رہے ہیں۔ انھوں نے آنحضور صلعم کے قریب آ کر سلام کیا اور ان میں سے ایک شخص نے کہا'' !

حضور ہم مکہ کے رہنے والے ہیں اہل قریش کے قاصد ہیں۔ یہ شخص ابوبصیرؓ مکہ سے بھاگ آیا ہے ہم اسے لینے کے لئے آئے ہیں۔ عہد نامہ کے بموجب آپ اسے ہمارے حوالے کریں!

آنحضور صلعم نے فرمایا! اچھا ٹھہرو ہم ابوبصیرؓ کو تمھارے ساتھ روانہ کردیں گے

ابوبصیرؓ کا چہرہ فق ہوگیا۔ مکہ کے قاصدوں نے کہا حضور ہم کو قیام کرنے کا حکم نہیں ہے ہم تو اسی وقت واپس لوٹتا ہے :۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ اچھا! جیسے تمھاری منشاء ابوبصیرؓ! تم ان دونوں کے ساتھ مکہ واپس جاؤ :۔

ابوبصیرؓ نے کہا حضور اکرم میں پناہ لینے کے خیال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے ان درندہ صفت وحشیوں کے سپرد نہ فرمایئے۔

آنحضور صلعم نے فرمایا! نہیں ابوبصیر! ہم عہد نامہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اگرچہ مجھے اس بات کا سخت رنج و قلق ہے کہ میں ایک مسلمان کو کفار کی آغوش میں اس پر سختیاں کرنے کے لئے دے رہا ہوں۔ لیکن کیا کروں! مجبوری ہے مسلمانوں کے لئے ایفائے عہد ضروری ہے لہذا تم ان کے ساتھ جاؤ۔

ابوبصیرؓ نے آہ سرد کھینچی۔ اس کے چہرہ سے غم و حسرت کے آثار ظاہر ہوئے مگر اس نے ایک لفظ بھی نہ کہا فوراً مکہ کے دونوں قاصدوں کے ساتھ ہو لیا حضور اس وقت تک اسے دیکھتے رہے جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا

ابوبصیرؓ جانتا تھا کہ مکہ میں اس کی موت اسے کشاں کشاں لیے جارہی ہے لیکن کیا کرتا مجبور تھا۔ ذی الحلیفہ کے مقام تک وہ زیر حراست چلا آیا۔ جب اس مقام پر ان تینوں نے قیام کیا اور ایک صاف سے مقام پر بیٹھ گئے تو ابوبصیرؓ نے قاصدوں سے دریافت کیا! دوستو! تم کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ پر الزام بغاوت لگا کر مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں گے کیا تم قومی حق اور انسانی ہمدردی کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے آزاد کر سکتے ہو؟ دونوں نے بگڑ کر کہا!

"ہم اور کسی مسلمان سے ہمدردی کریں! بیوقوف! ہم تو وہ ہیں کہ اگر ہمارا قابو چلے تو ہم تمام مسلمانوں کو قتل کر ڈالیں سُن تیرا ایک ایک عضو کاٹ کر تجھے تڑپا تڑپا کر مارا جائے گا۔ ابوبصیرؓ نے کہا! اگر خدا کو یہی منظور ہے تو چارہ ہی کیا ہے"!

قاصدوں میں سے ایک شخص نے کہا۔ ابوبصیرؓ تو نے دیکھا کہ مسلمانوں نے تیری کچھ بھی مدد نہ کی۔ خود رسول خدا نے تجھے ہمارے حوالے کر دیا۔ بیوقوف جن لوگوں کے بھروسہ پر تو مسلمان ہوا اپنا آبائی مذہب چھوڑا۔ انھوں نے تجھے موت کی آغوش میں ڈھکیل دیا۔ کیوں نہیں تو اسلام چھوڑ دیتا:—

ابوبصیرؓ نے کہا اسلام چھوڑ دوں۔ یہ غیر ممکن ہے اسلام میری رگ رگ میں سرایت کر گیا ہے آنحضورؐ صلعم جو وعدہ جس شخص سے کر لیتے ہیں اُسے پورا کرتے ہیں ایفائے عہد کا انھیں بڑا خیال ہے مجھے ان کی طرف سے کوئی ملال نہیں ہے نہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی شکوہ ہے اسلام میں جس قدر سختیاں مجھ پر نازل ہوں گی برداشت کروں گا! قاصد بولا احمق اس سے کیا فائدہ۔ ابوبصیرؓ نے کہا محض خدا کی خوشنودی اور نجات کی آرزو مدنظر ہے!

قاصد نے کہا بس تو اس آرزو کو سینہ میں مقفل رکھ کر قبر کے تاریک تر گوشہ میں لے جانا! ابوبصیرؓ نے کہا یہی میری خواہش ہے ابوبصیرؓ کہتے تھے قاصدوں کے پاس تلواریں تھیں۔ ابوبصیرؓ نے ایک قاصد سے کہا کیا آپ نے نئی تلوار لی ہے؟ قاصد نے کہا میں نے نہیں لی۔ مجھے عکرمہ نے دی ہے بہایت اچھی تلوار ہے! یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے نکالی اور ابوبصیرؓ کو دیکر کہا۔ دیکھو کیسی عمدہ تلوار ہے؟

ابوبصیرؓ نے تلوار دیکھی۔ تعریف کی۔ دفعتاً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ قدرت نے تلوار اس کے ہاتھ میں پہنچا دی ہے۔ اب اس سے کام لینا اسکے اختیار میں ہے۔

اس نے جلدی سے ایک قاصد پر حملہ کیا اتنے میں کہ قاصد ہوشیار ہو اس کا سرتن سے جدا ہو گیا۔ دوسرا قاصد یہ کیفیت دیکھکر حیران رہ گیا گھبرا کر اٹھا بھاگا اور سیدھا مدینے کی طرف ہو لیا۔ ابوبصیرؓ اس کے پیچھے دوڑے دونوں آگے پیچھے دوڑتے ہوئے مدینہ میں پہنچے۔ بدحواس قاصد بھاگتا ہوا آنحضورؐ صلعم کے پاس پہنچا اور بلند آواز سے گویا ہوا حضورؐ مجھے بچائیے!

آنحضورؐ نے قاصد کو دیکھا۔ قاصد کے پیچھے ہی ابوبصیرؓ شمشیر برہنہ پہنچا حضورؐ نے فرمایا ابوبصیرؓ ٹھہرو یہ تم کیا کر رہے ہو؟ ابوبصیرؓ نے کہا حضورؐ آپ نے پابندی عہد کرتے ہوئے مجھے ان مشرکوں کے سپرد کر دیا تھا لیکن میرے خدا نے پھر کر دیا آنحضورؐ نے فرمایا لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ ابوبصیرؓ نے کہا بہت خوب! میں حضور سے رخصت ہوتا ہوں! یہ کہتے ہی وہ چل دیا قاصد یہ تمام و کمال واقعہ

---

[1] ابوبصیر مدینہ سے چل کر سمندر کے قریب مقام عیص میں مقیم ہو گئے ابوجندل بھی (مع ۷۰ آدمی)

مشرکین مکہ کو سنانے کے لئے مکہ روانہ ہو گیا! ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضور اکرمؐ خیبر پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ چند دنوں میں تیاریاں مکمل ہو گئیں حضورؐ نے سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے خود بنارہ سو مجاہدین جفا کش کے ساتھ خیبر کی طرف کوچ کیا۔ اس مرتبہ اس لشکر میں دو سو سوار تھے لشکر اسلام نہایت شان اور دبدبہ سے روانہ ہوا۔ چونکہ یہودیوں کو دم بدم کی خبریں پہنچ رہی تھیں اس لئے لشکر اسلام کی روانگی کا حال بھی معلوم ہو گیا:۔

خیبر میں یہودیوں کے چند قلعے تھے تمام قلعوں کی مرمت شروع کرا دی گئی تھی اور ایک زبردست لشکر مقابلہ کے لئے فراہم کر لیا گیا۔ یہودیوں میں مرحب اور یاسر دو زبردست جنگجو۔ آزمودہ کار بہادر سردار تھے! تمام عرب میں ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ تمام یہودیوں کو ان کی دلیری پر ناز تھا لشکر کے سالار اعظم وہی قرار دئے گئے تھے پہلے تو یہودیوں کا خود ہی مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ تھا لیکن جب انھوں نے لشکر اسلام کے آنے کی خبر سنی تو درّہ خیبر میں مقابلہ کے لئے تیار ہو بیٹھے

ان کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد جو شخص مکہ سے مسلمان ہوتا بھاگ کر ابو بصیر کے گروہ میں شامل ہو جاتا رفتہ رفتہ ان کا زبردست گروہ ہو گیا اور انھوں نے قریش کے ان قافلوں پر چھاپے مارنے شروع کئے جو ملک شام میں جاتے تھے قریش اس گروہ سے اس قدر تنگ ہو گئے کہ انھوں نے عاجز آ کر آنحضورؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم اپنی خوشی سے چھٹی شرط کو منسوخ قرار دیتے ہیں اب جو شخص مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا ہم اُسے واپس نہ لیں گے آپ عیص والے مسلمانوں کو مدینہ میں اپنے پاس بلا لیں آپؐ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرما لیا اور ابو بصیرؓ کے گروہ کو اپنے پاس بلا لیا اس طرح سے جو شرط قریش نے لگی تھی خود ہی اُسے منسوخ کرا دیا!"

(صادق صدیقی)

ایک روز جب کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا یہودیوں نے اسلامی لشکر کو آتے دیکھا۔ اسلامی علم آفتاب کی سنہری شعاعوں میں اٹھکھیلیاں کرتے ہوئے نہایت شان سے بڑھے چلے آرہے تھے:۔

یہودی اپنے قلعوں سے باہر کھلے میدان میں فروکش تھے اسلامی لشکر اس لشکر کے عین سامنے ایک میل کے فاصلے پر آکر رک گیا۔ چونکہ اب آفتاب غروب ہوگیا تھا۔ اس لئے مجاہدین نے خیمے نصب کئے۔ نماز پڑھی اور آگ جلاکر کھانے پکانے کا انتظام کرنے لگے۔ مسلمانوں نے اس طرح سے اپنے لشکر کو فروکش کیا کہ وہ اصل تعداد سے دوگنا معلوم ہونے لگا:۔

تمام لشکر میں ہر خیمے کے سامنے آگ روشن کردی گئی۔ یہودیوں کے لشکر میں بھی جگہ بجگہ آگ جل رہی تھی۔ دونوں لشکر رات بھر ہتھیار صیقل کرتے رہے فریقین نے طلایہ گرد دستے مقرر کردئیے تھے اور وہ بغرض حفاظت رات بھر لشکر کے گرد چکر لگاتے اور ہوشیار باش کی صدائیں بلند کرتے رہے:۔

صبح سویرے مسلمان بیدار ہوئے حضرت بلالؓ نے اپنی ترنم ریز بلند آواز سے اذان دی۔ اذان کی آواز خیبر کی پہاڑیوں اور قلعوں سے ٹکرا کر گونجی۔ ایک عجیب کیفیت آگئی سماں بندھ گیا اذان کی آواز سنتے ہی تمام مسلمان اٹھ بیٹھے۔

حوائج ضروری سے فراغت کرکے نماز پڑھی اور آفتاب طلوع ہونے سے قبل ہی میدان جنگ میں نکل کر صف بستہ ہوگئے۔ یہودی بھی مسلح ہوکر صف آرا ہوگئے دونوں لشکر میں فراخ کا وسیع میدان درمیان میں چھوڑکر آمنے سامنے کھڑے ہوئے جب آفتاب کی پہلی کرن رقص کرتے ہوئے سبزہ زار پر پڑی تو یہودیوں

نے طبل جنگ بجایا اور یہودیوں کے دونوں سردار مرحب اور یاسر گھوڑے دوڑا کر میدان میں نکلے۔

ان کی شان سے ظاہر تھا کہ وہ بڑے بہادر اور کمال جنگجو ہیں انھوں نے میدان میں آتے ہی پکارا۔ اے اجل رسیدہ مسلمانو! ہمارے مقابلہ کے لیے سب سے بہادر لوگوں کو بھیجو۔ اگرچہ ان کے مقابلہ کے لیئے ہر مسلمان آمادہ تھا۔ لیکن مسلمانوں میں یہ جنگی قانون تھا کہ جب تک لشکر کا سردار کسی طرف اشارہ نہ کرتا کوئی مقابلہ کے لیئے نہ بڑھ سکتا تھا۔ اسی طرح سے جنگ مغلوبہ کے وقت بھی جب تک سردار تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ نہ لگاتا عام حملہ نہ ہو سکتا تھا:۔

اس لشکر کے سردار خود آنحضورؐ تھے مسلمان ان کی طرف دیکھتے تھے مجاہدین کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص اس بات کا متمنی تھا کہ آنحضورؐ مجھ کو اجازت دیں۔ آنحضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی یہ ہر دو بزرگ خوش ہو کر بڑھے اور گھوڑوں کو اڑا کر میدان جنگ میں پہنچے:۔

فوراً حضرت علی کرم اللہ نے مرحب سے اور حضرت زبیرؓ یاسر کے مقابلے پر جا ڈٹے۔ مرحب نے حضرت علی کرم اللہ کو دیکھا اور اس نے کہا میرے مقابلہ کے لیئے آپ آئے ہیں آپ واپس جایئے اور کسی آزمودہ کار بہادر کو بھیجیے:۔

حضرت علی کرم اللہ نوجوان اور پستہ قد تھے اس لیئے مرحب نے خیال کیا کہ وہ بہادر اور آزمودہ کار نہیں ہیں۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ نے اپنی بے نظیر شجاعت اور عدیم المثال آزمودہ کاری کی وجہ سے دربار رسالت سے شیر خدا کا مفخر خطاب حاصل کر لیا تھا وہ جب اور جس معرکہ میں نبرد آزما ہوئے دشمنوں پر اپنی بہادری کا سکہ جما کر لوٹے

مرحب کی گفتگو سن کر مسکرائے آپ نے فرمایا! مرحب میری نوجوانی پر نہ جاؤ میں متعدد معرکے سر کر چکا ہوں بڑے بڑے بہادروں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ ہنگام وغا تم میری آزمودہ کاری اور بہادری کے قائل ہو جاؤ گے!

مرحب نے کہا۔ اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو آؤ۔ یہ کہتے ہی اس نے تلوار نکالی حضرت علی کرم اللہ نے بھی تلوار میان سے کھینچی۔ مرحب نے گھوڑا بڑھا کر حضرت علی کرم اللہ پر حملہ کیا حضرت علی کرم اللہ بھی گھوڑے پر سوار تھے آپ نے نہایت تجربہ کاروں کی طرح اس کے وار کو ڈھال پر روکا۔ مرحب اپنا وار خالی جاتے دیکھکر برافروختہ ہو گیا۔ آج تک اسے موقعہ ہی نہ آیا تھا کہ اس نے کسی پر حملہ کیا ہو اور اس کی خارا شگاف تلوار نے دشمن کو کاٹ کر نہ ڈال دیا ہو۔ لہذا اس نے طیش سے بھر کر پھر حملہ کیا حضرت علی کرم اللہ نے اس کا یہ حملہ بھی رد کر دیا حضرت علی کرم اللہ اس شان سے کھڑے تھے گویا کہ وہ مرحب کو کھلا رہے تھے یا اسے فنون حرب سکھا رہے تھے مرحب کو پھر غصہ آیا۔ اس مرتبہ اس نے پورے جوش اور پوری قوت سے حملہ کیا:۔

حضرت علی کرم اللہ نے اپنی برق وش تلوار پر اس کی تلوار روکی اور ذرا سا اشارہ کر کے اس کی تلوار توڑ دی۔ مرحب گھبرا گیا اس نے جلدی سے گھوڑا پیچھے ہٹایا حضرت علی کرم اللہ مسکرائے اگر وہ چاہتے تو مرحب پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالتے مگر شیر خدا نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ نہتے دشمن پر وار کر کے اسے قتل کر ڈالا جائے لہذا آپ نے فرمایا مرحب ڈرو نہیں تم دوسری تلوار نکال لو"!

مرحب نے مشکورانہ نظروں سے حضرت علی کرم اللہ کو دیکھ کر کہا آپ کا شکریہ میدان جنگ میں کوئی بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسی مہربانی کا سلوک نہیں کر سکتا۔ یہ

کہتے ہوئے اس نے دوسری تلوار نکال لی اور بڑھ کر حضرت علی کرم اللہ پر حملہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ نے بائیں ہاتھ میں ڈھال لیکر ڈھال پر تلوار روکی اور بڑی پھرتی کے ساتھ برق بار تلوار سے اس پر حملہ کیا"!

مرحب کی آنکھیں جھپک گئیں۔ تلوار اس کے شانے پر پڑی اگرچہ وہ زرہ پہنے تھا۔ خود اوڑھے تھا۔ خود اور زرہ میں گردن کی حفاظت کے لئے ایک چاندی کی زنجیروں کا جال پڑا تھا۔ مگر تلوار زنجیروں کو کاٹ کر ایک انچہ کے قریب شانے کو مجروح کرتے ہوئے نکل گئی:۔

مرحب کے شانہ سے خون کا فوارہ اُبلنے لگا موت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ وہ ایک دم گھوڑا لوٹا کر بھاگا۔ حضرت علی کرم اللہ نے جلدی سے تلوار میان میں ڈالی اور اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا"!

اگرچہ مرحب سرپٹ گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا اور کسی قدر فاصلے پر نکل گیا تھا۔ مگر حضرت علی کرم اللہ کا گھوڑا ایسا تیز دوڑا کہ چشم زدن میں مرحب کے گھوڑے کے برابر پہنچ گیا:۔

حضرت علی کرم اللہ نے برابر جا کر مرحب کی کمر پکڑی اور زور سے دبایا۔ مرحب کو ایسا معلوم ہوا جیسے پنجہ موت اس کی کمر پر آپڑا۔ اس کا چہرہ فرط خوف سے زرد پڑ گیا۔ دونوں گھوڑے برابر برابر تیز دوڑ رہے تھے:۔

حضرت علی کرم اللہ نے اللہ اللہ کا نعرہ لگا کر مرحب کو کھینچا۔ اتفاق سے اس کے دونوں پاؤں رکابوں میں سے نکل گئے حضرت علی کرم اللہ نے اسے کھینچ کر اُٹھایا اور چرخ دے کر زمین پر دے پٹخا۔ اس کا گھوڑا بغیر مرکب کے سرپٹ دوڑا

چلا گیا۔ زمین پر گرتے ہی مرحب کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں:۔

حضرت علی کرم اللہ نے اپنا گھوڑا روکا۔ رکتے رکتے بھی گھوڑا دور نکل گیا۔ جب وہ واپس لوٹ کر مرحب کے پاس پہنچے تو اسے مردہ پایا۔ آپ آہستہ آہستہ میدان جنگ کی طرف چلے جس عرصہ میں حضرت علی کرم اللہ اور مرحب کی جنگ ہو رہی تھی حضرت زبیرؓ یاسر سے لڑ رہے تھے:۔

یاسر بھی بڑا آزمودہ کار اور بہادر تھا۔ وہ نہایت ہوشیاری اور تجربہ کاری سے لڑ رہا تھا۔ اس نے موقعہ پا کر حضرت زبیرؓ کے شانے پر وار کیا۔ حضرت زبیرؓ نے بڑی پھرتی سے اس کا وار روکا اور فوراً ہی اپنا وار بھی کر دیا:۔

یاسر اس اچانک حملہ سے خبردار نہ تھا۔ تلوار اس کے سر پر پڑی اور برابر کی دو پھانکیں بناتے ہوئے حلق تک اتر گئی وہ زور سے کانپا اور بغیر آہ کئے زمین پر گر پڑا۔

اس کا گھوڑا بھی خوفزدہ ہو کر لرزا اور بھاگنے کے لئے بڑھا حضرت زبیرؓ نے جلدی سے بڑھ کر اس کی لگام کی باگ پکڑ لی اور اسے قابو میں کیا۔ اپنا گھوڑا چھوڑ دیا اور جلدی سے اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے:۔

ان کا دادا گھوڑا لشکر اسلام کی طرف روانہ ہو گیا جب یہودیوں نے دیکھا کہ ان کے دونوں سردار مارے گئے تو انھیں بڑا طیش و طرارہ آیا۔ تمام لشکر نے تیزی سے مسلمانوں کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ ان کے میمنہ میسرہ اور قلب کو حرکت ہوئی تو آنحضورؐ نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر عام حملہ کا حکم دے دیا مسلمانوں کے میمنہ پر حضرت عمرؓ۔ میسرہ پر حضرت صدیق اکبرؓ اور قلب میں حضرت سعدؓ بن معاذ سپہ سالار تھے ان تینوں بزرگوں نے اپنے اپنے دستوں کو بڑھایا مسلمانوں کی شکل

تعداد پندرہ سو تھی۔ یہودیوں کا لشکر دس ہزار کے قریب تھا۔

پھر ان کا ہر سپاہی زرہ بکتر پہنے تھا۔ ہتھیار لگائے اور بچی بنا ہوا تھا! مسلمانوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی زرہ نہ تھی نہ پورے ہتھیار تھے کسی کے پاس نیزہ تھا تو کسی کے پاس تلوار تھی! الغرض یہودیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کوئی حقیقت نہ تھی:۔

اس وجہ سے یہودی سمجھ رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کو کچل کر رکھ دیں گے لیکن مسلمانوں میں ایسی جرأت اور استقلال تھا جو دوسری قوم میں نہ تھا۔ وہ خدا کے بھروسہ پر بڑھ رہے تھے:۔

یہودیوں کے لشکر نے سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ اور حضرت زبیرؓ کو نرغہ میں لے لیا۔ یہ دونوں بزرگ ایک جگہ مل کر کھڑے ہو گئے تھے ہر طرف سے ان دونوں پر تلواروں کی بارش ہونے لگی"!

دونوں شیر دل مسلمان یہودیوں پر ٹوٹ پڑے دونوں نے گھوڑوں کی باگیں ملا کر پُر زور حملہ کر دیا۔ جوان دونوں ہی کے شایان شان تھا۔ دونوں کی برق وش تلواروں نے یہودیوں کے ٹکڑے کرنے شروع کر دیئے:۔

یہودی بڑے جوش اور بڑے طیش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے لیکن جو شخص بھی ان دونوں کے قریب پہنچ جاتا تھا وہ اُسے موت کی آغوش میں پہنچا دیتے تھے

یہودیوں کے لشکر کا سیلاب اب بھی برابر بڑھتا رہا۔ ادھر مسلمان بڑھے چلے آ رہے تھے۔ آخر دونوں لشکروں کا تصادم ہو گیا۔ تلواریں میانوں سے کھنچ گئی تھیں۔ صاف درخشاں تلواریں آفتاب کی شعاعوں سے جگمگا اٹھیں

انسانوں کے اوپر ٹوٹیں اور دور تک تلواروں کی باڑھ قائم نظر آنے لگی جنگ شروع ہوگئی۔ سرفروش نہایت جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ آبدار تلواریں اور خون آشام تیز سے سر و تن کے فیصلے کرنے لگے:۔

توی نعروں۔ تلواروں کی جھنکاروں اور زخمیوں کے شور و غل سے میدان جنگ گونج رہا تھا۔ یہودی زیادہ تھے اس لیے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو بھی ان کے محاذ میں پھیلنا پڑا۔ حد نگاہ تک متخاصمین پھیلے ہوئے لڑتے نظر آ رہے تھے۔ خون آشام تلواریں جلد جلد اٹھ رہی تھیں اور موت بڑی سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی:۔

انسانوں میں باڑھ لگ گیا تھا۔ جانباز بہادر کٹ کٹ کر گر رہے تھے زخمی چیخ رہے تھے۔ سردار بلند آواز سے سپاہیوں کے دل بڑھا رہے تھے خون آشام یا قیامت خیز جنگ ہو رہی تھی:۔

متخاصمین جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے ایک فریق دوسرے فریق کی صفوں میں جا گھسا تھا۔ ترتیب و نظام قائم نہ رہا تھا صفیں ٹوٹ گئی تھیں یہودی مسلمانوں میں اور مسلمان یہودیوں میں مخلوط ہو گئے تھے:۔

میمنہ میں حضرت عمرؓ اور میسرہ میں حضرت صدیقؓ نہایت دلیری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس طرف حملہ کرتے پرے کے پرے صاف کر دیتے اور صفوں کی صفیں الٹ دیتے:۔

اگرچہ یہودی بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے مگر مسلمانوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ جاتی تھی۔ جو شخص بھی کسی مسلمان پر حملہ کرتا اُسے

واپس لوٹنا نصیب نہ ہوتا:۔
جس مسلمان پر جو شخص حملہ کرتا وہی اس کا حملہ روک کر اُسے قتل کر ڈالتا جا بجا لاشیں پڑی تھیں اور زخمی پڑے دم توڑ رہے تھے۔ ہاتھ پاؤں اور سروں کے انبار لگے ہوئے تھے:۔
خون پانی کی طرح سے بہہ رہا تھا۔ مرنے والوں کے ہتھیار بکھرے پڑے تھے۔ میدان جنگ نہایت مہیب ہو گیا تھا:۔
سعد بن معاذ رضؓ قلب میں تھے انھوں نے جوش میں آکر حملہ کیا یہودیوں کو مارتے کاٹتے ہوئے بڑھے مسلمان ان کے ساتھ چلے اس جوش سے چلے کہ یہودی پیچھے ہٹنے لگے"!
ادھر حضرت عمر رضؓ نے میمنہ سے اور حضرت صدیق رضؓ نے میسرہ سے دبایا تو یہودیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے۔ یہودی سرداروں نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنے سپاہیوں کو غیرت دلائی"!
یہودی رُکے سنبھلے اور پھر ڈٹ گئے نہایت جانبازی سے لڑنے لگے یہودیوں کے پسپا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے:۔
انھوں نے بڑھ کر نہایت پُرجوش حملہ کیا۔ ہر طرف خون آلود تلواریں بلند ہو ہو کر ان پر ٹوٹیں اور جلدی جلدی سر دتن کے فیصلے کرنے لگیں۔ دم کے دم میں یہودیوں کی صفیں کٹ کٹ کر گرنے لگیں"!
یہ کیفیت دیکھ کر یہودیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ گھبرا کر لوٹے اور بڑی بدحواسی سے قلعوں کی طرف بھاگے حضرت علی کرم اللہ اور حضرت زبیر رضؓ

اب تک بڑی جوانمردی اور نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے"!

انھوں نے اپنے ارد گرد کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے۔ یہودیوں کو بھاگتے دیکھ کر وہ ان کے تعاقب میں دوڑے اور بھاگنے والوں کو قتل کر کر کے زمین پر گراتے چلے گئے:۔

تمام مسلمانوں نے بھی یہودیوں کا تعاقب کیا اور مارتے کاٹتے قلعہ صعب تک لگے چلے گئے۔ قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہودی دوڑ دوڑ کر بڑی بے صبری اور بدحواسی سے قلعہ میں داخل ہو رہے تھے"!

چونکہ دروازہ تنگ تھا اور یہودی زیادہ تھے اور ہر شخص جان بچا کر قلعہ میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا اس لئے بڑی افراتفری پڑی ہوئی تھی چونکہ مسلمان تعاقب کئے چلے آ رہے تھے اس لئے فصیل پر کھڑے ہوئے یہودیوں نے مسلمانوں پر سنگباری اور تیر افگنی شروع کر دی۔ اس وجہ سے مسلمان فصیل سے کچھ فاصلے پر آ کر رُک گئے:۔

یہودیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا۔ وہ نہایت تیزی سے قلعہ میں داخل ہونے لگے۔ دیر تک ان کا تانتا لگا رہا۔ جب آخری یہودی بھی قلعہ میں داخل ہو گیا تو قلعہ کا دروازہ بند کر لیا گیا"!

چونکہ اب شام ہو گئی تھی اس لئے مسلمانوں نے فوراً ہی قلعہ کا محاصرہ نہ کیا بلکہ وہ اپنے جائے قیام کی طرف لوٹ گئے:۔

چودھواں باب

"خیبر کی فتح"

یہودیوں کو اپنی کثرت پر زعم تھا۔ طاقت پر ناز تھا اس لئے وہ میدان کارزار میں نکل کر صف آرا ہوئے تھے۔ انھیں جاسوسوں کے ذریعے سے معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد کل ڈیڑھ ہزار ہے۔ اس تعداد میں ضعیف و کمزور اور نوجوان و ناتجربہ کار بھی شامل ہیں پھر وہ پورے طور پر مسلح بھی نہیں"!

یہودیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ ان دس ہزار میں تقریباً تین ہزار آہن پوش تھے۔ سامان حرب کی بھی کمی نہ تھی۔ انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں کو پامال کر ڈالنا معمولی بات ہے۔ فتح بدر کے بعد انھوں نے مسلمانوں کو طعنہ بھی دیا تھا کہ قریش مکہ کو شکست دینے سے بہادر نہیں کہلا سکتے۔ جس روز یہودیوں پر فتح پالیں گے اس وقت بہادر کہلانے کے مستحق ہوں گے"!

چونکہ مسلمان مفلس تھے۔ دونوں وقت میں صرف ایک وقت ہی کھانا ملتا تھا اس لئے نحیف و ناتواں معلوم ہوتے تھے اسی وجہ سے یہودی انھیں ناچیز سمجھتے تھے۔ مگر جب ان سے مقابلہ ہوا اور ان کے دو نامور سردار

مرحب یاسر مارے گئے اور بہت سے یہودی کام آئے تو ان کی آنکھیں کھلیں:۔
غرور و نخوت کا پردہ اُٹھا اور وہ مسلمانوں کے جوش و قوت کے قائل
ہو گئے یہودیوں کو شکست ہوئی اور کھلی ہوئی شکست۔ ایسی شکست کہ وہ سرپر
پاؤں رکھ کر ایسے بھاگے کہ اپنے مُردوں کو ٹھکانے لگاتے زخمیوں کو بھی میدان
کارزار سے اُٹھا کر نہ لے جا سکے بزدلوں کی طرح بھاگے اور قلعہ میں محصور ہو گئے:۔

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خیبر میں یہودیوں کے چھ قلعے تھے ایک نطارہ۔
دوسرا انشق۔ تیسرا قموص۔ چوتھا ناعم۔ پانچواں وطیح اور چھٹا صعب یہ سب
قلعے قریب ہی واقع تھے۔ قلعہ صعب ایسی جگہ واقع تھا کہ اس
سے تمام قلعوں کو امداد پہنچتی تھی۔ مگر سب سے زیادہ مضبوط اور ناقابل
تسخیر قلعہ قموص تھا:۔

مسلمانوں نے رات کو اپنی قیام گاہ پر قیام کیا۔ نہایت اطمینان سے
ساری رات آرام کرتے رہے صبح سویرے بیدار ہو کر صبح کی نماز پڑھی اور
قلعہ نطارہ کی طرف چلے۔ یہودی کچھ ایسے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو قلعہ کی
طرف آتے دیکھ کر بھاگے اور قلعہ قموص میں جا کر پناہ گزیں ہوئے:۔

مسلمانوں نے بڑھ کر قلعہ نطارہ پر قبضہ کر لیا اس قلعہ میں غلہ کے انبار لگے
ہوئے تھے۔ شراب کے پیپوں کے پیپے بھرے رکھے تھے فوراً ہی آنحضورؐ
پر وحی نازل ہوئی کہ شراب گرا دو یہ مسلمانوں پر حرام کر دی گئی ہے آپ نے تمام
شراب موریوں میں ڈلوا دی اور فرمایا کہ مسلمانو! ہم پر شراب حرام کر دی گئی
ہے۔ جو دنیا میں شراب پئے گا وہ قیامت کے روز حوض کوثر کے پانی سے

محروم رہے گا۔ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ فرشتے اُسے کھولتا ہوا پانی پلائیں گے جس سے حلق اور آنتیں جل اُٹھیں گی۔ اس کے منہ سے اس قدر تعفن آئیگا کہ دوزخ کے فرشتے بھی اس سے نفرت کریں گے۔ اب جو مسلمان شراب پئے گا اس کے اسّی درّے مارو اور اگر کوئی مسلمان نادانستگی میں شراب پی لے یا کوئی عادی شرابی توبہ کرلے تو خدا اس کا قصور معاف کر دیتا ہے لیکن جو آدمی توبہ کر کے توبہ شکنی کرے گا خدا اس سے بیزار ہو جائے گا:۔

مسلمانوں کو رسد کی بے حد ضرورت تھی۔ خدا نے کافی غلّہ دے دیا انھوں نے قلعہ نطارہ پر عمل و دخل کر کے قلعہ شق کی طرف کوچ کیا۔ شق کے یہودی دیکھ چکے تھے کہ اہل نطارہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے لہٰذا وہ بھی قلعہ میں نہ ٹھہر سکے۔ بدحواس ہو کر نکلے اور گھبرا کر قلعہ قموص میں جا گھسے اور مسلمانوں نے قلعہ شق پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ دو قلعے یکے بعد دیگرے بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ یہودیوں کو جرأت ہی نہ ہوئی کہ وہ کسی قلعہ میں ٹھہر کر مقابلہ کرتے۔ حالانکہ ان کی لاف زنیاں حد سے گذری ہوئی تھیں!

وہ مدینے پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے ان کا ارادہ تھا کہ جس طرح سے مسلمانوں نے اُنھیں مدینہ سے جلاوطن کیا تھا اسی طرح سے وہ مدینہ فتح کر کے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیں گے لیکن جب مسلمان ان پر حملہ آور ہوئے تو بجلی سی گری ان پر مسلمانوں کا ایسا رعب بیٹھ گیا کہ قلعہ پر قلعہ خالی کرتے چلے گئے دونوں متذکرہ بالا قلعوں میں ٹھہر کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چونکہ قلعہ حق میں داخل ہوتے وقت شام ہو گئی تھی اس لئے مسلمانوں نے اس شب

کو اسی قلعہ میں آرام کیا۔ دوسرے روز نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی قلعہ قموص کی طرف روانہ ہوگئے:۔

یہ قلعہ دونوں مفتوحہ قلعوں سے زیادہ مضبوط تھا اس قلعہ میں یہودیوں کے چیدہ چیدہ سردار اور آزمودہ کار سپاہی تھے کنانہ بن الربیع ان کا سردار اعظم تھا۔ اس نے فصیل پر چاروں طرف سپاہی متعین کر دیئے تھے سنگریزے اور تیروں کے گٹھے انبار در انبار ڈلوا دیئے تھے:۔

جب مسلمان قلعہ کے سامنے پہنچے تو وہ اس کی فلک نما مضبوط عمارت کو ہ پیکر برج اور رفیع الشان دروازے اور دروازوں پر موٹی موٹی آہنی چادروں سے منڈھے ہوئے کیواڑ دیکھ کر حیران رہ گئے:۔

یہ قلعہ نہایت بلند اور مضبوط تھا۔ چونے اور پتھروں سے بنایا گیا تھا کافی موٹے موٹے اور وزنی پتھر لگائے گئے تھے۔ پتھروں کو توڑ کر فصیل میں شگاف کرنا دشوار تھا:۔

اس کا صدر دروازہ سات فٹ اونچا تھا۔ لکڑی کے موٹے موٹے کیواڑ چڑھے ہوئے تھے جن پر لوہے کی ۲/۱ انچہ موٹی چادر منڈھی ہوئی تھی۔ کیواڑوں کا وزن سات من تھا۔ خیبر میں یہی ایک ایسا قلعہ تھا جس پر یہودیوں کو ناز تھا اور جسے وہ ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اس قلعہ کا دروازہ درۂ خیبر کہلاتا تھا:۔

اطراف و جوانب میں اس قلعہ اور قلعہ کے دروازہ کی شہرت تھی مسلمان صدر دروازہ کے سامنے تقریباً ایک میل لمبا میدان چھوڑ کر فروکش ہوگئے۔ اس روز مسلمانوں نے حملہ نہ کیا وہ قلعہ کو دیکھتے اسے تسخیر کرنے کی تدابیر سوچتے رہے

حضرت عمرؓ۔ حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت بلالؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ نے گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعہ کے چاروں طرف گشت کیا۔ لیکن کسی طرف کوئی موقعہ ایسا نظر نہ آیا جہاں سے قلعہ پر زد پڑ سکے:۔

اتفاق سے حضرت علی کرم اللہ کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں۔ وہ خیمہ سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ دھوپ کی چمک سے بچنے کے لئے آپ خیمہ ہی میں آرام فرمایا کرتے تھے:۔

اس روز مسلمانوں نے حملہ نہ کیا بلکہ تمام دن غور و تدبر کرنے میں صرف ہو گیا۔ دوسرے روز مسلمان مسلح ہو کر میدان میں نکلے اور صفیں مرتب کر کے آہستہ آہستہ قلعے کی طرف بڑھے:۔

یہودیوں نے مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا وہ بھی مستعد ہو گئے۔ مگر انھوں نے تیر اندازی یا سنگ باری شروع نہ کی۔ یہاں تک کہ مسلمان بالکل ان کے سامنے آ گئے اور فصیل تھوڑے ہی فاصلے پر رہ گئی:۔

مسلمانوں کو حیرت تھی کہ یہودی خاموش کیوں ہیں کیوں تیر اندازی شروع نہیں کرتے کیا وہ بغیر لڑے بھڑے قلعہ ہمارے سپرد کر دینے کا تہیہ کر چکے ہیں؟ مسلمان برابر آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے انسانوں کا سیلاب فصیل سے ٹکرانے کے لئے رواں تھا جب مسلمان بالکل ہی فصیل کے قریب پہنچ گئے تو یکایک پتھر کے ٹکڑوں اور تیروں کی بارش ان پر شروع ہو گئی۔ فصیل کے اوپر سے سنگریزے اور تیر اس کثرت سے آنے لگے آفتاب چمک ان کے نیچے چھپ گیا:۔

اس اچانک سنگ اندازی اور تیر افگنی نے مسلمانوں کی پیشقدمی روک دی انھوں نے ڈھالوں پر تیروں اور پتھروں کو روکنا شروع کر دیا۔ لیکن ہزار کوشش کرنے پر بھی وہ تیروں سے نہ بچ سکے:

متعدد مسلمان مجروح ہو گئے اکثر شدید ترین زخمی ہو گئے مگر اس قدر مجروح ہونے پر بھی ان کے قدم پیچھے نہ ہٹے۔ چونکہ پتھروں کے خاردار ٹکڑے اور پردار تیر نہایت شدت سے برس رہے تھے اس وجہ سے مسلمان آگے بھی نہ بڑھ سکتے تھے اور پیچھے ہٹنا بزدلی سمجھتے تھے اس لئے اسی جگہ کھڑے کمال جانبازی کے ساتھ تیروں اور پتھروں کو روک رہے تھے"!

حضرت عمرؓ ایک ہاتھ میں علم لئے دوسرے ہاتھ میں ڈھال پکڑے کھڑے سوچ رہے تھے دیکھ رہے تھے کہ مسلمان مجروح ہو رہے ہیں۔ آپ کو غصہ آ رہا تھا۔ جوش آ رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے طیش میں آ کر بڑھنا شروع کیا!

یہودیوں نے شور و غل کر کے اور بھی شدت سے تیر اندازی شروع کر دی۔ چونکہ حضرت عمرؓ بڑھ رہے تھے اس لئے ان کی معیت میں تمام مجاہدین اسلام بھی آہستہ آہستہ بڑھنے لگے تھے:۔

یہ بڑی جانبازی کا کام تھا۔ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جانا شیر دل انسانوں کا کام ہے مسلمانوں کا سیلاب دم بدم بڑھتا چلا جا رہا تھا یہودی شور و غل کر کے سنگریزے اور پتھر برسا رہے تھے:۔

تمام قلعہ! قلعے کے سامنے کا میدان گونج رہا تھا یہودی حیرت سے مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ چونکہ کثرت سے تیر اندازی اور

سنگ باری جاری تھی اس لئے مسلمانوں کو اس وقت تک ایک تیر بھی چلانے کی نوبت نہ آئی تھی۔ وہ اب تک تیروں کو روکتے رہے تھے!

آخر بڑھتے بڑھتے مسلمان قلعہ کی فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ انھوں نے فصیل کو نیزوں اور کدالوں سے توڑنے کی کوشش کی۔ مگر سنگلاخ فصیل ہزار کوشش کرنے پر بھی نہ ٹوٹی"!

یہاں تک کہ اسی جدوجہد میں شام ہوگئی۔ آفتاب حجلۂ مغرب میں چھپ گیا۔ اندھیرا پھیلنے کی وجہ سے مجبور ہو کر مسلمان واپس لوٹ گئے۔ سب سے پہلے انھوں نے نماز پڑھی اور پھر مجروحین کی مرہم پٹی شروع کردی"!

رات گذر کر جب دن نکلا تو مسلمان پھر مسلح ہوئے۔ آج حضرت صدیق رضی کو رایت اسلام دیا گیا۔ وہ جانباز مسلمانوں کا ایک دستہ لیکر بڑھے گذشتہ روز کی طرح آج بھی تمام دن دشمنوں کے تیر اور پتھر روکتے اور قدم قدم بڑھتے رہے یہاں تک کہ عصر کے وقت فصیل کے نیچے جا پہنچے:۔

آج حضرت صدیق رض نے صدر دروازے کے توڑنے کی کوشش کی مگر صدر دروازہ اس قدر مضبوط تھا کہ اس پر کوئی حربہ کارگر نہ ہوتا تھا بہت کچھ جدوجہد کرنے پر بھی ناکامی رہی"!

آخر دن چھپنے کے بعد مسلمان واپس لوٹے۔ آج بھی بہت سے مسلمان مجروح ہوگئے تھے۔ لہذا واپسی پر ان کے زخم دھو کر مرہم لگایا اور پٹیاں کس دی گئیں۔ تیسرے روز پھر مسلمان مسلح ہوئے:۔

آج حضرت عثمان رض کو اسلامی علم دیا گیا اور وہ نہایت جوش وخروش

سے چلے۔ بڑی جانبازی سے بڑھے اور عصر سے ذرا پہلے ہی فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ انھوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے بھی فصیل توڑنے کی کوشش کی مگر باوجود سعی بلیغ کے نیز کافی جدوجہد کے بھی فصیل کا ایک پتھر تک بھی نہ توڑ سکے لہذا مجبور ہو کر شام کو واپس لوٹ آئے"!

اس طرح سے یکے بعد دیگرے کئی سردار روزانہ حملہ آور ہوئے قلعہ کی فصیل تک پہنچے۔ فصیل اور دروازہ کے توڑنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی کامیاب و بامراد نہ ہو سکا:۔

آخر ایک شب کو جب مسلمان واپس لشکر گاہ میں پہنچے تو آنحضور صلعم نے فرمایا۔ کل میں اس شخص کو علم دوں گا۔ جو خدا کے حکم سے خیبر کے مشہور و معروف قلعہ قموص کو فتح کرکے خیبر شکن کا خطاب حاصل کرے گا!

تمام مسلمان اس مژدۂ فرحت بخش کو سن کر کمال مسرور و محظوظ ہوئے ہر شخص سوچنے لگا کہ وہ کون خوش قسمت ہستی ہے جسے کل علم دیا جائے گا اور جو اپنی بے نظیر شجاعت سے قلعہ فتح کرکے خیبر شکن کا قابل فخر لقب حاصل کرے گا:۔

ہر شخص جانتا تھا کہ جو کچھ آپ صلعم فرما دیتے ہیں وہ صحیح ہوتا ہے حضور نے فرما دیا ہے کہ کل قلعہ فتح ہوگا اس لیے اس کے فتح ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن کون فتح کرے گا کسے علم دیا جائے گا۔ اس بات کی کرید ہر شخص کے دل میں پیدا ہو گئی۔ تمام شب مسلمان اسی فکر و تردد میں رہے:۔

صبح جب نماز سے فارغ ہوئے تو مسلح ہو ہو کر کھڑے ہو گئے جب

آفتاب طلوع ہو کر کسی قدر اونچا ہو گیا اور اس کی طلائی کرنیں قلعہ کی فصیل اور درختوں کی چوٹیوں پر رقص کرنے لگیں تو آنحضور صلعم اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے ہر مسلمان نے اشتیاق واُمید افزا نظروں سے آنحضور صلعم کو دیکھا تمام لوگ خاموش کھڑے ہو کر گوش بر آواز ہو گئے:۔

تمام مسلمانوں پر شہر خموشاں کی سی خاموشی طاری تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ سب سے پہلے وہی سُنے!

چنانچہ آنحضور صلعم آہستہ آہستہ چل کر لشکر کے سامنے پہنچے اور آپ نے فرمایا۔ مسلمانو! آج علم اس شخص کو دیا جائے گا جو قلعہ فتح کرے گا۔ جس کا لقب "شاہ خیبر شکن" ہو گا۔ مسلمان ہمہ تن گوش بن گئے:۔

آنحضور صلعم نے فرمایا علی کرم اللہ کہاں ہیں؟ مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ خوش قسمت ہستی جس کی قسمت میں شاہ خیبر شکن کا معزز و مفخر لقب حاصل کرنا لکھا ہے حیدر کرار شاہ نامدار امیر علیہ السلام حضرت علی المرتضیٰ ہیں مگر تمام مسلمانوں کو یہ بات معلوم تھی کہ حضرت علی کرم اللہ کی آنکھیں آشوب کر آئی ہیں اور وہ کچھ ایسی دُکھ رہی تھیں کہ نہ آنکھیں کھلتی تھیں اور نہ کوئی چیز نظر آتی تھی۔ آپ خیمہ سے باہر نہ نکلتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! کرم وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں:۔

آنحضور صلعم نے فرمایا! انھیں میرے پاس لاؤ۔ چند مسلمان دوڑے گئے اور حضرت علی کرم اللہ کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور صلعم کے سامنے لائے آپؐ نے استفسار فرمایا۔ تمھارا کیا حال ہے علی کرم اللہ؟

حضرت علی کرم اللہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ کئی روز سے آشوب چشم کے مرض میں مبتلا ہوں۔ دھوپ کی چمک سخت تکلیف دیتی ہے ہر وقت آنکھیں بند کئے پڑا رہتا ہوں:۔

آنحضور صلعم نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کرم اللہ کی آنکھوں میں لگا کر ایک پٹی کس دی اور فرمایا علی کرم اللہ تمھاری آنکھیں انشاء اللہ ابھی اچھی ہو جائیں گی اور اس کے بعد پھر کبھی نہ دکھیں گی۔ خدا کے حکم سے تم کو سردی اور گرمی کبھی تکلیف نہ دے گی:۔

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ کبھی کسی موسم میں حضرت علی کرم اللہ کو سردی یا گرمی نے تکلیف نہ دی اور نہ آنکھیں دکھیں"!

تھوڑی دیر کے بعد آنحضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے حضرت علی کرم اللہ کی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کھول دی۔ اب جو دیکھا تو آشوب چشم کا نشان بھی نہ تھا آنکھیں بالکل اچھی تھیں:۔

مسلمان آنحضور صلعم کے اس معجزہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے حضرت علی کرم اللہ کو بڑی مسرت ہوئی۔ لہذا آپ نے بڑھ کر آنحضور صلعم کے ہاتھ کو فرط عقیدت سے بوسہ دیا:۔

اب آنحضور صلعم نے رایت اسلام اپنے ہاتھ میں لے کر حضرت علی کرم اللہ کو دیا اور فرمایا۔ اے اسد اللہ الغالب! خدا کا نام لے کر جاؤ اور قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر پھینک دو:۔

حضرت علی کرم اللہ نے پرچم اسلام اپنے ہاتھ میں لیکر پھریرا ہوا میں

اُڑا دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بڑے جوش و خروش اور شان و شکوہ سے بڑھنا شروع کیا۔

اسلامی لشکر کا ایک دستہ آپ کی معیت میں بڑھا جب آپ قلعہ کے قریب پہنچے تو کفار نے حسب دستور تیروں اور پتھر کے ٹکڑوں کی بارش شروع کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ نے فرمایا "!

اے شہادت کے طلبگارو! اے خدا سے ملنے کی آرزو رکھنے والو بغیر کسی جھجک اور خوف کے بڑھتے رہو۔ ہم سب شہید ہو کر جنت میں داخل ہونے کے متمنی ہیں اور جنت کا راستہ تلواروں کے سایہ میں سے ہو کر گذرتا ہے۔

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش کی لہر دوڑا دی وہ ڈھالوں پر تیروں اور پتھروں کے ٹکڑوں کو روکتے ہوئے نہایت بے خوفی اور جوش و غضب سے بڑھنے لگے!

یہودیوں نے تیر اندازی اور سنگباری میں انتہا کر دی اور اس قدر شور و غل مچایا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے لیکن مسلمانوں پر نہ ان کے شور و غل کا اثر ہوا اور نہ تیر اندازی اور سنگباری سے کسی قسم کی تاخیر ہوتے پائی۔ وہ نہایت ضبط و ترتیب سے بڑھتے رہے "!

یہودی مجاہدین اسلام کی جانبازانہ پیش قدمی دیکھ کر نہایت منتشر ہوئے انھوں نے تیر اندازی اور سنگباری میں مزید شدت سے کام لیا۔ دمامے۔ نقارے اور دوسرے باجے بجا بجا کر قلعہ سر پر اٹھالیا "!

مسلمان سر جھکائے۔ نظر کم جھکائے بڑے استقلال اور پامردی سے

بڑھ رہے تھے اگرچہ تیروں اور سنگریزوں کی بارش نے قدم قدم پر روکنا چاہا مگر وہ اللہ کے بندے مجروح و گھائل ہوتے پر بھی نہ رُکے برابر بڑھتے رہے۔
ان کی شان رفتار کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ قلعہ کے نیچے پہنچنے اور اس کی فصیل توڑ کر قلعہ میں داخل ہونے کا تہیہ کر چکے ہیں:۔

سب سے آگے شیر خدا حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ ایک ہاتھ میں علم اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لئے بڑے شان و دبدبہ سے بڑھ رہے تھے۔

آپ کے عقب میں اسلامی دستہ حرکت کر رہا تھا:۔

آخر بڑھتے بڑھتے مجاہدین اسلام کا یہ دستہ قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔
حضرت علی کرم اللہ صدر دروازہ کے سامنے جا کر رُکے انھوں نے سرسری نظر ڈال کر یہ معلوم کر لیا کہ فصیل جس قدر مضبوط ہے دروازے کا آہنی پھاٹک اس سے بھی زیادہ مضبوط ہے وہ چند منٹ پھاٹک کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ سوچتے رہے۔
بالآخر کافی غور و خوض کے بعد گھوڑے سے اُترے اور پھاٹک کے قریب پہنچے۔ انھوں نے مسلمانوں کو پھاٹک کے سامنے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ مسلمان پھاٹک کے ہر دو جوانب پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے:۔

اب علی مرتضیٰ نے آہن پوش پھاٹک کی موٹی موٹی سلاخیں پکڑیں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کیواڑوں کو اُبھارا۔

مسلمان تحیر و استعجاب آمیز نظروں سے ان کی اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ سب جانتے تھے کہ پھاٹک نہایت وزنی اور مضبوط ہے اس کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی غیر ممکن ہے!!

حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا نے درِ خیبر کو اُکھاڑ کر دونوں ہاتھوں سے اپنی طاقت سے جھنجھوڑا یا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر پھاٹک اُکھاڑا اور ساٹھ من پختہ وزن کے پھاٹک کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر چرخ دیا اور بیس فٹ کے فاصلے پر پھینک دیا:۔

تمام مسلمان۔ سارے یہودی آپ کی یہ طاقت یہ زورِ جوانی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ چونکہ حضرت علی مرتضیٰ ؑ نے زیادہ قوت سے کام لیا تھا اس وجہ سے آپ کا چہرۂ مبارک سُرخ ہو گیا تھا!

جب مسلمانوں کی حیرت دور ہوئی تو اُنھوں نے اللہ اکبر کا پُرزور نعرہ بلند کیا اس نعرہ سے قلعہ کی تمام فصیل لرز گئی۔ میدان جنگ کانپ اُٹھا اور یہودی گھبرا گئے۔ مسلمانوں نے جوش مسرت سے بے خود ہو کر نعرہ لگایا۔ شاہ درِ خیبر شکن زندہ باد۔ شیر خدا علی مرتضیٰ رضؓ پائندہ باد! اب در قلعہ وا ہو گیا تھا۔ یہودی جو اندر کی جانب دروازے کی حفاظت پر متعین تھے گھبرا کر پیچھے ہٹے:۔

شیر خدا اُٹھ کر چلے اور مسلمانوں کا دستہ بھی ان کے پیچھے چلا۔ یہودیوں نے شیران اسلام کو آتے دیکھا تو ان پر ہراس طاری ہو گیا اور جس قدر یہودی فصیل پر موجود تھے وہ جلدی جلدی نیچے اُترے اور تلواریں میانوں سے کھینچ کھینچ کر آمادۂ پیکار ہو گئے:۔

مسلمانوں نے بھی تلواریں علم کیں۔ بڑے جوش و خروش سے کھر کر بڑھے اور یہودیوں پر جا ڈٹے:۔

یہودی پہلے ہی سے تیار تھے۔ اس لئے فوراً جنگ شروع ہو گئی۔ انسان کٹ کٹ کر گرنے لگے:۔

ہاتھ پیر سر اور دھڑ ٹھوکریں کھانے لگے۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا اگر مسلمان جوش و غضب سے بھرے ہوئے تھے تو یہودی بھی غیظ اور غصہ کی حالت میں تھے"!

دونوں فریق کمال دلیری سے مصروف جدال و قتال ہو رہے تھے حضرت علی المرتضیٰ کی بے پناہ تلوار یہودیوں کے ٹکڑے کر کر کے ڈال رہی تھی۔ جو آپ کے سامنے آجاتا تھا یا جس پر آپ حملہ آور ہوتے تھے اسے بغیر قتل کئے نہ چھوڑتے تھے:۔

آپ داہنے بائیں آگے پیچھے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے یہودیوں پر آپ کا رعب طاری ہو گیا تھا اسی وجہ سے وہ آپ کے سامنے سے کترانے لگے تھے:۔

ہر مسلمان جوش شجاعت میں ڈوبا ہوا لڑ رہا تھا۔ مسلمانوں کی خون آشام تلواریں یہودیوں کے سر و تن کے فیصلے کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے نامور اور بہادر یہودی کام آچکے تھے:۔

کنانہ بن الربیع قلعہ قموص کا سردار تھا۔ وہ اور اس کی پریزاد بیوی صفیہ دونوں یہودی لشکر میں کھڑے ہوئے اپنے سپاہیوں کے دل بڑھا رہے تھے:۔

مگر یہودیوں کے حوصلے اور ہمتیں شکست ہو چکی تھیں وہ جوش و

غیرت دلانے پر بھی آگے نہ بڑھتے تھے"! مسلمانوں نے سنبھل کر ایک عام حملہ کیا۔ نہایت جوش اور پوری قوت سے حملہ کیا۔ یہودیوں نے مسلمانوں کے اس حملے کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر مجاہدین اسلام رُکنے اور پیچھے ہٹنے کے لئے نہ بڑھے تھے :-

لہٰذا اُنھوں نے بڑھ کر اور دبایا جس سے یہودیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ہر یہودی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنے اور چھپنے لگا :-

کنانہ بھی بھاگا اور اس کی پری زاد بیوی بھی بھاگی۔ سرداروں کے بھاگتے ہی یہودیوں کے بقیہ سپاہی بھی نہایت سراسیمگی سے بھاگ اُٹھے :-

مسلمان متفرق ہو کر تمام قلعہ میں پھیل گئے اور جو ان کے سامنے آیا اسی کو مار ڈالا اور جو بھی ذرا اُلجھا اسے موت کی آغوش میں پہنچا دیا گیا :-

اب یہودیوں نے ہتھیار پھینک دئے اور گریہ کناں امان! امان!! کی التجائیں کرنے لگے :-

یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علی مرتضیٰ نے فوراً جنگ بند کر کے یہودیوں کو گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ لہٰذا جنگ بند کر دی گئی :-

یہودی مرد۔ عورتیں اور بچے اسیر کئے جانے لگے جب کہ گرفتاری عمل میں آرہی تھی تو بہت سے یہودی اپنے زن و فرزند کو لے کر چپکے سے نکلے سے نکل گئے :-

تقریباً دو ہی گھنٹے میں تمام یہودی گرفتار کر لئے گئے اور ان کے ساتھ ہی صفیہ بھی گرفتار کر لی گئی :-

یہودیوں کو آج معلوم ہوا کہ ان کی نخلی فضول شیخی مسلمانوں کی عداوت اور بے جا حسد نے انھیں گرفتار بلا کرا دیا:۔

انھوں نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ خود مسلمانوں سے دشمنی مول لی۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر تیار کی اور خود ہی اس میں دفن ہو گئے۔

قیدی یہودی غم و حسرت میں ڈوبے ہوئے رحم و التجا بھری نظروں سے مسلمانوں کا منہ تک رہے تھے:۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے پچاس مسلمان قلعہ کے اندر چھوڑے اور بقیہ تمام مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے کر معہ یہودی قیدیوں کے چلے اور لشکر اسلام میں پہنچے۔ تمام مسلمانوں نے نہایت جوش اور بڑی مسرت سے ان کا استقبال کیا بلکہ خود آنحضورؐ نے کئی قدم چل کر استقبال کیا اور حضرت علی مرتضیٰؓ کو فتح پر مبارک باد دی"!

چونکہ اب رات آگئی تھی اس لیے مسلمانوں نے آرام کیا۔ قیدیوں کی حفاظت پر ایک دستہ متعین کر دیا گیا:۔

دوسرے روز جب کہ آفتاب طلوع ہو رہا تھا قلعہ صعب ناعم اور وطیح کے سربرآوردہ یہودی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے زراعت و باغات کی نصف پیداوار بطور خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے مصالحت کی استدعا کی:۔

حضور اکرمؐ نے ان کی یہ استدعا منظور کر لی۔ اس قرارداد پر ان سے صلح ہو گئی۔ صلح نامہ تحریر کیا گیا اور فریقین نے اس پر دستخط کر دیئے:۔

جب صلح نامہ مکمل کر کے وہ لوگ چلے گئے تو قلعہ قموص کے قیدی اور مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے"!

صفیہ کنانہ کی بیوی حضرت وحیہؓ کے حصہ میں آئی چونکہ صفیہ ایک حکمران کی بیوی اور حیی بن اخطب کی بیٹی تھی اس لئے آنحضور صلعم نے اُسے وحیہؓ سے خرید کر آزاد کر دیا اور ان سے کہہ دیا کہ تم آزاد ہو! جہاں چاہے چلی جاؤ"!

صفیہ پر آنحضور صلعم کی اس مہربانی کا بڑا گہرا اثر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا ارادہ مسلمان ہونے کا ہے"!

آنحضور صلعم نے اُسے مسلمان کر لیا اور اس کی خواہش کے مطابق حضور اکرمؐ نے اس سے اپنا عقد کر لیا۔

اس شب کو سلام بن مشکم یہودی حاضر خدمت ہوا اور آنحضور صلعم کی دعوت کر گیا۔ آنحضور صلعم رات کو حضرت بشر بن البراءؓ کے ہمراہ کھانا کھانے گئے۔ یہودیوں کو آنحضور صلعم سے خدائی بیر تھا:۔

وہ ذات اقدسؐ کو نقصان پہنچانے کی تدابیر کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ حضور اکرمؐ بھی ان کے حسد و عداوت سے بخوبی واقف تھے مگر آپ اس قدر بامروت تھے کہ ان کی باتیں مان لیتے تھے:۔

چنانچہ بڑھی ہوئی مروت ہی کی وجہ سے آنحضور صلعم نے سلام کی دعوت منظور فرمائی تھی:۔

دراصل حضور اکرمؐ یہ چاہتے تھے کہ یہودی بغض و عناد چھوڑ کر مسلمانوں

سے دوستی کا برتاؤ کرنے لگیں مگر یہودی اپنی خباثت سے باز نہ آتے تھے۔

چنانچہ جب آنحضور صلعم سلام کی دعوت میں شرکت کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت صفیہ رضؓ نے فرمایا! یا حبیب اللہ آپ یہودیوں کے یہاں کیوں جا رہے ہیں وہ تو آپ کے سب سے بڑے دشمن ہیں"!

آنحضور صلعم نے فرمایا! میں جانتا ہوں لیکن صفیہؓ کب تک وہ دشمنی کرتے رہیں گے :۔

حضرت صفیہ رضؓ نے فرمایا حضورؐ! وہ آپ سے اور مسلمانوں سے اس وقت تک دشمنی کرتے رہیں گے جب تک کہ دنیا میں ایک یہودی بھی زندہ ہے :۔

آنحضور صلعم نے فرمایا! خدا مجھے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت صفیہ رضؓ نے فرمایا!

میرے سرتاج! مجھے سلام اور اس کی بیوی زینب کی طرف سے اندیشہ ہے۔ آنحضور صلعم نے مسکرا کر فرمایا"!

تم اندیشہ نہ کرو خداوند عالم میری حفاظت کرے گا"!

چنانچہ آنحضور صلعم حضرت لبشر رضؓ کے ساتھ سلام کے مکان پر پہنچے آپ کے سامنے کھانا چنا گیا۔ بکری کا گوشت اور قلیے تھے آنحضور صلعم نے ایک لقمہ منہ میں رکھا۔

آپ نے فوراً تھوک دیا اور حضرت لبشر رضؓ سے کہا لبشر رضؓ تھوک دو ابت کھاؤ۔ کھانے میں زہر ملا ہوا ہے"!

لبشر رضؓ نوالہ نگل چکے تھے۔ نوالہ کا حلق سے نیچے اترنا تھا کہ زہر ملا...

نے اپنا کام شروع کر دیا۔ فوراً ہی خون کی قے آئی اور ان کا حال ابتر ہونا شروع ہو گیا۔ زہر کچھ ایسا جان لیوا تھا کہ منٹوں میں حضرت بشیرؓ شہید ہو گئے:۔

آنحضور صلعم کو بڑا افسوس ہوا۔ آپؐ نے سلام کی طرف دیکھا سلام ڈر گیا اور اس نے دست بستہ ہو کر کہا حضور اکرمؐ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کس بدبخت نے یہ نازیبا حرکت کی ہے میرے خیال میں یہ کارروائی زینب کی ہے:۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ اپنی بیوی کو بلاؤ! ہم مسلمانوں میں یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کر ڈالتا ہے ہم اسے مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جاتا ہے وہ چاہے اسے قتل کریں چاہے خوں بہا لے کر چھوڑ دیں"!

فوراً زینب حاضر کی گئی اس نے اقرار کیا کہ کھانے میں اس نے زہر ملایا تھا حضور اکرمؐ اسے اور حضرت بشیرؓ کی لاش کو لشکر اسلام میں لائے اور زینب کو حضرت بشیرؓ کے ورثاء کے سپرد کر دیا۔ زینب سمجھ گئی کہ وہ ضرور قتل کر ڈالی جائے گی۔ اس نے فوراً کہا میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں لہذا مجھے مسلمان کر کے قتل کرنا۔ چنانچہ اسے مسلمان کر لیا گیا۔ اس کے مسلمان ہونے پر حضرت بشیرؓ کے ورثاء نے اس سے انتقام لینے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ اب یہ مسلمان ہو گئی ہے ہم اس سے انتقام نہیں لے سکتے۔ زینب مسلمانوں کا یہ ایثار دیکھ کر حیران رہ گئی۔ یہودیوں کو بڑا تعجب ہوا کئی یہودی مسلمانوں کی اس کارروائی سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور دوسرے روز آنحضورؐ نے معہ فاتح مسلمانوں کے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کر دیا:۔

پندرھواں باب

"ارشادات عالیہ"

مسلمانوں نے جب سے خیبر پر لشکر کشی کی تھی اس وقت سے تمام عرب کی نگاہیں اس جنگ کے نتیجہ پر لگی ہوئی تھیں۔ خیبر کے یہودی نہایت مال دار اور کثیر التعداد تھے۔ ان کے قلعے مضبوط سامان حرب بافراط اور لشکر کافی تھا۔ بڑے بڑے دلاور اور جوشیلے لوگ لشکر میں موجود تھے:۔

مدینہ کے منافقوں اور عرب کے مشرکوں کا یہ خیال تھا کہ خیبر کے یہودی مسلمانوں کو شکست دے کر مدینہ منورہ اور تمام ان مقامات اور قلعہ جات پر قابض ہو جائیں گے جن پر مسلمانوں کا قبضہ ہے اور پھر یا تو مسلمان مرتد ہو کر یہودیوں کا مذہب اختیار کر لیں گے یا بت پرست ہو جائیں گے اور یا سرزمین عرب سے نکل جائیں گے:۔

جس زمانہ کا حال ہم لکھ رہے ہیں اس زمانے میں پیغام رسانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ چند میلوں کے فاصلہ کی خبریں بھی مدتوں کے بعد پہنچتی تھیں اور دور دراز کے فاصلے کی خبریں تو مہینوں اور برسوں میں پہنچ

کرتی تھیں۔ چنانچہ فتح خیبر کی خبریں بھی بہ دیر مشتہر ہوئیں۔ لوگوں نے حیرت سے ان خبروں کو سنا۔

آنحضور ابھی خیبر سے کچھ زیادہ دور نہ پہنچے تھے کہ مسلمانوں کا ایک قافلہ ملاقی ہوا۔ یہ قافلہ حبش سے آیا تھا۔ قارئین کرام کو یاد ہو گا۔ کہ آنحضور نے مکہ سے روانہ ہونے سے قبل عمرو رضؓ بن امیہ کو حبش روانہ کیا تھا اور انھیں شاہ حبش کے نام ایک خط بھی لکھ کر دیا تھا۔

حضرت عمرو رضؓ حبش سے ان مسلمانوں کو لے آئے تھے جو مکہ والوں کی دراز دستیوں سے تنگ آکر ہجرت کر گئے تھے۔ ان واپس آنے والوں میں حضرت جعفرؓ۔ حضرت علی کرم اللہ کے بھائی اور ان کی بیوی حضرت اسماءؓ نیز ان کے صاحبزادگان۔ عبداللہؓ۔ عونؓ۔ محمدؓ اور خالدؓ بن سعیدؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ۔ جہم بن قیس۔ حرثؓ ابن خالد۔ محینہ بن عذادہ۔ معمرؓ بن عبداللہ۔ ابوحاطبؓ۔ بن عمرؓ اور مالکؓ بن ربیعہ وغیرہ تھے۔

آنحضور صلعم اور تمام مسلمان ان مسلمانوں کو دیکھ کر کمال مسرور و محظوظ ہوئے وہ اپنے ان بچھڑے ہوئے ستم زدہ بھائیوں سے اس طرح بغلگیر ہو کر ملے جیسے کہ وہ ان کے حقیقی بھائی ہوں۔

دراصل اسلام کا یہ بنی نوع انسان پر زبردست احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں میں اخوت و محبت کا ایسا بھیاچارہ قائم کیا ہے۔ جو مرتے دم تک باقی رہتا ہے۔ مسلمان یورپ کا باشندہ ہو یا ایشیا کا افریقہ کا ہو یا امریکہ کا جاوا کا ہو یا کنیڈا کا۔ چین کا ہو یا جاپان کا روس کا ہو یا فرانس کا

ہندوستان کا ہو یا ترکستان کا غرضکہ دنیا کے کسی گوشے کا رہنے والا ہو ہر مسلمان سے محبت کرنے پر مجبور رہے۔

خدا اور خدا کے رسول کا یہی حکم ہے اور کوئی مسلمان اس حکم سے انحراف نہیں کر سکتا اگر کوئی ان سے انحراف کرے تو وہ مسلمان نہیں رہتا اسلام دنیا میں امن و امان قائم کرنے کے لیئے آیا ہے اور امن و امان اُسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے۔ جب مسلمان اخوت و محبت سے رہیں۔

جو زر پرست۔ طامع۔ خود غرض۔ ملوکیت کے دلدادہ۔ عزو جاہ کے خواہشمند مسلمان کسی مسلمان کو ستاتے یا کسی مسلمان حکمران پر یورش کرتے ہیں۔ وہ خدا اور خدا کے احکامات سے انحراف کر کے قہر الٰہی کے نزول کو دعوت دیتے ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد ہے کہ مسلمانو! اسلام کی رسی کو بل کر مضبوط پکڑے رہو اور متفق و متحد ہو کر رہو ورنہ تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

جو مسلمان کسی مسلمان کو ستاتا ہے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے وہ ہمارے یعنی خدا کے عذاب کا انتظار کرے۔ اس خدائی ارشاد کے ہوتے ہوئے وہ کون بدبخت مسلمان ہے جو کسی مسلمان کو ستائے۔

کسی مسلمان بادشاہ پر یورش کرے کسی مسلمان کو قتل کرے یا کسی مسلمان کے خلاف کوئی سازش کرے۔ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ شیطان کا پیرو ہے۔ اسلام سے منحرف ہے۔

خدا کا نافرمان بندہ ہے۔ حضور اکرم کا غدار امتی ہے۔ جب مسلمان بغلگیر ہو چکے تو عمرؓ نے ایک نوجوان کو آنحضور صلعم کی خدمت میں پیش کیا نوجوان نے نہایت ادب سے حضور اکرم کو سلام کیا اور آپ نے اُسے دعا دی۔ یہ نوجوان خوبرو تھا۔ بیش قیمت کپڑے پہنے تھا۔ اس کی ظاہری شان کہہ رہی تھی کہ وہ کوئی شہزادہ ہے۔

آنحضور صلعم نے عمرؓ سے استفسار فرمایا۔ عمرؓ! یہ نوجوان کون ہے۔ عمرؓ نے فرمایا یہ حبش کے بادشاہ اصحم کا بیٹا ارہا ہے۔ حضور اکرم کے سلام کے لئے حاضر ہوا ہے۔ اس کا باپ مسلمان ہو گیا ہے اور اُس نے حضورؐ کے نام یہ خط دیا ہے۔ عمرؓ نے خط حضورؐ کے سامنے پیش کیا۔ حضور اکرم کو یہ سنکر بڑی مسرت ہوئی کہ عیسائی بادشاہ مسلمان ہو گیا ہے۔ آپ نے ارہا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا! نور چشمی! خدا تیری ہر خواہش کو پورا کرے۔

معلوم ہوتا ہے خدا نے آنحضور صلعم کی یہ دعا قبول کر لی تھی۔ چنانچہ ارہا کی ہر خواہش پوری ہوئی اور تمام زندگی وہ افسردہ اور غمزدہ نہ ہوا۔

اب حضور اکرم نے حضرت صدیق اکبر کو خط دیا اور کہا صدیق اس خط کو پڑھو۔ حضرت صدیق اکبر نے مہر توڑی۔ خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

یہ عریضہ ہے نجاشی بن ابجیر کی جانب سے جو حبش کا بادشاہ ہے۔ محمد رسول اللہ کی خدمت میں! اے خدا کے نبی آپ پر اللہ کی سلامتی رحمت اور برکات نازل ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ بجز

خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور آپ خدا کے رسول ہیں! حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں ہیں۔ عیسائی غلطی پر ہیں اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ انھیں خدا کا بیٹا بناتے ہیں۔

پہلے میرا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کس قدر غلط عقیدہ تھا۔ میرا خدا معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں ہیں وہ اس کے بندہ اور رسول تھے۔ گویا خدا کے محبوب نبی۔

میں نے آپ کے فرمان کے بموجب مذہب اسلام اختیار کر لیا ہے۔ اور آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے افسوس ہے کہ میں سلطانوں کی خدمت نہیں کر سکا کاش میں پہلے ہی مسلمان ہو جاتا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ تا زندگی حضور کا خادم بن کر رہوں گا میں اظہار عقیدت اور مودت کے لئے اپنے بیٹے ارہا کو خدمت اقدس میں روانہ کر رہا ہوں۔ اگر حضور انور کا حکم ہوگا تو میں بھی حاضر دربار رسالت میں ہوں گا۔

مجھے بالکل یقین واعتماد ہے کہ حضور اکرم جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہے۔ اے خدا کے رسول آپ پر سلام! ایک بار نہیں ہزار بار سلام!

تمام مسلمان اس خط کو سن کر کمال مسرور ہوئے۔ خصوصاً حبش کے بادشاہ کے مسلمان ہو جانے سے انھیں بڑی مسرت ہوئی۔ انھوں نے شہزادہ ارہا کی مدارات میں انتہا کر دی :-

شہزادہ مسلمانوں کا جوش اخوت اور شوق تواضع دیکھ کر بہت خوش ہوا چونکہ خیبر کی فتح کی شہرت خیبر کے قریب و جوار کے یہودیوں اور مشرکوں کو پہنچ چکی تھی اس لیے وہ مسلمانوں کی طرف سے اندیشہ ناک ہو رہے تھے۔

انھیں خوف ہو گیا تھا کہ مسلمان ان کے قلعوں اور قصبوں پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس لیے انھوں نے خود ہی مصالحت کے لئے پیش قدمی شروع کی تھی۔ خیبر کے قریب ہی فدک ایک مقام تھا۔

نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ انگور اور کھجوروں نیز دوسرے میووں کے کثرت سے باغ تھے۔ ان باغات اور سبزہ زار ہونے کی وجہ سے اس کا نام باغ فدک مشہور ہو گیا تھا۔ اس میں یہودی آباد تھے اور یہودیوں کا اس پر قبضہ تھا۔

جب اسلامی لشکر فدک کے قریب پہنچا تو وہاں کے معزز یہودی آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ صرف ہماری جانوں کو امان دیجئے ہمارے اہل وعیال کو پناہ دیجئے۔ ہم کو اپنی رعایا بنا لیجئے مال و اسباب جس قدر ہے وہ سب ہم حضور کی نذر کرتے ہیں۔"

فدک کے یہودیوں نے اہل خیبر کو امداد دی تھی۔ اس لئے انھیں خوف

تھا کہ کہیں مسلمان ان پر یورش کر کے ان کے زن و فرزند کو تہ تیغ نہ کر ڈالیں۔

چونکہ انھیں کسی طرف سے امداد کی توقع نہ تھی اور وہ خود مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے اپنی اور اپنے زن و فرزند کے جان کی امان یعنی مصالحت کی استدعا کی۔

مسلمان نہیں چاہتے تھے کہ اُن سے مصالحت کی جائے۔ مگر آنحضور صلعم نے اُن کی درخواست منظور کر لی۔ باشندگان فدک کو امان دے دی گئی۔ ان کے سے زر نقد اور سامان عشرت لے لیا گیا۔

چونکہ فدک[1] بغیر حملہ کرنے یا خون کا ایک قطرہ بہنے کے قبضہ میں آگیا تھا اس لئے خدا اور اس کے رسول کی ملکیت سمجھا گیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں باغ فدک کی آمدنی کو بیت المال میں داخل کرنا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ اس کی آمدنی سے آنحضور صلعم کے وصال کے بعد سے حضرت فاطمہ بنت رسول اور حضرت علی المرتضیٰ (حضرت فاطمہ کے شوہر) مستفید ہوتے چلے آرہے تھے۔

اس مسئلہ پر اسلام کے دو زبردست فرقے اہل تسنن اور اہل تشیع آپس میں دست و گریباں رہتے ہیں۔ بحث و مباحثے کرتے ہیں۔ بزرگوں کی شان میں گستاخیوں پر اُتر آتے ہیں۔ ایک دوسرے کو برا کہنے لگتے ہیں۔

[1] چونکہ ہمارا مسلک مسلمانوں کے تمام فرقوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے اس لئے ہم اس بحث سے گریز کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل کہ باغ فدک کی آمدنی بیت المال میں داخل کرنا شروع کر دیا تھا جائز یا ناجائز۔ مسلمان یہ سمجھ لیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علی کرم دونوں بزرگ تھے ہم پر ان کا احترام واجب ہے۔

(صادق صدیقی)

افسوس! انہیں سمجھتے اس بات کو کہ حضرت عمرؓ نے باغ فدک اپنے قبضے میں کر کے اس کی آمدنی سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ اس کی آمدنی بیت المال میں داخل کی۔ بیت المال تمام مسلمانوں کا خزانہ سمجھا جاتا تھا۔ سارے مسلمانوں کو اس خزانے سے تنخواہیں اور روزینے دیے جاتے تھے۔

اگرچہ یہ سچ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ باغ فدک کے نکل جانے سے کچھ آزردہ خاطر ہوئے تھے لیکن نہ وہ حضرت عمرؓ سے بدظن ہوئے اور نہ انھوں نے کسی سے شکایت کی بلکہ جس طرح سے وہ پہلے اسلام کی خدمت کرتے تھے۔ اسی طرح سے اس واقعہ کے بعد بھی کرتے رہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے کبھی دنیا کے مال و متاع پر نظر نہیں کی وہ صوفی منش اور درویش صفت تھے دنیا اور دنیا کے مال و متاع کو ہیچ و ناکارہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ مال غنیمت سے جو حصہ آپ کو ملتا تھا وہ فقراء و مساکین اور یتامیٰ میں تقسیم کر دیتے تھے یہاں تک کہ ایک وقت کے کھانے کے لیے بھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ یہ اثر تھا اس تعلیم کا جو آنحضور صلعم سے حاصل کی تھی۔

انھوں نے اکثر و بیشتر دیکھا تھا کہ حضرت محمدؐ کے پاس جب کبھی تحائف آتے یا مال غنیمت ملتا تو آپ اُسے مساکین و فقرا معذوروں اور یتیموں میں تقسیم کر دیتے۔ اپنے پاس ایک حبہ تک نہ رکھتے تھے۔ آج مسلمان اس لئے باہم لڑتے ہیں کہ باغ فدک حضرت علی المرتضیٰؓ کی ملکیت تھا اور حضرت عمرؓ نے اسے چھین لیا حالانکہ اس واقعہ کو صدیاں گزر چکی ہیں لیکن ہماری ذہنیت اس قدر خراب ہو رہی ہے کہ ایک ہی واقعہ ہم میں اتفاق نہیں

ہونے دیتا۔

ممکن تھا کہ مسلمان اس واقعہ کو بھول جاتے اور کبھی اس کا تذکرہ نہ کرتے لیکن عیسائی اس معمولی واقعہ کو بڑی آب و تاب سے ایسے لب و لہجہ میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہر دو فریق دست و گریبان ہوتے ہیں۔

زمانہ کروٹ بدل رہا ہے۔ جو قومیں اتفاق و اتحاد کے نام سے بھی واقف نہ تھیں وہ متفق و متحد ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مگر مسلمان جنھیں خدا نے متحد رہنے کا حکم دیا ہے نفاق کی بلا میں مبتلا ہو کر خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اس نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ دنیا میں ذلت و نکبت اور عقبیٰ میں ندامت و عقوبت ہوگی۔

کاش خدا مسلمانوں کو عقل دے اور وہ ان تمام فروعات کو بھول کر اسلام کے اصولوں پر کاربند ہو کر دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔ مسلمانوں کا خدا ایک رسول ایک۔ قرآن ایک اور پھر آپس میں کٹ مر رہے ہیں۔ نہیں جانتے کہ دنیا ان کی اس مضحکہ خیزی پر ہنس رہی ہے اور اسلام ان کی اس جہالت پر ماتم کر رہا ہے۔

دوسری قومیں آپس میں جھگڑے ختم کر کے متحد و متفق ہو کر ترقی کرتی چلی جا رہی ہیں۔ دنیا میں ان کی دھاک بیٹھی جاتی ہے اور ہم ہیں کہ ابھی تک بیوقوفوں کی طرح لڑتے چلے جا رہے ہیں۔ ذلیل ہو رہے ہیں۔ مگر احساس نہیں کرتے۔

ہم ننگ اسلام بن گئے ہیں اور ہم نے اپنی قومی روایات کی دھجیاں بکھیر

دی ہیں۔ اسلامی لشکر فدک سے روانہ ہو کر وادی القریٰ میں پہنچا۔ اس جگہ بھی یہودی آباد تھے وہ قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں سے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ آنحضور صلعم نے مسلمانوں کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان بڑھے۔ نہایت جوش و غضب سے بھر کر بڑھے۔

یہودیوں نے تیر اندازی شروع کی۔ بڑی کثرت سے تیر پھینکے مگر مسلمانوں کے سیلاب عظیم کو نہ روک سکے۔ دوپہر سے پہلے ہی پہلے قلعہ فتح ہو گیا۔ شکست خوردہ یہودیوں نے نصف بٹائی کے باج پر صلح کی استدعا کی۔ اگرچہ مسلمان قلعہ پر قابض ہو گئے تھے۔

اب انھیں صلح کی استدعا پیش کرنے کا کوئی استحقاق نہ تھا مگر پھر بھی آنحضور صلعم نے اُن کی حسب آرزو صلح کر لی اور قلعہ پر پھر انھیں قبضہ دے دیا۔ دنیا کے جہاں کی کوئی فاتح قوم ایسی نظیر نہیں پیش کر سکتی کہ جس قلعہ کو بزور تلوار فتح کیا گیا ہو۔ جو قوم متعدد مرتبہ دشمنی اور عداوت کر چکی ہو۔ مفتوحہ قلعہ اُسی قوم کے سپرد کر دیا گیا ہو۔ اس کی ابتدا مسلمانوں نے ہی کی۔ وجہ یہ تھی کہ آنحضور دل سے یہ چاہتے تھے کہ تمام ملک میں امن قائم رہے اور ہر قوم صلح و آشتی سے رہے۔

آنحضور صلعم وادی القریٰ سے بڑھ کر مقام تیما میں پہنچے۔ یہاں بھی یہودی آباد تھے اور انھوں نے بھی انھیں شرائط پر اطاعت قبول کر لی۔ جن شرائط پر وادی القریٰ والوں نے کی تھی۔

اب لشکر اسلام مقام تیما سے چل کر نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ یہاں مسلمانوں کو اس فاتح لشکر کی آمد سے خوشی ہوئی وہاں منافقوں اور مشرکوں

کو کمال رنج و افسوس ہوا۔

خصوصاً اس وجہ سے کہ فتح خیبر کے اموال غنیمت اور زرعی زمینوں کی وجہ سے مسلمانوں کا افلاس دور ہو گیا۔ ان کی پریشان حالی جاتی رہی تھی۔ وہ فارغ البال ہو گئے تھے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ مسلمانوں کے قبضہ میں متعدد قلعے اور سیکڑوں میل کا رقبہ آ گیا تھا۔

اب ان کی مستقل حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اسلام کا سکہ ہر چہار طرف بیٹھ گیا تھا اور چونکہ اسلام کا عروج کفر و شرک سے تنزل کے مترادف تھا۔ اس لئے مشرکوں کو اس سے بڑا صدمہ پہنچا تھا۔

ابھی آنحضور صلعم کو مدینہ میں تشریف لائے چند ہی روز ہوئے تھے کہ حارثہ مع اپنے ساتھیوں کے مدینہ میں داخل ہوا اور مسجد نبوی کے قریب فروکش ہو گیا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق تحقیقات شروع کی۔ اُسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں سے بہتر انسان اور اسلام سے بہتر کوئی اور مذہب نہیں ہے۔ چنانچہ وہ آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مع اپنی تمام جماعت کے مسلمان ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے اُس نے اپنا تمام واقعہ مسلمانوں کو سنایا۔

جمیلہ کا زندہ دفن کیا جانا اس کا نکالنا۔ سلمہ کا ملنا۔ اس کا سلمہ اور جمیلہ کی پرورش کرنا۔ قبیلہ قحطان کا عورتوں کو پکڑ لے جانا۔ اس کا تعاقب کرنا۔ وادی الموت کے ریگستان میں پہنچنا۔

غرضیکہ جس قدر واقعات اس پر گزرے تھے۔ یکے بعد دیگرے سب سنائے اس کی داستان سن کر تمام مسلمانوں کو بڑا افسوس ہوا۔ انہیں اُس سے اور

اُس کے ہمراہیوں سے بہت زیادہ ہمدردی ہو گئی۔

ایک روز آنحضور صلعم نے تمام مسلمانوں کو مسجد نبوی میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام مسلمان آگئے تو آپ منبر پر کھڑے ہو گئے اور حمد باری تعالیٰ کے بعد ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! خدا کی عبادت کرو۔ نماز قلب کو تسکین دیتی ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی غمگین کتنا ہی متفکر کیوں نہ ہو نماز اُسے تسلی دے کر اس کے غم و فکر کا ازالہ کر دیتی ہے۔

نماز معبود اور بندہ کے درمیان عبودیت کا رشتہ ہے۔ خدا ہر نماز پڑھنے والے بندہ پر مہربانی کرتا ہے۔ جو خدا کو یاد کرے۔ خدا اُسے یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اُسے یاد کرتا ہے۔

سوچو اس سے زیادہ کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ خدا بندہ کو یاد کرے قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ وہ مسلمان ٹوٹے میں رہیں گے جو نماز نہیں پڑھتے یا کاہل سے وقت بے وقت پڑھتے ہیں ایسے مسلمان دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

دوزخ بہت بری جگہ ہے جس میں آگ کے شرارے بلند ہیں۔ آگ کے سانپ آگ کے بچھو اور آگ کے دوسرے ایسے جانور ہیں جن کے ڈنک کا اثر کئی برس تک انسان کی روح کو کھولاتا رہے گا۔ کون ایسا بدبخت مسلمان ہے جو نماز کو چھوڑ کر دوزخ میں جانا پسند کرے گا۔

خدا اس سے خوش ہوتا ہے جو اس کی عبادت کرتا ہے ایسا شخص جنت میں داخل ہو گا

جنت ایک پر فضا سبزہ زار اور راحت افگن باغ کا نام ہے۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

اس باغ میں عجیب و غریب خوش ذائقہ میوے پر تکلف مکانات میں بہترین گرانقدر ساز و سامان۔ نفیس غالیچے۔ عمدہ مسہریاں! خالص سونے چاندی کے تخت، بہترین خدمت گار جنھیں غلمان کہتے ہیں۔ خوبرو کنیزیں جو حوریں کہلاتی ہیں۔ نیز جن کی خوبصورتی کو دنیا کی حسین سی حسین عورتیں نہیں پہنچ سکتیں موجود ہیں۔

سفید اور شیریں پانی کے چشمے جاری ہیں جو بہشت میں داخل ہوا اُس نے زندگی کے ماحصل کو پالیا۔ خدا پرستو! ہم سایوں سے نیکی کرو۔ والدین کی اطاعت کرو۔ جو اولاد والدین کو ستاتی ہے اور برا کہتی ہے یا جو عورت اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے اُس کی خدمت نہیں کرتیں اس کا کہنا نہیں مانتی یا جو شوہر اپنی بیوی کو ایذا دیتا ہے اس پر اتہام لگاتا ہے اُسے کھانے پہننے کی تکلیف دیتا ہے یا جو باپ اپنی اولاد کی تربیت اچھی طرح سے نہیں کرتا۔ یہ سب خدا کی نافرمانی کرتے ہیں۔ لہٰذا خدا ان کو دوزخ میں داخل کرے گا نیز جن لڑکیوں کو زندہ دفن کیا گیا ہے خدا اُن کے بے رحم والدین سے دریافت کرے گا کہ تم نے کیوں ان معصوم بچیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔

وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔ ایسے انسان بھی دوزخ کا ایندھن بنیں گے بعض ناسمجھ غریب اپنی اولاد کو اس لئے قتل کر ڈالتے ہیں کہ وہ ان کی پرورش کا بار نہیں اٹھا سکتے۔ یہ بھی بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا به شیئا و بالوالدین احسانا ج ولا تقتلوا اولادکم من املاق ط نحن نرزقکم وایاهم۔

ترجمہ۔ اے پیارے نبی کہو آؤ میں پڑھوں جو کچھ خدا نے تم پر حرام کیا ہے۔ سنو! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو! ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے نہ مار ڈالو! ہم انھیں اور تم کو روزی دیتے ہیں۔

مسلمانو! ہمیشہ متحد و متفق ہو کر رہنا۔ نفاق اور بربادی کی جڑ ہے تم سب آپس میں بھائی ہو۔ بھائیوں کی لڑائی خاندان کو تباہ کر دیتی ہے خدا تم سے خوش رہے گا۔ جب تک اتفاق سے رہوگے۔ زنا۔ جوا۔ شراب خوری۔ غیبت۔ چغل خوری۔ چھپ کر کسی کی باتیں سننا نہایت مذموم باتیں ہیں۔ ان سے خدا ناخوش ہوتا ہے۔

ان میں سے کوئی بات بھی تم نہ کرنا۔ پرہیزگاری بڑی اچھی چیز ہے تم نمونہ بنو نیکی کا۔ تقویٰ اور خدا پرستی کا! اسراف سے خدا ناخوش ہوتا ہے۔ ہر بات میں اعتدال رکھو۔ بیمار کی تیمار داری کا بڑا ثواب ہے۔ اگر دو مسلمانوں میں کسی بات پر رنجش ہو جائے تو جو اس رنجش کو مٹانے کی کوشش کرے گا۔ خدا اسے دگنا ثواب دے گا۔ مگر جو مسلمان کسی مسلمان سے تین روز سے زیادہ ناخوش رہے گا۔ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور خدا اس سے بیزار ہو جائے گا۔

مسلمانو! تم مجسم اخلاق یا نیکی کے نمونے اور پرہیزگاری کے پیکر بن جاؤ کبھی حصول دنیا کی کوشش نہ کرو۔ جو دنیا میں پھنسا۔ خدا سے روگرداں ہوا عشرت خدا کی یاد کو بھلا دیتی ہے اور جو انسان خدا کو بھول جاتا ہے خدا اُسے بھول جاتا ہے جسے خدا بھول جائے اُس کی ذلت و فلاکت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے مسلمان وہ ہے جو ایک وقت کی بھی نماز قضا نہ کرے روزے رکھے۔ زکوٰۃ دے۔ حج کرے۔ اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرتا رہے۔ ہمسائیوں کو تکلیف نہ دے۔ کسی کو بُری نظر سے نہ دیکھے۔ زنا نہ کرے۔ شراب نہ پیئے جوا نہ کھیلے۔ اور کوئی بُرا کام نہ کرے۔ والدین کی اطاعت کرتا رہے۔ بچوں کو محبت سے پالے۔ تعلیم دلائے۔ تربیت کرے۔ ادب سکھائے۔ وعدہ وفا کرے۔ میری دعا ہے کہ خدا مسلمانوں کو بُری باتوں سے بچائے اور نیک کام کرنے کی توفیق دے۔

آپ یہ تقریر فرما کر منبر سے نیچے آئے۔ مسلمانوں پر آپ کی اس تقریر کا بڑا اثر ہوا۔ تمام مسلمانوں نے عہد کر لیا کہ وہ خدا اور رسول کے تمام احکام کی تعمیل کرینگے چند روز کے بعد آنحضور نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مکہ چل کر حج کرنے کی تیاریاں کریں۔

حدیبیہ میں جو صلحنامہ کفار مکہ کے ساتھ ہوا تھا اُس میں پہلی شرط یہ تھی کہ اس سال مسلمان حج نہ کریں آئندہ سال آکر حج کریں۔ اب سال ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس سال حج کرنے کا ارادہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی تیاریاں شروع کیں نہایت شوق اور بڑے جوش سے تیاریاں کی جانے لگیں۔ ہر مسلمان تیاریوں میں مصروف نظر آنے لگا۔

سولہواں باب (۱۶)

آفتاب عالم مکہ میں

حارثہ اور اُس کے ہمراہی مسلمان ہو گئے تھے۔ بنی قحطان کے وہ قیدی بھی مسلمان ہو گئے تھے جو کہ حارثہ کی حراست میں تھے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی وہ آزاد ہو گئے اور ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہو گئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔ حارثہ نے بھی حج کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ سلمیٰ اور جمیلہ کو بھی یاد وطن نے بے قرار کر دیا تھا۔ اور وہ بھی مکہ جانے کے لئے آمادہ ہو گئیں:۔

جمیلہ اب جوان ہو گئی تھی۔ نسائیت کی تمام خوبیاں حسن کی تمام شادابیاں نزاکت کی تمام دلفریبیاں اس میں موجود تھیں۔ وہ پیکر حسن و جمال ہو گئی تھی۔ گلاب کے پھولوں میں وہ دلکشی۔ وہ شادابی وہ رنگینی نہ تھی جو اس کے عارض تاباں میں تھی۔ اس کا چہرہ ماہ چہاردہ سے زیادہ روشن زیادہ دلکش اور زیادہ ملیح تھا۔ اس کی حسین و مست آنکھیں دیدہ زیب روشنی سے منور تھیں۔

جو اس کو دیکھتا تھا اس کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور جسے وہ دیکھ لیتی تھی وہ مسحور ہو کر اُسے دیکھتا رہ جاتا تھا۔ رقیہ عدی کی بیٹی بھی شباب کی شادابیوں

میں عرق اور حسن کی رنگینیوں میں مستغرق تھی۔
ان دونوں کی شادی کے پیغام آرہے تھے۔ لیکن ابھی تک حارثہ نے کسی کو زبان نہ دی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ سلمیٰ کی منشا کے خلاف کوئی کام نہ کرنا چاہتا تھا اور سلمیٰ کی ابھی ان دونوں کی شادی کرنے کی منشا نہ تھی:۔
اسی دوران میں آنحضرت صلعم نے حج کے لئے تیاری کا حکم دے دیا اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے حج کی تیاریاں شروع کر دیں:۔
ذیقعدہ ۷ھ کے پہلے عشرہ میں آنحضور صلعم مکہ روانہ ہونے کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آنحضور صلعم کے ہمراہ دو ہزار مسلمان تھے۔ بہت سی عورتیں اور بچے بھی شامل ہو گئے۔ سلمیٰ۔ جمیلہ اور رقیہ بھی ہمراہ ہو گئیں:۔
آنحضور صلعم نے اس مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا۔ مسلمان بڑے شوق اور نہایت شان کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ قربانی کے اونٹوں کی قطار قافلہ سے آگے دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس راستہ سے زائرین کا یہ قافلہ گزرا۔ مشرکین پر رعب و داب کا سکہ بٹھلاتا چلا گیا۔ چونکہ خیبر کی فتح کی خبریں اب تمام عرب میں مشتہر ہو گئی تھیں اس لئے مسلمان اب فاتح قوم شمار ہونے لگی تھی:۔
اب مشرک مسلمانوں سے خائف ہو گئے کہ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ فاتح قوم کی مدارات ہر قوم باعث فخر سمجھتی ہے ایسے ہی مشرکین عرب ہر منزل پر مسلمانوں کی مدارات کرنے لگے۔ جب یہ شاندار قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو اہل مکہ انھیں دیکھنے کے لئے امڈ آئے وہ مسلمانوں کی وافر جمعیت اور شاندار

سازوسامان دیکھ کر حیران رہ گئے"۔

مسلمان مفلس قوم تھی یا اسلام مفلسوں سے شروع ہوا تھا۔ مگر خیبر کی فتح نے مسلمانوں کو غنی کر دیا تھا اور وہ اس وقت پوری شان سے حج کرنے آئے تھے۔ تمام مسلمان آلات حرب سے آراستہ تھے:۔

کفار کا لشکر بدر۔ اُحد اور مدینہ میں جس شان اور جس سازوسامان سے جا چکا تھا۔ مسلمانوں کے اس قافلے کی شان اس سے دوبالا تھی۔ کفار مکہ مسلمانوں کی یہ شان دیکھ کر مرعوب وخائف ہو گئے۔

چونکہ مسلمانوں کو اندیشہ تھا کہ کہیں کفار قریش بدعہدی کر کے اس مرتبہ بھی انھیں عمرہ سے نہ روکیں اس لئے وہ جملہ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آئے تھے۔ کفار مکہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو اس مرتبہ بھی حج کرنے سے روک دیتے۔ لیکن مسلمانوں کی کثیر جمعیت اور سامان حرب کی فراوانی کو دیکھ کر انھیں جرأت نہ ہو سکی۔

جب زائرین کا یہ قافلہ مرالظہران میں پہنچ کر فروکش ہوا تو کفار مکہ کی جانب سے مکرز بن حفص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے نہایت ادب کے ساتھ آنحضور صلعم سے عرض کیا۔ یا محمد۔ جب آپ حج کرنے کے ارادے سے آئے ہیں تو یہ اسلحہ بندی کیوں ہے۔

حضور اکرم نے فرمایا۔ اس لئے کہ کفار مکہ بدعہدی نہ کریں۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ تو اطمینان رکھو یہ اسلحہ بندی ہم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ میں خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ مگر جب واقعات

مجبور کر دیتے ہیں تو حفاظت خود اختیاری کے لئے لڑنا پڑتا ہے۔ کفار مکہ سے کہہ دو کہ وہ خوف نہ کریں۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کبھی نقض عہد نہیں کر سکتا۔

مکرز واپس چلا گیا۔ دوسرے روز آنحضور صلعم نے وہاں سے کوچ کیا احرام باندھے اور قافلے کو اس شان سے روانہ کیا کہ میلوں لمبا ہو گیا دور تک اونٹوں اور گھوڑوں کی قطار پھیل گئی۔

چونکہ حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین عرب بھی حج کیا کرتے تھے اس لئے اطراف وجوانب سے ہزاروں اعرابی آئے تھے۔ مسلمانوں کو دیکھنے کے لئے مکہ کے راستوں پر دو رویہ کھڑے ہو گئے۔ عورتیں اور بچے مکانوں اور دوکانوں کی چھتوں پر جا چڑھے۔ آخر مسلمان نہایت شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی طرف بڑھنے لگے۔ انھوں نے مکہ میں داخل ہوتے ہی اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگایا اس ہیبت ناک نعرہ کی آواز سن کر تمام کفار سراسیمہ اور پریشان ہو گئے۔

وہ گھبرائی اور سہمی ہوئی نظروں سے مسلمانوں کو دیکھنے لگے مگر مسلمان نہایت بے خوفی سے سر جھکائے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ قربانی کے اونٹ آگے تھے اُن کے پیچھے تمام مسلمان چار چار کی قطاریں احرام باندھے ہوئے سپاہیانہ انداز سے فوجیوں کی شان سے پیدل چل رہے تھے۔

ان کا تانتا دور تک لگا ہوا تھا۔ اُن کے پیچھے اُن کی سواریوں اور

باربرداریوں کے گھوڑوں اور اونٹوں کی قطاریں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آج تک کوئی قافلہ اس شان و شکوہ سے حج کرنے کے ارادے سے مکہ میں داخل نہیں ہوا تھا۔ جس شان سے مسلمان داخل ہوئے۔

آنحضور صلعم مسلمانوں کے درمیان میں تھے۔ آپ کے گرد آپ کے جانباز اور جاں نثار تھے۔ خدا کی شان ہے کہ وہی مسلمان جن پر مکہ کی زمین تنگ ہو گئی تھی۔ کفار قریش نے بے پناہ اور سنگدلانہ مظالم کئے تھے۔

جن کو تین سال تک بے آب و دانہ شعیب ابی طالب میں محبوس رکھا گیا تھا۔ جو ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے تھے۔ جن کے مکانات مشرکین مکہ نے ضبط کر کے اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ نیز جن کا دشمن مکہ کا بچہ بچہ تھا۔

آج وہی مسلمان نہایت کر و فر اور بڑی شان سے مکہ کی گلیوں اور راستوں کو طے کر رہے تھے۔ اور سارا عرب حیرت انگیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ انھوں نے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو فنا کرنے کی انتہائی کوشش کی تھی۔

مگر باوجود تمام کوششوں کے اسلام پھیل رہا تھا اور مسلمان بڑھ رہے تھے چنانچہ آج اُن کی اس قدر طاقت بڑھ گئی تھی کہ کفار مکہ کو انھیں حج سے روکنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

مسلمان بڑھ کر بیت اللہ کے سامنے پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آنحضور صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کندھوں کو برہنہ کر لو اور احرام کا کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر گردن کے گرد لپیٹ لو۔ اور نہایت مستعدی و سرگرمی سے دوڑ کر طواف کرو۔ مسلمانوں نے فوراً ان احکام کی تعمیل کی۔ وہ تیزی سے دوڑ دوڑ کر طواف کرنے لگے۔ مشرکین عرب مسلمانوں

کی جفاکشی۔ مستعدی اور شوکت و قوت دیکھ کر حیران رہ گئے حضور اکرم اور تمام مسلمان مراسم حج سے فارغ ہو کر بیت اللہ کے سامنے والے میدان میں فروکش ہو گئے اور وہاں قربانیاں کیں۔

حج سے اگلے دن بنی خزاعہ کے لوگ حاضر ہوئے اور مصالحت کی درخواست کی

ان میں سے ایک شخص نے کہا حضور ہمیں بنو بکر کی طرف سے اندیشہ ہے چونکہ آپ سے ہم نے مصالحت کر لی ہے۔ اس لئے خوف ہے کہ کہیں وہ ہم کو برباد نہ کر دیں۔

آنحضور صلعم نے فرمایا! مجھے معلوم ہے کہ بنو بکر اہل قریش کا حلیف ہے۔ قریش نے ہم سے دس سال کے لئے مصالحت کی ہوئی ہے۔ عہد نامہ کی شرط ایک یہ بھی ہے کہ جو قبیلہ جس فریق سے چاہے مصالحت کرلے کوئی روک ٹوک نہ ہوگی اور یہ حلیف قبائل بھی دس سال تک ہم عہد رہیں گے۔ اس لئے بنو بکر سے اندیشہ نہ کرو اور اگر انھوں نے نقض عہد کیا اور قریش نے انھیں سزا نہ دی تو عہد نامہ ختم ہو جائیگا اور پھر ہم بدعہدی کرنے والوں کی گوشمالی کریں گے۔ بنی خزاعہ یہی چاہتے تھے۔ دراصل وہ بنو بکر سے خائف تھے۔ حضور کے اس ارشاد سے انھیں تسلی ہو گئی اور وہ چلے گئے۔

اسی روز مغرب کے وقت آنحضور صلعم حرم شریف میں پہنچے۔ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ مینارہ پر چڑھ کر اذان دے۔ حضرت بلال نے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ اذان دے رہے تھے تو مشرکین عرب نہایت غیظ و غضب سے بھر کر حرم کی طرف چلے۔ وہ کسی طرح سے گوارہ نہ کر سکتے تھے کہ بیت الحرام میں بتوں کی موجودگی میں

خدا کا نام پکارا جائے لیکن جب وہ حرم میں پہنچے اور انھوں نے تمام مسلمانوں کو ایک جگہ جمع دیکھا تو کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی اور خاموش کھڑے رہے۔

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی آنحضور صلعم نے نماز پڑھانی شروع کی۔ نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے لگے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص دونوں اب تک بحالت کفر تھے۔ دونوں اذان کی آواز سن کر مسلمانوں کو سرزنش کرنے آئے تھے۔ بڑے بہادر اور بڑے جانباز بڑے نڈر تھے۔ لیکن جب وہ حرم میں داخل ہوئے تو اذان ختم ہو کر نماز ہو گئی تھی۔ وہ ایک طرف کھڑے ہو کر مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔ اور قرآن مجید سننے لگے۔ حضور کلام مجید کی یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے۔ کل من علیہا فان ○ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ فبای آلاء ربکما تکذبان ○ یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض کل یوم ھو فی شان ○ فبای آلاء ربکما تکذبٰن ○

ترجمہ۔ یعنی سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ صرف تیرا پروردگار بڑے مرتبے والا اور بڑی مہربانی والا باقی رہے گا۔ پس اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاتے ہو۔ اہل زمین اور اہل آسمان اُسی سے مانگتے ہیں۔ جو کچھ اُن کی خواہش ہوتی ہیں۔ پس! اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاتے ہو۔

خالد نے کہا۔ عمرو! کیسا شیریں کلام ہے ہبل کی قسم میں نے ایسا شیریں کلام پہلے کبھی نہیں سنا یہ کلام انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔

عمرو کلام پاک سننے میں محو ہو رہے ہے۔ انھوں نے چونک کر کہا۔ واقعی نہایت شیریں نہایت فصیح اور نہایت پر اثر کلام ہے۔ محمدؐ تو بالکل ان پڑھ ہے۔ وہ ایسا کلام نہیں کہہ سکتا۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ کلام خدا کا کلام ہے۔

خالد نے کہا۔ آؤ لوٹ چلیں۔ کہیں اس کلام کے سننے ہی سے ہم مسلمان نہ ہو جائیں۔

عمرو نے کہا۔ ہاں چلو اگر تھوڑی دیر بھی اور رُکے تو یقیناً مسلمان ہو جائیں گے۔ اُف کیسا شیریں کلام ہے۔ کیسا رس ٹپکتا ہے کیسا دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جاتا ہے .. .. کیا بتوں کے علاوہ واقعی کوئی رب ہے ؟

خالد نے کہا! میں نہیں جانتا۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو کلام اس وقت پڑھا جا رہا ہے وہ انسان کا کلام نہیں ہے۔

دونوں جلدی سے لوٹے اور لمبے لمبے قدم رکھتے ہوئے چلے گئے۔ حضور نماز ختم کر کے اپنی جائے قیام پر آ گئے۔ تین روز تک اسی میدان میں فردکش رہے۔ چوتھے روز سہیل اور حویطب مشرکین مکہ آن حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ آج آپ کو تین دن ہو چکے ہیں۔ اب عہدنامہ کے بموجب آپ کو واپس چلے جانا چاہیئے۔

آنحضور صلعم نے فرمایا! تمھاری یاددہانی کی ضرورت نہ تھی بلکہ میں خود ہی آج چلے جانے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور تمام مسلمان تیار ہو گئے

سب جس شان سے آئے تھے۔ اسی شان سے چلے جب آپ مکہ سے باہر نکلے تو ایک خوبصورت لڑکی دوڑتے ہوئے آئی اور آنحضور صلعم کے پاس آ کر بولی !

چچا جان! مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

یہ یکہ معصومیت۔ یہ چھوٹی لڑکی حضرت امیر حمزہ سید الشہدا کی صاحبزادی تھی۔ آنحضور نے اُسے گود میں اٹھا کر سینے سے لگایا بھینچا اور پیار کیا۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ انھوں نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ لڑکی مجھے دے دیجیے۔ اس یتیم بچی کو میں پرورش کروں گا۔

حضرت زید بن حارثہ نے کہا نہیں! نہیں۔ امیر حمزہ میرے دینی بھائی تھے۔ اس لڑکی پر میرا حق ہے اور یہ مجھے عطا فرمائی جائے۔ حضرت جعفر بن ابو طالب بھی کہیں سے آ گئے۔ انھوں نے فرمایا۔ حضور اکرم! یہ لڑکی میری چچا زاد بہن ہے۔ میری بیوی اس کی خالہ ہے۔ لہٰذا میرا حق سب سے فائق ہے۔

آنحضور صلعم نے سب کے دعاوی سن کر فرمایا۔ بیشک جعفر تمھارا حق سب سے زیادہ ہے۔ ایک تو وہ تمھارے چچا کی لڑکی ہے دوسرے اس کی خالہ تمھاری بیوی ہے۔ خالہ بجائے ماں کے ہوتی ہے اور ماں ہی کی طرح اپنی ہمشیرہ کی اولاد کی پرورش کرتی ہے۔ اس لئے تم اس لڑکی کو لو اور اس کی پرورش کرو لیکن سنو کبھی اس کا دل میلا نہ ہونے دینا۔ اگر اس معصوم بچی کو ذرا بھی تکلیف ہوگی تو اس کے باپ حمزہ کی روح بہشت میں بے قرار ہو جائے گی۔ اس بات کا خیال رکھنا۔ حضرت جعفر نے لڑکی گود میں لے لیا اور اپنے ہمراہ ہودج میں بٹھا لیا۔ اب یہ خاندار قافلہ منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا مدینے کی طرف روانہ ہوا۔

〰〰〰

سترہواں باب (۱۷)

معاہدہ شکنی

جب مسلمان حسب وعدہ حج کر کے چلے گئے تو مشرکین مکہ کو اطمینان ہوا اور وہ اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے لیکن خالد بن الولید اور عمرو بن العاص کا دل کسی کام میں نہ لگتا تھا۔ یہ دونوں امرائے قریش سے تھے۔ دونوں رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ دونوں کو شکار کا شوق تھا۔ رات دن شکار میں مشغول رہتے تھے مگر جب سے انھوں نے قرآن شریف کی چند آیات سنی تھیں۔ اُس وقت سے اُن کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اسلام کی عالمگیر جاذبیت اور قرآن مجید کی شیرینی نیز مسلمانوں کی باہمی اخوت نے انھیں اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ چنانچہ ایک روز دونوں حرم شریف میں اکٹھے ہوئے تو خالد نے کہا۔ عمرو! میرے دل کو کوئی طاقت اسلام کی طرف کھینچ رہی ہے۔ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میرا باپ زندگی بھر اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرتا رہا میں بھی ان کا دشمن رہا۔ احد کے مقام پر میں نے پہاڑی گھاٹی سے نکل کر ان پر حملہ کیا اور انھیں تباہ کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ لیکن اب ... اب اسلام اور مسلمانوں سے محبت ہو گئی ہے۔ نہیں جانتا کہ یہ انقلاب میری طبیعت میں کیوں پیدا ہو گیا ہے

عمرو نے کہا۔ خالد! میری بھی بالکل ایسی ہی کیفیت ہے۔ جیسی تم نے بیان کی ہے۔ میرے باپ عاص اور میری اسلام دشمنی مشہور ہے۔ مجھے مسلمانوں اور ان کے نبی سے خدائی بیر تھا۔ مگر اب .. .. ..
اب دشمنی خواب و خیال ہو گئی ہے۔ دشمنی کی جگہ ہمدردی نے لے لی ہے۔ اگر مجھے یہ شرم دامنگیر نہ ہوتی کہ میرا باپ اور میں ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے رہے ہیں تو شاید میں اب تک مسلمان ہو گیا ہوتا۔

خالد نے کہا میں سوچتا ہوں کہ یہ بُت جو صدیوں سے اس حرم میں رکھے ہوئے پوجے جاتے ہیں معبود نہیں ہیں۔ پتھروں کے مجسمے دھاتوں کے پتلے خدا نہیں ہو سکتے یہ بت نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ حرکت کرتے ہیں یہ ہماری حاجت برآری کیا کر سکتے ہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ ہمارے بزرگوں نے یکسوئی سے عبادت کرنے کے لئے بُت بنا لئے تھے۔ اس دنیا کا نام جس میں ہم تم رہتے ہیں۔ بستے ہیں ان بتوں کے علاوہ کوئی اور ہی خالق ہے وہی زندگی اور موت پر قادر ہے :-

عمرو نے کہا۔ تم نے ٹھیک سمجھا خالد! میں بہت غور و خوض کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خدا وہی ہے کہ جس کی پرستش کی محمد تلقین کرتا ہے۔ دیکھو محمد امی ہے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ مگر جو کلام وہ پڑھتا ہے وہ کیسا شیریں ہوتا ہے۔ پھر وہ برائیوں سے روکتا ہے اور نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ میں بُت پرستی سے اُکتا گیا ہوں .. .. ..

خالد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور میں بھی اُکتا گیا ہوں! عمر چلو مدینہ چلو اور وہاں چل کر مسلمان ہو جاؤ۔ جس خدا سے ہم آج تک سرکشی کرتے رہے۔ جس خدا کو ہم برا کہتے رہے اُسی خدا کے سامنے اپنا سر جھکا دیں:۔

عمرو نے کہا۔ یہ تو تم نے میرے دل کی بات کہی .. .. ..

ایک آواز آئی! یہ چپکے چپکے کیا مشورہ کر رہے ہو تم! خالد اور عمرو نے نظریں اُٹھا اٹھا کر دیکھا تو سامنے سے عثمان بن طلحہ مسکراتا ہوا آ رہا تھا۔ یہ بھی مکہ کا رئیس تھا خالد اور عمرو کا دوست تھا۔ وہ بھی آ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گیا۔ خالد نے کہا۔ عثمان ہم سوچ رہے ہیں کہ جس مذہب پر ہم قائم ہیں کیا وہ مذہب حق ہے۔ کیا بت ہی دنیا کے پیدا کرنے والے ہیں؟

عثمان نے کہا! میرے دماغ میں بھی یہی خیال موجزن ہے۔ بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بت خدا نہیں ہیں۔ خدا کوئی اور ہستی ہے

عمرو نے جلدی سے دریافت کیا کیا تم بھی اُسی خدا کے قائل ہو جس کو مسلمان مانتے ہیں اور کیا مسلمانوں کا مذہب سچا ہے۔

عثمان نے کہا۔ میرا ایسا ہی خیال ہے۔ سوچو! ہمارے مذہب میں شراب حلال ہے۔ حالانکہ شراب پینے والا اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا گندی نالیوں میں لوٹنے لگتا ہے۔

ماں بہن اور بیوی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جوا ہمارے یہاں جائز ہے۔ ایک قمار باز شخص اول درجے کا بے حیا اور اوباش بنجاتا ہے۔ جب جوا کھیلنے والا ہارنے لگتا ہے تو بیوی بچوں تک کے داؤں لگا دیتا ہے اور

پھر چوری اور ڈکیتی پر اتر آتا ہے۔ کسی کو قتل کر ڈالنا اُس کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔ کس قدر برا کام ہے۔ یہ زنا ہم برا نہیں سمجھتے غرض دنیا بھر کی برائیاں ہم میں موجود ہیں۔ یہ سب مذہب کی بے یقینی کی وجہ سے ہے :۔

اسلام ان تمام باتوں سے روکتا ہے۔ پرہیزگاری کی تلقین کرتا ہے۔ میرے خیال میں اسلام سچا مذہب ہے"۔

خالد نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو کیوں نہ ہم تینوں چل کر مسلمان ہو جائیں

عثمان نے کہا۔ نہایت نیک صلاح ہے یہ!

تینوں اس بات پر متفق ہو گئے چونکہ انھیں اندیشہ تھا کہ اگر ان کے مدینہ جانے اسلام پر مائل ہونے کا راز فاش ہو گیا تو قریش ان کے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس لیے انھوں نے خفیہ خفیہ تیاریاں شروع کیں اور پندرہ بیس روز کے بعد ایک دن صبح صادق سے قبل تینوں دوست گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کی تاریکی میں نہایت خاموشی سے مکہ سے نکلے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو لوگوں کو ان کی روانگی کا حال معلوم ہوا :۔

مگر قریش یہ خوب جانتے تھے کہ وہ تینوں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ حد درجہ عداوت رکھتے ہیں۔ اس لئے انھیں یہ خیال ہی نہ ہوا کہ وہ مدینہ میں دربار رسالت میں حاضر ہونے کے لئے چلے گئے ہیں۔ بلکہ انھوں نے یہ سمجھا کہ تینوں شکار کے شوقین ہیں۔ شکار کھیلنے کے لئے گئے ہیں۔ کفار مکہ نے بھی خیال کر لیا کہ وہ دو چار دن میں شکار کھیل کر واپس آ جائیں گے مگر جب ہفتے گذر جانے پر بھی وہ واپس نہ آئے تو ان کو بڑا فکر ہوا اور وہ ان کی تلاش و تجسس میں مصروف ہوئے

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے اور بنو بکر نے کفار سے مصالحت کر لی تھی۔ یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔ قبیلہ خزاعہ کمزور تھا اور قبیلہ بنو بکر بڑا طاقتور تھا۔ اس لئے بنو بکر والے اہل خزاعہ کو پیس ڈالنے کی فکر میں رہتے تھے مگر یہ دونوں قبیلے ہر دو فریق کے ہم عہد ہو گئے تھے۔ اس لئے انھیں دس سال تک صلح و آشتی سے رہنا چاہئے تھا۔ مگر اکثر کوتاہ اندیش انسان طاقت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔

اہل بنو بکر یہ سمجھ کر کہ مسلمان مدینہ میں سیکڑوں میل کے فاصلے پر رہتے ہیں بنی خزاعہ کی امداد کے لئے کیا آئیں گے۔ اہل خزاعہ پر چیرہ دستیاں کرنے لگے۔ ہر چند بنو خزاعہ نے انھیں سمجھایا۔ عہد نامہ کی طرف توجہ دلائی۔ مسلمانوں کی عظمت۔ اور قوت سے ڈرایا مگر وہ باز نہ آئے۔ اور علانیہ اُن کو ستانے لگے۔

ایک روز محلہ وتیرہ میں جہاں بنو خزاعہ رہتے تھے بنو بکر کے چند اوباش پہنچے اور عورتوں کو چھیڑنے لگے۔ بنو خزاعہ نے اب بھی صبر کیا اور طرح دے کر وقت کو گزارنا چاہا لیکن بنو بکر گویا لڑنے کے لئے آمادہ تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا تم مسلمانوں کے بھروسہ پر پھولے ہوئے ہو۔ کان کھول کر سن لو مسلمان ہمارا کچھ نہیں کر سکتے۔ محمد ایک مجنوں ہے (نعوذ باللہ) ہم اُسے اور اس کے ساتھیوں کو دم بھر میں پیس ڈالیں گے۔ بنو خزاعہ کے ایک شخص نے کہا اس قدر یادہ گوئی نہ کرو۔ تمام عرب نے آج حضرت محمد کو دنیا کا بزرگ ترین شخص مان لیا ہے مسلمانوں کی حکومت مدینہ میں قائم ہو گئی ہے۔ سیکڑوں میل کے علاقہ میں ان کی سلطنت پھیل گئی۔ کسی کو برا کہنا انسانیت نہیں ہے۔

بنو بکر لڑنے کا بہانہ ڈھونڈھ رہے تھے انھوں نے فوراً تلواریں علم کیں اور بغیر کچھ کہے سنے بنو خزاعہ کو تہِ تیغ کرنا شروع کر دیا! بنو خزاعہ کمزور تھے بھاگ نکلے ویرہ کا بازار بند ہو گیا لوگ سراسیمہ اور بدحواس ہو کر بھاگنے لگے سنگدل اور اوباش بنو بکر نے بیس آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ شام کے وقت وہ واپس لوٹے اور محلہ میں امن وامان ہوا آفتاب غروب ہونے سے قبل بنو خزاعہ کے سربرآوردہ لوگ جمع ہوگئے اور دن کے واقعہ پر اظہار تاسف کر کے اس بات پر متفق ہوگئے کہ نوفل سے چل کر شکایت کریں۔

نوفل بنو بکر کا سردار تھا۔ نہایت چالاک اور بے رحم شخص تھا۔ بنو خزاعہ اس کے مکان پر پہنچے اور اس سے شکایت کی کہ اس کے قبیلہ والوں نے بلاوجہ ان کے بیس آدمی مار ڈالے۔ نوفل نے تمام واقعہ سن کر کہا بہت ہی اچھا ہوا تم مسلمانوں سے معاہدہ کر کے مغرور ہو گئے ہو۔ اب مسلمانوں کو اپنی امداد کے لئے بلاؤ۔ بنو خزاعہ کے سردار نے کہا لیکن آپ اہل قریش کے حلیف ہیں اور ان کا مسلمانوں سے معاہدہ ہے آپ بدعہدی کر کے آتش جنگ مشتعل نہ کریں نوفل نے ہنس کر کہا بے وقوفو! اس سے آتش جنگ مشتعل نہیں ہو سکتی۔ ہم نے عہد کیا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں سے مصالحت کریں گے ان سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ کمینو! تم نے قریش کو چھوڑ کر مسلمانوں سے مصالحت کیوں کی اب اس کا مزہ چکھو۔ ایک شخص بھی تمہارے قبیلہ کا زندہ نہ بچ پائیگا

بنو خزاعہ مایوس ہو کر واپس لوٹے۔ جب وہ واپس لوٹے تو نوفل نے صفوان بن اُمیہ عکرمہ بن ابوجہل اور جبل بن عمرو وغیرہ کو بلا کر تمام واقعہ سنایا اور کہا یہ موقع ہے کہ

ہم آج رات کو بنو خزاعہ کو بیچ ڈالیں۔ اس سے ان لوگوں پر جو مسلمانوں سے معاہدہ کر چکے ہیں اثر پڑے گا اور وہ ہماری طرف جھکیں گے اور پھر ہماری قوت بہت کچھ بڑھ جائے گی۔ صفوان نے کہا بہت اچھی تدبیر ہے تم نے پہلے ہی یہ بات کیوں نہ سوچی۔ نوفل نے کہا۔ ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ اس کا وقت ابھی آیا ہے تم اپنے لشکر کو بلا لو اور رات کو بنو خزاعہ پر جا چڑھو۔

تمام لوگوں نے اپنے اپنے غلام بھیج کر لشکر بلا لئے۔ نوفل نے بھی اپنا لشکر طلب کیا تھا۔ یہ سب سرکش بد عہد اور مکار لوگ رات کی تاریکی میں اپنی ظالمانہ حرکات سے عہد نامہ کی دھجیاں اڑانے کے لئے روانہ ہوئے آدھی رات کے قریب محلہ وتیرہ میں پہنچے اندھیری رات تھی۔ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ستارے آسمان پر بکھرے ہوئے چمک رہے تھے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش تھا۔

بنو خزاعہ بے فکری سے گھروں میں گھسے آرام کی نیند سو رہے تھے کہ دفعتاً دنیائے سکون تلاطم ہو گئی مختلف آوازوں سے محلہ گونج اٹھا۔ بنو بکر اور اہل قریش کی بے پناہ تلوار بے مظلوم بنو خزاعہ کو قتل کرنے لگیں۔ مردوں عورتوں اور بچوں کی تخصیص نہ رہی جو سامنے آ گیا بے دریغ قتل کر دیا گیا۔ بنو خزاعہ اس اچانک افتاد سے سراسیمہ ہو گئے وہ گھبرا کر دوڑے اور حرم شریف میں جا چھپے۔ عربوں کا یہ پہلا قانون تھا کہ جو شخص حرم میں پناہ لے لیتا تھا اسے نہ قتل کیا جاتا تھا۔ خیال کرتے کہ وہ بتوں کی پناہ میں آ گیا ہے مگر بنو خزاعہ کو وہاں بھی پناہ نہ ملی وہ حرم میں بھی قتل کئے گئے۔ کفار مکہ کو اس بات پر غصہ تھا کہ بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے کیوں مصالحت کی۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمان سینکڑوں میل کے فاصلے سے مکہ

طرار کو نہ کہ کئے گئے اس لئے اُن پر انتہائی سنگدلانہ اور بے رحمانہ ستم کر رہے تھے۔
بدیل بن ورقہ قبیلہ بنو خزاعہ کا سردار تھا جب کفار مکہ اس کے گھر میں گھس کر اس
کا سامان لوٹنے لگے تو اس نے بلند آواز سے کہا اے شہ مدینہ۔ اے خاتم النبیین
ہماری فریاد سنیئے ہم پر اس لئے ظلم کیا جا رہا ہے کہ ہم نے آپ سے مصالحت کیوں کی
آئیے اور ہم کو ان بھیڑیوں سے بچائیے! اسی وقت ایک بارعب آواز آئی۔ لبیک لبیک
اے بنو خزاعہ۔

سب اس آواز کو سن کر حیران ہوئے۔ کفار مکہ پر بھی رعب سا چھا گیا۔ انھوں
نے قتل اور غارتگری بند کر دی۔ اور اپنے آدمیوں کو لے کر واپس لوٹ گئے
جب صبح ہوئی اور آفتاب تباہ شدہ اور تاراج محلہ وغیرہ پر طلوع ہوا تو ہر گھر سے
نالہ و شیون کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ مرد عورتیں اور بچے اپنے مقتول عزیزوں کو یاد کر کے
رو رہے تھے۔ چونکہ بیچارے کمزور تھے دشمنوں سے انتقام نہ لے سکتے تھے اس لئے آنسو
بہا بہا کر جوش انتقام کی آگ کو سرد کر رہے تھے۔ بدیل بن ورقہ نے عمرو بن سالم کو بلا کر کہا
عمرو! بتاؤ ہم کو کیا کرنا چاہیے ظالموں نے ہم کو بالکل برباد کر دیا ہے۔ عمرو نے کہا کہ سوائے
اس کے کہ ہم شاہ مدینہ کے حضور میں فریاد لے جائیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ بدیل نے کہا یہی
میرا ارادہ ہے کہ میں اور تم دونوں چلیں۔ عمرو نے کہا چلئے اُس کے دربار میں چلئے
جو بڑا خلیق بُردبار رحم دل نبی نوع انسان کا ہمدرد ہے۔ دونوں نے جلد جلد تیاری کی اور
دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں محمدؐ کو اپنا حال زار سنانے کے لئے روانہ ہو گئے۔

اٹھارہواں باب (۱۸)

مجاہدین اسلام کا کوچ

آنحضور صلعم اور تمام مسلمان حج سے فارغ ہو کر بخیریت تمام مدینہ میں پہنچ گئے تھے چونکہ مسلمانوں کے بدترین دشمن کفار مکہ اور یہودی تھے۔ یہودی تو مطیع ہو چکے تھے اور کفار مکہ سے مصالحت ہو گئی تھی اس لئے اب کسی دشمن کا خدشہ باقی نہ رہا تھا مسلمانوں کو خیال ہونے لگا تھا کہ اب وہ امن وچین سے رہ سکیں گے۔ مکہ کی معاہدت کے چند ہی روز بعد خالد عمرو بن العاص اور عثمان مدینہ میں پہنچے چونکہ یہ تینوں جلیل القدر سردار تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے اُن کی آمد کو حیرت سے دیکھا۔ یہ تینوں سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے حسب عادت خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا جب وہ بیٹھ گئے تو آنحضورؐ نے دریافت کیا اے مکہ کے رئیسو تم کس لئے آئے ہو "؟

خالد نے کہا مسلمان ہونے کے لئے! یہ سنکر حضور کا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ اور آنکھوں سے مسرت کی چمک نکلنے لگی۔ آپ نے فرمایا مرحبا۔ اے رئیسان مکہ مرحبا! لیکن خالد! تم تینوں امیر ہو۔ رئیس ہو۔ اپنے قبیلہ کے سردار ہو تم میں امارت کی بو ہے خاندانی شرافت کا غرہ ہے اور اسلام امارت اور نسبی فخر کو مٹانے آیا ہے کیا تم اس بات کو گوارہ کر لوگے

کہ نسبی فخر کو بھول جاؤ۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو اپنا بھائی سمجھو فخر و غرور کو دل و دماغ سے نکال دو۔ خالد نے کہا نسب پر فخر اور امارت پر غرہ جاہلوں کا کام ہے ہم جہالت کی تاریکی کو چھوڑ کر اسلام کے زیر سایہ پناہ لینے آئے ہیں"!

حضور نے مسکرا کر فرمایا جب تو تم لائق صد ہزار تحسین ہو! اس کے بعد آنحضور نے ان تینوں کو مسلمان کر لیا ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں میں بڑی مسرت ہوئی۔ مدینہ میں گھر گھر ان کے آنے اور مسلمان ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ ہر وہ مسلمان جو مکہ کا رہنے والا تھا ان تینوں سے مصافحہ کرنے کے لئے دوڑ پڑا۔ ان کے بعد مدینہ والوں نے مصافحے کئے۔ خالدؓ عمروؓ اور عثمانؓ مسلمانوں کا جوش اخوت دیکھ کر بکمال محظوظ ہوئے۔ عام مسلمانوں نے ان کی دعوتیں شروع کیں۔ عرصہ تک وہ مسلمانوں کے مہمان رہے۔

ایک شب کو حضور امیر المؤمنین حضرت میمونہؓ کے کمرہ میں بیٹھے ہوئے تہجد کی نماز پڑھنے کے واسطے وضو کر رہے تھے کہ آپ نے بنو خزاعہ کی آواز سنی۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا لبیک! لبیک!! یا بنو خزاعہ! حضرت میمونہؓ نے فریاد کی آواز نہ سنی تھی۔ لہٰذا انھیں تعجب ہوا کہ حضور نے لبیک! لبیک!! یا بنو خزاعہ کیوں فرمایا ہے۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے یہ لبیک کس کی صدا پر کی۔ آنحضور کا چہرہ اس وقت کچھ متغیر تھا جلال کے آثار ظاہر تھے آپ نے کسی قدر ترش روئی سے فرمایا۔ میمونہ اہل قریش نے بدعہدی کی۔ آج انھوں نے بنو خزاعہ پر دست تظلم دراز کر کے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ مظلوم بنو خزاعہ نے مجھ سے فریاد کی ہے اور میں نے ان کی فریاد پر لبیک کہا ہے۔ حضرت میمونہ نے دریافت کیا۔ کیا حضور قریش پر لشکر کشی کریں گے۔

آنحضور نے فرمایا! ہاں میں عہد نامہ کی دھجیاں کرنے والوں کی دھجیاں اڑا دوں گا۔

یہ کافر خود بھی آرام سے نہیں رہتے اور ہمیں نیز ہمارے حلیفوں کو بھی آرام سے نہیں رہنے دیتے اس کے بعد حضور نماز پڑھنے لگے۔ جب صبح ہو گئی تو حضور نے حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا افسوس رات بنو بکر اور قریش نے مل کر بنو خزاعہ کو قتل کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کیا حضور کا گمان ہے کہ قریش بد عہدی کریں گے۔ حضور نے کسی قدر جوش بھرے لہجے میں کہا۔ ہاں انھوں نے بد عہدی کی اور کمزور قبیلہ بنو خزاعہ کو کچل ڈالا۔

یہ بات تمام مدینہ میں عام ہو گئی۔ مسلمانوں کو خیال ہو گیا کہ اب مکہ پر لشکر کشی کی جائے گی چند روز کے بعد بدیل بن ورقہ عمرو بن سالم پہنچے۔ نہایت پریشان حال اور غمگین تھے جس وقت یہ دونوں مسجد نبوی میں پہنچے تو اس وقت مسلمان عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے دونوں حضورؐ کے قریب گئے۔ سلام کیا۔ اور پاس بیٹھ کر کہا۔ حضور ہم کو قریش نے پامال کر دیا ہم آپ کے پاس فریادی آئے ہیں۔

حضور نے فرمایا! مجھے خدائے تعالیٰ نے پہلے ہی اطلاع دے دی ہے کیا تم نے فریاد کے بعد میری آواز مدینہ میں نہ سنی تھی؟ بدیل نے کہا۔ حضور سنی تھی۔ بدبخت قریش اور مغرور بنو بکر نے ہم کو کچل ڈالا۔ کہ ہم نے آپ سے کیوں مصالحت کی! عمرو بن سالم نے کہا۔ اے فریادرس۔ اے شہ مدینہ۔ ہماری فریاد سنیئے۔ ورنہ ہم برباد کر دئیے گئے۔

ان قریشا اخلفوک الموعدا	ونقضوا میثاقک المؤکدا
قریش نے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی کی	اور انھوں نے اس مضبوط معاہدہ کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا
وجعلوا لی فی کداء رصدا	وزعموا ان لست ادعوا احدا
اور ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا ہے	اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کے لئے کوئی نہ آئیگا
وھم اذل واقل عددا	ھم بیتونا بالوتیر ھجدا
اور وہ ذلیل ہیں قلیل تعداد میں ہیں	اور انھوں نے ہمارے محلہ وتیرہ میں ہم سوتے میں حملہ کیا

ان اشعار کو سن کر تمام مسلمانوں پر رنج و افسوس کا گہرا اثر پڑا حضور بہت زیادہ متاثر ہوئے آپ نے فرمایا اے مظلوم بنو خزاعہ اطمینان رکھو۔ تمہارا انتقام لیا جائے گا۔ ابوسفیان تجدید عہد کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ مگر وہ ناکام واپس جائے گا۔ اسلام امن و صلح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ مسلمان بیکسوں اور مظلوموں کے حامی ہیں۔ دنیا سے ظلم و ستم کی لعنت دور کی جائیگی ظالموں اور سرکشوں کو تلوار کے زور سے سیدھا کیا جائے گا تم ٹھہرو اور اس وقت کا انتظار کرو جب کہ خدا کا حکم نازل ہو اور لشکر اسلام فتح مکہ کے ارادہ سے روانہ ہو۔

بدیل اور عمرو دونوں اس تسلی آمیز گفتگو کو سن کر مسرور و مطمئن ہو گئے۔ دن گزرتے گئے اور بنو خزاعہ کے یہ دونوں سردار مسلمانوں کے مہمان رہ کر ان کی معاشرت اور ان کے تمدن کا بنظر غور مطالعہ کرتے رہے انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں سادگی ہے۔ انتہائی سادگی اگرچہ وہ مالدار ہیں۔ دولت ان کے قدموں پر پڑی ہوئی ہے۔ ان کے بچے روپیہ اور اشرفیوں سے کھیلتے ہیں مگر ان میں تمول کی بیجا نمائش نام کو بھی نہیں!

نہایت سادہ کپڑے پہنتے تھے۔ نہایت سادہ کھانا کھاتے تھے اور نہایت سادہ طریقہ پر رہتے تھے۔ ہر مسلمان کمال خوش اخلاق بنی نوع انسان کا کمال ہمدرد اور کمال بااستغنا ہے۔ آپس میں اس قدر محبت و اخوت ہے کہ اگر ایک مسلمان کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچتی ہے تو سارے مسلمان بے قرار ہو جاتے ہیں۔ اس کی تیمارداری کرنے لگتے ہیں اور ہر شخص ہر ایک کا کام بڑے فخر اور بڑی دلچسپی سے کرتا ہے۔

کوئی غلام ہو یا آزاد۔ رئیس ہو یا غریب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ گویا ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ سب خوش ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ایک ہی شخص کی اولاد ہوں پھر بھائی بھائی بھی کسی بات پر آپس میں تتر ہو جاتے ہیں۔

لڑجھگڑ پڑتے ہیں۔ مگر مسلمان ایسے بھائی ہیں جو کبھی کسی سے تیز ہو کر بھی نہ بولتے تھے نہایت نرمی اور ملائمت سے باتیں کرتے تھے۔ اُن کے بچے آپس میں بڑے پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ مستورات کا اس قدر میل جول تھا کہ بعینہ سگی بہنیں معلوم ہوتی تھیں کوئی مسلمان متفکر یا مغموم نظر نہ آتا تھا۔ سب خوش تھے۔ ایسے خوش جیسے وہ دنیاوی تفکرات سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ دراصل جسقدر انسان دنیوی بکھیڑ دل میں پھنسا رہتا ہے یا جس قدر دنیا اور دنیا کی دولت و عشرت کا حریص ہوتا جاتا ہے اور ضروریات زندگی کو بڑھا لیتا ہے اُسی قدر پریشان اور متفکر رہنے لگتا ہے۔ مسلمانوں کی ضروریات محدود تھیں وہ عیش و عشرت سے کوسوں دور تھے یا دور رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہیں کوئی پریشانی یا کوئی فکر نہ تھا۔ مسلمان ایک دوسرے سے محبت تو کرتے ہی تھے مگر احترام بھی زیادہ کرتے تھے۔ ہر چھوٹی عمر کا اپنے سے بڑی عمر والوں کا کمال ادب و لحاظ کرتا تھا جو بات کوئی بزرگ کہہ دیتا تھا۔ خورد اُسے فوراً مان لیتے تھے۔ آنحضور کا تمام مسلمان اس قدر کرتے تھے کہ کوئی قوم کسی بادشاہ کا نہ کرتی ہوگی جب آنحضور اپنے مکان سے نکلتے تو مشتاقان دید پروانوں کی طرح گرد ہو جاتے۔ حضور کی زیارت کے لئے ہجوم اس قدر ہو جاتا کہ راستے لبریز ہو جاتے۔ کشادہ گلیاں تنگ ہو جاتیں۔ انسانوں کا سمندر لہریں لینے لگتا۔ سب نہایت خاموشی اور ادب سے حضور کے پیچھے آہستہ آہستہ چلتے تھے کبھی کوئی مسلمان حضور کے آگے یا برابر چلنے کی بھی جرأت نہ کرتا تھا۔

چونکہ اب مدینہ میں مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تھی۔ اس لئے کئی مسجدیں بڑے بڑے محلوں میں تعمیر کر لی گئی تھی۔ البتہ نماز جمعہ مسجد نبوی میں ہوتی تھی تمام مسلمان اذان کی آواز سنتے ہی مسجدوں میں پہنچ جاتے تھے۔ کسی کو خواہ کتنا ہی ضروری کام

کیوں نہ ہو اذان سنتے ہی تمام کام چھوڑ دیتا حتی کہ دوکاندار اگر کسی کو سودا تول کر دے رہا ہوتا تو تولنا بند کر کے مسجد کی طرف چل دیتا جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل کوئی مسلمان کوئی کام نہ کرتا۔ بازار بند اور سارے کاروبار معطل رہتے صبح ہی سے مسلمان کپڑے بدلنے اور نہانے کی ایسی تیاریاں شروع کر دیتے جیسے اس زمانہ کے مسلمان عید کی تیاریاں کیا کرتے ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا تھا کہ جمعہ مومنوں کی عید ہے۔ مسلمان عید سے زیادہ اس دن کا احترام اور نماز کے لئے بڑے شوق و شغف سے تیاریاں کیا کرتے تھے۔

بدیل اور عمرو کو مسلمانوں کی ہر بات نرالی اور مذہبیت لئے ہوئے معلوم ہوتی تھی کوئی مسلمان احکام شرع سے ایک انچ ادھر اُدھر نہ ہوتا تھا۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی سفیان آیا ہے اور معاہدہ کی تجدید کرنا چاہتا ہے۔

چونکہ تمام مسلمانوں کو معلوم تھا کہ قریش نے عہد توڑ ڈالا ہے اور مظلوم قبیلہ بنو خزاعہ کو نشانہ ستم بنایا ہے۔ اس لئے سارے مسلمان تمام قریش سے سخت بیزار اور ناخوش تھے۔

ابو سفیان حضور کی خدمت میں باریاب ہوا اور نہایت عاجزی کے لہجہ میں بولا حضور قریش کے چند ناعاقبت نوجوانوں نے معاہدہ کے خلاف ورزی کی ہے۔ تمام اہل مکہ کو ان کی اس نازیبا حرکت کا افسوس ہے کہ مجھے میری تمام قوم نے اپنا سفیر بنا کر تجدید عہد کے لئے خدمت اقدس میں بھیجا ہے میں التماس کرتا ہوں کہ میثاق بین الاقوام کی میعاد دس سال سے زیادہ بڑھانا چاہتا ہوں۔

آنحضور نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ خاموش رہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا۔ شاید حضور یہ کیا خیال کرتے ہیں کہ معاہدہ شکنی صرف قریش نے ہی کی ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ جھگڑے کی ابتدا بنو خزاعہ کی طرف سے ہوئی مگر ہم پھر بھی اپنی طرف سے تجدید عہد کرنے پر تیار ہیں۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ عرب کا امن وامان ختم ہو جائے اور آتش جنگ بھڑک کر انسانوں کو جلا ڈالے۔

اگر چہ اس وقت مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی ہے مگر اتنی نہیں بڑھی ہے کہ وہ اہل مکہ کا مقابلہ کر سکیں۔ میرے خیال میں تو یہ بہتر ہے کہ مکرر یہ صلحنامہ مرتب کر لیا جائے۔ آنحضور نے فرمایا! ابوسفیان تم نے تمھاری قوم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اب تم در پردہ جنگ کی دھمکی دیتے اور اپنا رعب ڈال کر صلح کرنے کے لئے آئے ہو۔ یہ تمھارا خیال خام ہے۔ تم نے بنو خزاعہ کو اس لئے مسل ڈالا کہ وہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ یہ خیال کر لیا کہ مسلمان ان کی امداد نہ کریں گے۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہم بنو خزاعہ کی امداد کر کے تم سے اور تمھاری قوم سے تمھاری وحشیانہ اور بیرانہ سنگدلی کا انتقام لیں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تم پر لشکر کشی نہ کریں تو تمھارے لئے مناسب ہے کہ تم بنو خزاعہ کو راضی کر لو ۔۔

ابوسفیان نے قطع کلام کر کے کہا۔ بنو خزاعہ کو راضی کر لیں ؟ گویا اُن کی خوشامد کریں یہ غیر ممکن ہے۔

آنحضور نے کہا۔ بس تو تجدید معاہدہ بھی غیر ممکن ہے۔

ابوسفیان یہ سن کر کچھ مغموم سا ہو گیا۔ وہ اُٹھ کر حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں پہنچا اور اُن سے کہا۔ اے ابوبکر تم رحمدل اور نیک طینت انسان ہو۔ مکہ تمھارا

وطن ہے اور اہل مکہ تمھارے ہم وطن ہیں۔ کیا تم یہ گوارا کرلوگے کہ تمھارا وطن تاراج ہوجائے اور اہل وطن قتل وغارت ہوجائیں؟

صدیق اکبر نے کہا۔ مجھے وطن اور اہل وطن سے محبت ہے۔ اگرچہ میرے وطن والوں نے مجھے نکال دیا تھا۔ وہ مجھے بھول گئے مگر میں انھیں نہیں بھولا۔ لیکن تم نے .. معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ عہدنامہ کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ بنو خزاعہ کو بلاقصور کچل ڈالا ہے۔ آنحضور تم سے ناراض ہوگئے ہیں۔ اب یہ کسی کی حماقت نہیں ہے کہ حضور سے تمھاری سفارش کرسکے۔

ابوسفیان نے کہا۔ شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ تمھاری قوت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تم مکہ پر لشکر کشی کرسکتے ہو لیکن ابوبکر ہمارے تمام قبائل متحد ہوکر تمھارا مقابلہ کریں گے اور تم آسانی سے کبھی مکہ میں داخل نہ ہوسکوگے۔

حضرت صدیق اکبر نے کہا۔ اُسے خدا ہی جانتا ہے۔ کوئی مسلمان آئندہ کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ابوسفیان مایوس ہوکر اٹھا اور حضرت عمر کے حضور میں پہنچا۔ حضرت عمر اُسے دیکھتے ہی کبیدہ خاطر ہوگئے۔ ابوسفیان اگرچہ سمجھ گیا کہ وہ ناراض ہیں تاہم اُس نے کہا۔ عمر تم قریش کے فرد ہو اہل مکہ کے ہمیشہ مددگار رہے ہو کہ تمھارا وطن ہے۔ سنتا ہوں کہ حضرت محمد تمھاری بات مانتے ہیں کیا تم ہم پر اس قدر احسان کرسکتے ہو کہ حضور سے تجدید عہدنامہ اور توسیع کی سفارش کردو۔

حضرت عمر نے قدرے درشت لہجہ میں کہا۔ ابوسفیان تم نے اور تمھاری قوم نے اپنی

قوت وطاقت کے زعم پر ایک مظلوم قبیلہ کو پیس ڈالا۔ تم نے ہمیں اور ہمارے حلیفوں کو ناچیز سمجھا۔ بے رحم انسان جب تمہارے اوباش اور سنگدل لوگ عہدنامے کے پرخچے اڑا کر کرنے کی فضا میں بکھیر رہے تھے اور بے رحمی سے ایک بے کس قبیلہ کو کچل رہے تھے اس وقت انجام کار پر کیوں نظر نہ گئی تھی۔ کیوں نہ سمجھ لیا تھا کہ مسلمان تمہاری سرکوبی کے لئے تمہارے دماغی توازن کی اصلاح کرنے کے لئے تمہارے سروں پر پہنچیں گے اب آئے ہو عاجزی کر کے عہدنامے کی تجدید کرنے۔ بدبختو عہدنامہ تمہارے لئے ایک نعمت تھی تم نے خود اس نعمت کی قدر نہ کی اور اُسے اپنے سے دور کر کے لعنت مول لے لی۔ اب تمہارے ساتھ عہدنامہ نہیں کیا جا سکتا کسی شخص میں یہ طاقت یہ جرأت یہ ہمت نہیں ہے کہ حضورؐ سے تمہاری سفارش کر سکے جاؤ اور انتظار کرو کہ کب اسلامی لشکر تمہارے غرور وتکبر کا خاتمہ کرنے کے لئے مکہ کے سامنے پہنچتا ہے۔"

ابوسفیان نے کہا عمرؓ تم میں بڑا جوش ہے بڑا غصہ ہے مگر جانتے ہو اس جوش اور غصہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ حضرت عمرؓ نے غضبناک ہو کر ابوسفیان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ جانتا ہوں میری تلوار ہوگی اور تم جیسے خودسر دلیر بے سر ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر تم ہمارے مہمان نہ ہوتے تو تلوار تمہارے سر وتن کا فیصلہ کر چکی ہوتی۔

ابوسفیان جانتا تھا کہ حضرت عمرؓ تیز مزاج اور بہادر ہیں اُسے اور کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ اٹھ کر حضرت علی المرتضیٰ کی خدمت میں پہنچا اور عاجزی کے لہجہ میں بولا علی کرم تم میری مدد کرو اور حضورؐ سے سفارش کر دو حسن تدبر الکا پرمۂ صلح اپنے فرمادیں کرلیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کسی شخص میں بھی یہ طاقت نہیں کہ حضور اکرم سے تمہاری سفارش کر سکے ابوسفیان نے دریافت کیا پھر میں کیا کروں حضرت علیؓ نے مسکرا کر کہا تم مسجد نبوی میں کھڑے

ہوکر اعلان کردو کہ میں قریش کا سفیر ہوں تجدید عہد کے لئے آیا تھا مسلمان صلح نہیں کرتے مگر میں اپنی طرف سے صلح کئے جاتا ہوں"!

اگرچہ حضرت علی کرم اللہ نے یہ بات مذاقاً کہی تھی مگر ابو سفیان نہ سمجھا اور اُس نے مسجد نبوی میں پہنچکر حسب ہدایت اعلان کر دیا اور اُسی روز وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہو گیا!

آنحضورؐ کو قریش کی بد عہدی کا ملال تھا آپ خاموش تھے آپ کی خاموشی سے مسلمانوں کو اُلجھن سی ہو رہی تھی مگر کسی کو کچھ کہنے اور دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی آخر ایک روز صبح جب کہ مسلمان نماز فجر سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے اعلان کر دیا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں مسلمانوں نے فوراً تیاریاں شروع کر دیں اگرچہ مسلمان تیاریاں کر رہے تھے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کس طرف لشکر کشی ہونے والی ہے چند روز کے بعد آنحضورؐ نے خود ہی فرما دیا کہ مکہ پر لشکر کشی کی جائے گی۔ بیت الحرام کو اصنام پرستی کی لعنت سے پاک کرنے کا وقت آگیا ہے بد عہد اور بے رحم قریش کو ان کی سفاکی کی سزا دینا لازمی ہے! مسلمان اس اعلان سے نہایت مسرور ہوئے اگرچہ جانتے تھے کہ قریش اور ان کے حلیف قبائل کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے مگر ان کی چیرہ دستی اور سفاکی نے ان کی سرکوبی پر انھیں اُکسا دیا تھا اور اس لئے وہ خوش تھے اور انھوں نے تیاریاں شروع کر دیں ہر مسلمان مصروف نظر آنے لگا مدینہ منورہ میں چہل پہل شروع ہو گئی۔ جو لوگ نواح مدینہ میں آباد ہو گئے تھے وہ بھی طلب کر لئے گئے ان کے آنے کی وجہ سے مدینہ کی رونق بہت بڑھ گئی تھی۔

ایک روز آنحضورؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے حضرت عمرؓ حضرت صدیقؓ حضرت عثمانؓ حضرت علی کرم اللہ حضرت زبیرؓ اور دیگر اصحاب حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے حضورؐ کچھ خاموش تھے

سر جھکائے بیٹھے تھے۔ صحابہؓ بھی چپ تھے۔ دفعتہً آپ نے سر اٹھایا۔ اور حضرت علی کرؓ اور زبیرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ اس وقت ایک عورت مکہ جانے کے لئے قبا کی طرف جا رہی ہے۔ اُس کے پاس قریش کے نام ایک خط ہے اس کو گرفتار کر لاؤ۔

فوراً حضرت علی کرمؓ اور حضرت زبیرؓ اُٹھے مسجد سے نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر قبا کی طرف دوڑے۔ تھوڑی ہی دور چل کر انھوں نے ایک عورت کو اونٹ پر سوار جاتے دیکھا۔ وہ قبا میں داخل ہونا چاہتی تھی کہ یہ دونوں بزرگ اُس کے قریب پہنچے اور حضرت علی کرمؓ نے ڈپٹ کر کہا۔ ٹھیر جا! او غدارہ"

عورت نے اونٹ روک لیا۔ اُس نے اُن دونوں کی طرف دیکھا تو اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ آنکھیں خوف سے اندر دھنس گئیں۔ چہرہ عرق آلود ہو گیا۔ حضرت علی کرمؓ نے قریب پہنچ کر کہا۔ مکارہ! وہ خط ہمارے حوالے کر دو جو تم لے جا رہی ہو۔

عورت یا تو کانپ رہی تھی یا سنبھلی اور اُس نے کہا خط .. .. .. میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

حضرت علی کرمؓ نے غصہ سے تھیر کر کہا۔ جھوٹ بکتی ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ خط ہم کو دے دے۔ عورت نے کہا آپ میری تلاشی لے لیجئے۔ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے! یہ کہتے ہی اُس نے اونٹ بیٹھایا۔ حضرت علی کرؓ نے گھوڑا بڑھایا اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے تلاشی لینا شروع کی۔ ہر چیز دیکھ ڈالی مگر خط نہ ملا۔

عورت نہایت اطمینان سے بیٹھی تھی۔ حضرت علی کرمؓ کو حیرانی ہو رہی تھی۔ عورت نے مسکرا کر کہا۔ تم نے تلاشی لے لی مگر .. .. .. آنحضورؐ کبھی غلط اطلاع نہیں دے سکتے۔ اچھا تم ہمارے

ساتھ چلو وہ خود تلاشی لے لیں گے۔ مگر یہ سوچ لو کہ اگر ان کی تلاشی لینے کے وقت خط تمہارے پاس سے نکلا تو فوراً تمہارا سر اُڑا دیا جائے گا۔

عورت یہ سن کر ڈر گئی وہ کچھ سوچنے لگی اور چند لمحے کے بعد بولی اگر میں خط تمہارے حوالے کر دوں .. ..

حضرت علی کرم نے کہا تو تمہاری سلامتی کا وعدہ کیا جا سکتا ہے۔ عورت نے اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر حضرت علی کرم کو دیتے ہوئے کہا۔ خط لیجئے میں جان گئی ہوں کہ جس خدا نے میری روانگی کی خبر اپنے رسول کو دی ہے وہ خط چھپانے کی جگہ بھی بتا دے گا اور پھر میری زندگی ختم کر دی جائے گی۔ لیکن اب آپ نے .. .. میری حفاظت کا وعدہ کر لیا ہے۔

حضرت علی کرم نے فرمایا ہاں اور وہ پورا کیا جائے گا۔ آؤ تم ہمارے ساتھ واپس چلو۔ عورت نے اونٹ کو اشارہ کیا۔ وہ کھڑا ہوا اور تینوں مدینہ کی طرف واپس لوٹے۔ تیزی سے چل کر مسجد کے سامنے پہنچے اپنے اپنے مرکبوں سے اُترے اور مسجد میں داخل ہو کر آنحضورؐ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ حضرت علی کرم نے بڑھ کر خط آنحضورؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے حضرت صدیق سے دے کر کہا اسے کھولو اور پڑھو۔ حضرت صدیق نے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

یہ خط ہے حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کے نام۔

اے بدعہد مکہ والو تمہاری بربادی کا وقت آگیا ہے لشکر اسلام تمہاری سرکوبی کے لئے آنے والا ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے اپنی حفاظت کر لو۔

تمام مسلمان۔ خود آنحضورؐ اس خط کو سن کر بڑے ملول ہوئے۔ ملال کی وجہ یہ تھی کہ حاطب رضا مسلمان تھے۔ ایک مسلمان نے یہ غداری کی تھی کہ دشمنوں کو قبل از وقت اسلامی لشکر کشی کی اطلاع کرنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ آپ اس مہم کو صیغۂ راز میں رکھنا چاہتے تھے

چنانچہ حاطب فوراً طلب کئے گئے وہ اپنی اس حرکت پر نادم اور متاسف معلوم ہوتے تھے۔ حضورؐ نے استفسار فرمایا کیا یہ خط تم نے لکھا تھا۔

مسلمان جھوٹ نہ بولتے تھے۔ حاطبؓ نے کہا حضورؐ میں نے غلطی کی ہے۔ مجھ سے ہی یہ قصور سرزد ہوا ہے۔ حضورؐ نے پھر دریافت کیا کیوں؟

حاطب نے کہا اس لئے کہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں بے رحم و سفاک اہل مکہ ان کا خاتمہ نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں اسلامی لشکر کشی کی انھیں اطلاع کر دوں گا تو وہ میرے مرہون احسان ہو کر میرے اہل و عیال پر دست درازی نہ کریں گے۔

حضرت عمرؓ نے بڑھ کر کہا کہ حضورؐ مجرم نے جرم کا اقبال کر لیا ہے۔ جرم کی وجہ محض لچر اور پوچ ہے۔ یہ غدار ہے۔ منافق ہے۔ اس کی گردن زدنی کا حکم دیجئے۔

یہ کہتے ہی حضرت عمرؓ نے تلوار میان سے کھینچ لی اور حضور کی طرف دیکھنے لگے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ نرمی کرو۔ عمر! حاطب اہل بدر میں سے ہے منافق اور غدار نہیں ہے۔ اہل و عیال کی محبت نے اس سے یہ غلطی سرزد کرائی جو قابل عفو ہے۔

حاطبؓ تمہارا قصور معاف کیا جاتا ہے۔ مگر اقرار کرو آئندہ کبھی ایسا فعل نہ کرو گے۔

حضرت حاطبؓ کو عفو تقصیر کی امید نہ تھی وہ زندگی سے مایوس ہو گئے تھے مگر جب آنحضورؐ نے معاف کر دیا تو انھیں بڑی مسرت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا!

اے پیکر رحم و کرم اب تا زندگی مجھ سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوگی۔ اور میں اپنی اس غلطی پر بھی مدتوں تک ندامت کے آنسو بہاتا رہوں گا۔

.. بھائی عمر! تم بھی مجھے معاف کردو

یہ کہتے ہی وہ حضرت عمرؓ کی طرف بڑھے۔ حضرت عمرؓ نے جلدی سے تلوار نیام میں ڈالی اور بڑھ کر حاطبؓ سے بغلگیر ہوتے ہوئے بولے۔ حاطب تم کو بھول خدا نے معاف کر دیا ہے۔ اب میری کیا مجال ہے کہ میں تم سے ناراض رہ سکوں۔

اللہ اکبر کیا زمانہ تھا۔ کیسے صاف دل لوگ تھے۔ اللہ ہی کے لئے غصہ کرتے تھے اور اللہ ہی کے لئے مل جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس لئے غصہ آیا تھا کہ حاطب نے مسلمانوں سے غداری کی تھی۔ مگر جب آنحضورؐ نے معاف کر دیا تو ان کا دل بھی فوراً صاف ہو گیا اور بھائی کی طرح ان سے بغلگیر ہو گئے۔

مسلمان سوچیں کہ وہ کہاں تک اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں کہاں تک اسوۂ حسنہ ان میں موجود ہے۔ وہ مسلمان کہلانے کے مستحق ہی نہیں جو اپنے بھائی مسلمان سے بغض و کینہ و حسد رکھیں۔

اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ متفق ہو کر رہو اور تو کسی مسلمان سے لڑو جھگڑو ہی نہیں اور اگر بشریت کی بنا پر ایسا ہو بھی جائے تو تین روز سے زیادہ رنجش نہ رکھو جو شخص مصالحت کی ابتدا کرے گا اسے دوگنا ثواب ملے گا۔

آنحضورؐ نے عورت کا بھی قصور معاف کر دیا۔ یہ واقعہ یکم رمضان ۸ھ لکھا ہے۔ حضورؐ نے اسی مجمع میں اعلان کر دیا کہ لشکر اسلام ۱۱ رمضان المبارک ۸ھ کو روانہ ہو گا۔ جو لوگ اپنی تیاری مکمل نہیں کر سکے وہ اب کر لیں۔

مسلمانوں نے بڑے زور و شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔ ۱۰ تاریخ تک سب مستعد ہو گئے۔ ۱۱ رمضان المبارک کو لشکر اسلام مدینہ سے نکلا۔ نہایت شان

اور بڑے دبدبہ سے نکلا۔ کثیر التعداد لشکر تھا۔ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ دس ہزار کا لشکر جرار تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس قدر کثیر التعداد مجاہدین رایت اسلام کے سایہ میں کسی مہم پر روانہ ہوئے ہوں۔

منافقین اور مشرکین مکہ نے اس شاندار لشکر کو دیکھ کر یقین کر لیا کہ قریش اور اہل مکہ کی خیریت نہیں ہے۔ اس مرتبہ مسلمان ضرور مکہ فتح کر لیں گے اگرچہ صبح کی نماز پڑھ کر لشکر روانہ ہونے لگا تھا مگر ظہر کے بعد تک روانہ ہوتا رہا۔ جب آخری سپاہی مدینہ سے نکلا تو عصر کا وقت ہو گیا تھا مسلمان عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے اور مشرکین و منافقین راستوں کے سروں پر کھڑے ہوئے تمام دن لشکر کی روانگی کا نظارہ کرتے رہے۔

جب لشکر دور نکل گیا اور گرد و غبار مٹا مٹا سا نظر آنے لگا تو اہل مدینہ واپس لوٹ گئے۔ مسلمانوں نے عصر کی نماز پڑھی اور خلوص دل و رجوع قلب سے مسلمانوں کی کامرانی کے لئے دعا مانگی۔

انیسواں باب (۱۹)

فتح مکہ

قبیلہ بنو بکر اور سرداران قریش نے اپنی وحشیانہ قوت وطاقت کے گھمنڈ پر مظلوم و بے کس بنو خزاعہ پر رات کے وقت حملہ کر کے بڑی بے رحمی سے انھیں کچل ڈالا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان سیکڑوں میل کے فاصلہ پر ہیں ایک کمزور حلیف قبیلہ کی امداد کے لئے اتنی دور دراز کے فاصلہ پر کیا آویں گے لیکن کسی غیبی طاقت نے ان کے دلوں میں یہ خوف پیدا کر دیا کہ مسلمان ضرور کمزور اور بیکس بنو خزاعہ کا انتقام لینے کے لئے مکہ پر یورش کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے تجدید عہد کے لئے ابو سفیان کو مدینہ میں شاہ مدینہ حضرت محمدؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اہل مکہ کو اطمینان تھا کہ مسلمان ابوسفیان کے جاتے ہی صلحنامہ کی تجدید کر لیں گے اور آنے والا خطرہ مٹ جائیگا لیکن جب ابوسفیان ناکام آیا تو قریش اور بنو بکر کو بڑا فکر لاحق ہوا انھیں یقین ہو گیا کہ اب قریش کے زوال کا وقت قریب آ گیا ہے فوراً انھوں نے نقیب و سفیر اطراف ملک میں دوڑا دیے۔

ہر خاندان اور ہر قبیلہ سے امداد و استعانت کی استدعا کی گئی چند ہی روز میں بادیہ نشین عرب دستوں کے دستے آنے شروع ہو گئے۔ امرائے قریش اور سرداران مکہ نے

بڑی گرمجوشی سے مدافعتی تیاریاں شروع کردیں:-

اگرچہ ابھی مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع نہ آئی تھی مگر اہل مکہ پر اس قدر خوف غالب آگیا تھا کہ وہ رات کو خواب میں ڈر ڈر کر اٹھ بیٹھتے تھے - ایک وقت تھا جب کہ کفار مسلمانوں کو ڈرایا کرتے تھے آج وہ وقت آگیا تھا کہ وہ خود ڈر رہے تھے۔

اکثر و بیشتر سرداران قریش مکہ سے نکل کر دور تک دیکھ آتے تھے کہ اسلامی لشکر کی آمد کا کوئی نشان نظر تو نہیں آتا - اگرچہ انھوں نے اپنے جاسوس بھی مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے مقرر کر رکھے تھے اور وہ لوگ مکہ سے دور پہنچے ہوئے تھے - مگر مکہ والوں کو ان کے اوپر اطمینان نہیں تھا - انھیں خطرہ تھا کہ کہیں وہ بھی مسلمانوں سے ساز باز نہ کرلیں۔

اس لئے خود بھی خیال رکھتے تھے - ایک روز جب دن چھپ گیا تو ابو سفیان اور حکیم بن حزام گھوڑوں پر سوار ہو کر مکہ کی گلیوں کو طے کرنے لگے - جب وہ بیت الحرام کے قریب پہنچے تو انھوں نے لوگوں کو کھڑے ہوئے کچھ سرگوشی کے لہجہ میں باتیں کرتے دیکھا!

یہ دونوں ان کے قریب پہنچے ابو سفیان نے دریافت کیا یہ تم آہستہ آہستہ کیا باتیں کر رہے ہو؟

ایک اعرابی نے کہا یا سیدی میں ابھی مرالظہران سے آرہا ہوں وہاں ایک لشکر اترا ہوا ہے - بڑا عظیم الشان لشکر ہے - شاید بنو خزاعہ اپنے حلیف قبائل کو جمع کر کے چڑھا لائے ہیں - میں ان سے لشکر کا تذکرہ کر رہا تھا۔

ابو سفیان نے کہا۔ "خزاعہ عظیم الشان لشکر نہیں لا سکتے کہیں مسلمان تو نہیں چڑھ آئے"!۔

اعرابی نے کہا ممکن ہے! میں اطلاع کرنے دوڑا چلا آیا اگر مجھے یہ خیال ہوتا تو تحقیق کر کے آتا"!۔

ابو سفیان نے کہا۔ اچھا تم عکرمہ بن ابو جہل۔ صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو سے اس کی اطلاع کر دو! میں اور حکیم خبر لینے جاتے ہیں"!۔

اعرابی آگے بڑھ گیا ابو سفیان اور حکیم وہاں سے چلے اور مکہ سے باہر نکل کر مرالظہران کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے۔ چاندنی رات تھی چاند نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ ریگ زار پر چاندنی کی سفید چادر بچھی ہوئی تھی ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے"!۔

نہایت کیف آگیں سماں تھا۔ دونوں نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ مرالظہران مکہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ دونوں تقریباً ایک گھنٹہ میں اُس مقام کے قریب پہنچ گئے"!۔

اُنھوں نے دور سے سینکڑوں جگہ آگ روشن دیکھی۔ آگ کی روشنی میں خیمے چھولداریاں اور آدمی نظر آئے۔ انھیں دور سے حدنگاہ تک آگ روشن نظر آئی"!۔

ابو سفیان نے حکیم سے کہا! حکیم واقعی عظیم الشان لشکر ہے ایسا عظیم الشان کہ اس کا ایک کنارہ جو ہماری طرف ہے نظر آ رہا ہے۔ مگر دوسرا کنارہ نظر نہیں آتا۔ دیکھتے ہو کتنی دور تک آگ روشن ہو رہی ہے"!

حکیم نے کہا ہاں حدنگاہ تک اُفق میں ڈوبی ہوئی آگ نظر آ رہی ہے یقیناً

کہہ سکتا ہوں کہ یہ لشکر مسلمانوں کا ہے۔ بنو خزاعہ اتنا بڑا لشکر نہیں لا سکتے تھے آؤ جلدی واپس چلو اور مدافعت کی تیاریاں شروع کر دو"!

ابو سفیان نے کہا۔ ٹھہرو! پہلے تحقیق کر لو کہ لشکر کس کا ہے کس قدر ہے ہمارے جاسوس کم بخت نہ معلوم کہاں جا مرے"!

حکیم نے کہا۔ شاید وہ مسلمانوں سے مل گئے ابو سفیان اس قدر لشکر دیکھ کر مجھ پر ہول سا طاری ہو گیا ہے یہ لشکر مسلمانوں کا ہو یا بنو خزاعہ کا مکہ والوں کو کچل کر ڈال دے گا۔

ابو سفیان نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے اب مکہ کی تاراجی اور قریش کے زوال میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ اگر یہ لشکر مسلمانوں کا ہے تو وہ تمام عرب کو فتح کرنے کے لئے کافی ہے ...... آہ! کیوں ہم نے بنو خزاعہ پر شبخون مارا یہ ہماری اپنی غلطی کا خمیازہ ہے"!

حکیم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آواز آئی۔ ابو سفیان! ....

ابو سفیان اور حکیم دونوں چونک اٹھے دونوں نے ادھر ادھر دیکھا انھیں دلہنے ہاتھ والے ریت کے ٹیلہ سے ایک خچر سوار نکلکر ان کی طرف بڑھتا نظر آیا۔

دونوں حیرت و خوف بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے جب سوار قریب آگیا تو دونوں نے پہچانا۔ وہ عباسؓ تھے۔ ابو سفیان نے خوش ہو کر کہا عباسؓ! تم کہاں؟ تم تو مدینہ روانہ ہو گئے تھے؟

ؐ حضرت عباسؓ معہ اپنے اہل و عیال کے مکہ سے مدینہ کیطرف روانہ ہوئے تھے تمام مکہ والوں کو اس کا علم تھا جس وقت حضرت عباسؓ مقام جحفہ میں پہنچے تو آنحضرتؐ معہ لشکر اسلام کے ملے انکے اہل و عیال کو تو مدینہ روانہ کر دیا اور انھیں اپنے ہمراہ لے لیا:۔ (صادق۔ صدیقی)

حضرت عباسؓ ان دونوں کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے فرمایا ہاں! میں چلا گیا تھا۔ مگر راستہ ہی سے واپس آنا پڑا! ابوسفیان میں آج تم کو تلاش کرنے کے لئے نکلا تھا۔ سُنو خطرہ قریب آ گیا ہے اور مفر کی کوئی صورت نہیں دو ہی باتیں ہیں یا تو تم مسلمان ہو جاؤ اور عزت کی زندگی بسر کرو کافر رہو اور غلام بن کر جیو:-

ابوسفیان نے کہا۔ عباسؓ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ لشکر کس کا ہے؟

حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ مسلمانوں کا۔ دین و دنیا کے بادشاہ حضرت محمد مصطفےٰؐ اس لشکر کے سردار ہیں:-

ابوسفیان اور حکیم دونوں کے چہرے یہ بات سُنکر زرد اور بھیانک پڑ گئے دونوں کے بدن کانپنے لگے اُنکے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مسلمان ایسا عظیم الشان لشکر لے کر اتنے دور دراز فاصلے پر چڑھ آویں گے"!

حضرت عباسؓ نے پھر کہا۔ ابوسفیان وقت کم ہے میں چھپکر تم کو اطلاع کرنے آیا ہوں اب مسلمان ہونے ہی میں عافیت ہے"! ابوسفیان نے کہا میں تیار ہوں مگر کیا رسول خدا میرا قصور معاف کر دیں گے"؟

حضرت عباسؓ۔ وہ ایسے کریم الاخلاق اور پیکر رحم و کرم ہیں کہ دشمن سے دشمن کا بھی قصور معاف کر دیتے ہیں مجھے اُمید ہے کہ تمہارا قصور بھی معاف کر دینگے

ابوسفیان۔ کیا تم مجھے اپنی حفاظت میں لینا منظور کرو گے؟

عباس۔ ہاں! میں تم کو اپنی حفاظت میں لینے کے لئے تیار ہوں!

ابوسفیان۔ تمہاری اس بے پایاں عنایت کا شکریہ۔ ... ... حکیم! تم

مکہ واپس جاؤ اور اس شاندار لشکر کی آمد کی سرداران قریش کو اطلاع کر دو اور کہدو کہ عافیت اسی میں ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ حکیم واپس چلا گیا۔ ابوسفیان حضرت عباسؓ کے ہمراہ لشکر کی طرف بڑھے۔ یہ لشکر واقعی مسلمانوں کا تھا۔ دور تک خیمہ زن تھا۔ آنحضورؐ کے حکم سے تمام لشکر میں آگ روشن کیجا رہی تھی مسلمان نہایت اطمینان سے آگ کے سامنے بیٹھے کھانا تیار کر رہے تھے:۔

لشکر اسلام میں یہ قاعدہ مقرر ہو گیا تھا۔ یا آنحضور صلعم نے یہ جنگی قانون وضع کر دیا تھا۔ رات کو لشکر کی حفاظت کے لئے ایک دستہ مقرر کر دیا جاتا تھا اور یہ دستہ رات بھر لشکر کے گرد گشت لگاتا رہتا تھا۔ یہ طلایہ گرد دستہ کہلاتا تھا!

آج حضرت عمرؓ فاروق کی قیادت میں طلایہ گرد دستہ گشت لگا رہا تھا جب ابوسفیان اور حضرت عباسؓ لشکر کے قریب پہنچے تو اتفاق سے طلایہ گرد دستہ اس طرف سے گذر رہا تھا۔ اس دستہ کو دیکھ کر یہ دونوں ٹھٹھک گئے جب دستہ آگے نکل گیا تو دونوں بڑھے ابھی وہ لشکر میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک رعب دار آواز آئی! کون! ابوسفیان۔ خدا اور خدا کے رسول کا دشمن! دونوں نے گھبرا کر پیچھے کیطرف دیکھا۔ اس طرف سے حضرت عمرؓ لمبے لمبے قدم بھرتے انکی طرف آرہے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا! یا عمرؓ اس وقت ابوسفیان میری حفاظت میں ہے۔ حضرت عمرؓ کے کڑے تیور دیکھکر حضرت عباسؓ کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں وہ آتے ہی ابوسفیان کا خاتمہ ہی نہ کر دیں:۔

حضرت عمرؓ نے تلوار میان سے کھینچ لی تھی۔ اگر حضرت عباسؓ یہ نہ کہیں کہ وہ انکی حفاظت میں ہے تو ابتک ابوسفیان کا سر تن سے جدا ہو گیا ہوتا۔ حضرت عمرؓ

نے فرمایا۔ مگر تم نے اس دشمن اسلام کو اپنی حفاظت میں لیا ہی کیوں ؟
حضرت عباسؓ نے فرمایا یہ بات میں رسول خدا سے عرض کروں گا"!
ابوسفیان خوف و دہشت سے کانپ رہا تھا۔ اپنی موت اُسے سر پر کھڑی نظر آرہی تھی وہ حضرت عمرؓ سے اچھی طرح واقف تھا۔ اُنکی تُند مزاجی اور غصہ سے ڈرتا تھا ہر لحمہ اُسے اپنی موت کا یقین ہوتا جاتا تھا اُس نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنا سر جھکا لیا وہ کچھ سوچنے لگے اس عرصہ میں ابوسفیان موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ دفعتاً حضرت عمرؓ نے سر اُٹھایا اور کہا اچھے رسول خدا کے حضور میں لے چلو! یہ سُنکر ابوسفیان کی جان میں جان آئی حضرت عباسؓ چلے اور ان کے ساتھ ساتھ ابوسفیان بھی چلا۔ حضرت عمرؓ بھی پیدل ہی پیچھے چلے :-

لشکر میں داخل ہو کر جب ابوسفیان نے چاروں طرف نظر کی تو اُسے مسلمانوں کا ٹڈی دل لشکر نظر آیا ہر مسلمان بڑی بے فکری سے آگ کے سامنے بیٹھا ہوا خود کھانا پکا رہا تھا۔ جو کھانا نہ پکا رہے تھے۔ وہ ہتھیار صیقل کر رہے تھے کچھ لوگ جگہ جگہ کمبلوں کے فرش پر بیٹھے قرآن شریف کی تلاوۃ کر رہے تھے :-
غرضیکہ ہر مسلمان کسی نہ کسی کام میں لگا ہوا تھا نہ کوئی بیکار بیٹھا تھا اور نہ کوئی فضولیات میں مشغول تھا ابوسفیان پر مسلمانوں کی سادہ معاشرت اور یکجہتی کا بڑا اثر ہوا۔ وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ آنحضورؐ کے خیمہ پر پہنچا۔ حضورؐ کا خیمہ لشکر کے وسط میں تھا آپکے خیمہ پر اسلامی علم لہرا رہا تھا۔ اور آپؐ شاہانہ وقار سے ساتھ کمبل کے فرش پر بیٹھے تھے۔ آپکے گرد آپکے جاں نثار صحابہ کرام کا اجتماع

تھا حضرت عباسؓ اور ابوسفیان مرکبوں سے اُترے اور آنحضورؐ کے سامنے پہنچے۔
ابوسفیان نے نہایت ادب سے جھک کر حضورؐ کو سلام کیا۔ آج پہلا موقعہ تھا کہ کفر اسلام کے آگے جھکا ایک ایسا کافر جو اسلام اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا خدا اور خدا کے رسُول کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا حضورؐ کے سلام کے لئے جُھک گیا۔ آپؐ نے مسکرا کر دریافت کیا۔ ابوسفیان کس لئے آئے ہو؟
ابوسفیان نے ندامت سے نظریں جھکا کر کہا مسلمان ہونے کے لئے۔
حضورؐ نے فرمایا! کیا موت سے ڈر کر؟ ابوسفیان نے کہا نہیں اپنی خوشی سے۔
اس عرصہ میں حضرت عمرؓ بھی آگئے آپ نے آتے ہی فرمایا یارسول اللہ یہ کافر بلاشرط آج قابو میں آگیا ہے حکم دیجئے! میں اس کے وجود سے دنیا کو پاک کردوں!
حضورؐ نے فرمایا! یہ مسلمان ہونا چاہتا ہے!
حضرت عمرؓ نے آہستہ سے کہا جب تو مجبوری ہے! اب حضرت عباسؓ اور ابوسفیان دونوں بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ طلایہ گردی کیلئے چلے حضورؐ نے ابوسفیان سے کہا ابوسفیان میرے دل سے یہ بات نہیں نکلتی کہ تم موت سے ڈر کر مسلمان نہیں ہوتے میرا خیال ہے کہ تم مسلمانوں کا لشکر جرار دیکھ کر ڈر گئے ہو اور ڈر کر مسلمان ہوتے ہو سنو! ہم کسی کو ڈرا کر یا لالچ دے کر مسلمان نہیں کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:۔ لا اکراہ فی الدین
ترجمہ (یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے روشنی تاریکی سے علیحدہ ہو گئی ہے"!
اب اُس پر افسوس ہے جو روشنی کے ہوتے ہوئے اندھیرے کو پسند کرے گرچہ تم مسلمان ہونے کے لئے میرے پاس آئے ہو مگر میں تم کو ایک شب کی مہلت

دیتا ہوں تم اطمینان سے عباس رضؓ کے پاس رہو اگر تم مسلمان نہ ہوگے تب بھی تم کو قتل نہ کیا جائیگا بلکہ آزاد کر دیا جائیگا۔ جہاں جی چاہے چلے جانا اور اگر مسلمان ہونا چاہو گے تو صبح کو مسلمان کر لیا جائیگا اور پھر تم تمام مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ گے"!

ابوسفیان نے کہا جیسے حضور کی مرضی"!

آنحضورؐ نے حضرت عباس رضؓ سے کہا! یا عم! تم ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جاؤ یہ اپنی قوم کا سردار ہے اُسکے شایان شان اُسکی مدارات کرو! صبح اس سے دریافت کرنا کہ یہ مسلمان ہونا چاہتا ہے یا نہیں اگر یہ مسلمان ہونا نہ چاہے تو اُسے لشکر سے باہر نکال کر چھوڑ دو اور اگر مسلمان ہونا چاہے تو میرے پاس لے آؤ:۔

حضرت عباس رضؓ نے سر اطاعت خم کیا اور ابوسفیان کو ساتھ لیکر چلے اور اپنے خیمہ پر پہنچکر اُسکے لئے بستر بچھا دیا۔ وہ پڑ گیا اور رات بھر سوچتا رہا کہ کیا آبائی مذہب چھوڑ دوں۔ کیا ان دیکھے خدا کا پرستار بن جاؤں! اُس نے سوچا کہ اسلام اگر اچھا مذہب نہ ہوتا تو وہ عرب جو بتوں کی بڑے تندو مد سے عبادت کرتے تھے بتوں کی توہین برداشت نہ کر سکتے تھے۔ کیوں مسلمان ہو جاتے۔ کیوں اب بتوں کی مذمت کرتے۔

تمام بڑے بڑے لوگ مکہ اور مدینہ کے مسلمان ہوتے جا رہے ہیں چھوٹے لوگوں نے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا ہے اسلام کیا ہے؟ صرف ایک خدا کی پرستش کرنا کسی کو اسکی خدائی میں شریک نہ کرنا تمام بُرے کاموں کو چھوڑ دینا۔ یہ تو اچھی بات ہے دراصل آجتک میری آنکھوں پر کفر وضلالت کا پردہ پڑا رہا۔ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برابر کوشش کرتا رہا۔ یہ کیسں قدر میرا احمقانہ فعل تھا! بس تو مجھے مسلمان ہی ہونا چاہئے ابوسفیان نے یہ بات اپنے دلمیں طے کرکے آرام کیا۔ صبح جب وہ بیدار ہوا تو اذان ہو رہی تھی۔ حضرت بلال رضؓ نہایت بلند

آواز سے اذان دے رہے تھے وہ خوش آواز تھے تمام لشکر گاہ انکی خوش الحانی سے بھر گیا۔

ابوسفیان اُٹھا خیمہ سے باہر آیا۔ صبح کا سہانا سماں تھا۔ شرقی جانب سے روشنی بتدریج بڑھتی چلی آرہی تھی۔ اُجالا ہوتا جاتا تھا۔ ستارے پھیکے پڑتے پڑتے بالکل بے نور پڑ گئے تھے۔ آسمان پر سفید چادر تننے لگی تھی۔ ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے ریگ زار کا ذرہ ذرہ وجد کی حالت میں تھا۔ کھجوروں کے درخت فخر و غرور سے تنے کھڑے تھے انکی لمبی لمبی شاخیں اٹھکیلیاں کر رہی تھیں اور طیور چہچہا رہے تھے مسلمان ضروریات سے فراغت کر کے وضو کر رہے تھے اور لشکر گاہ سے باہر کھلے ہوئے میدان میں جمع ہوتے جاتے تھے:۔

تھوڑی دیر میں آنحضورؐ اس میدان میں تشریف لے گئے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو صفیں مرتب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان جلدی جلدی صف بہ صف کھڑے ہوگئے دُور تک صفیں پھیل گئیں اور آنحضورؐ نے نماز پڑھانا شروع کی''!

ابوسفیان انھیں دیکھتا رہا۔ حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ اُس نے آجتک اتنے مسلمانوں کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس کا دل خدا پرستی کے جذبہ سے لبریز ہوگیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو وہ بڑھکر حضرت عباسؓ کے پاس پہنچا اور بولا۔ عباسؓ! مجھے آنحضورؐ کے پاس لے چلو! حضرت عباسؓ اسے اپنے ہمراہ لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں پہنچے قبل اس کے کہ آنحضورؐ کچھ دریافت کریں ابوسفیان نے کہا۔ اے شہنشاہ عرب و عجم مجھے مسلمان کر لیجیئے''!

حضورؐ نے استفسار فرمایا۔ ابوسفیان کیا تم خوشی سے مسلمان ہوتے ہو؟ ابوسفیان نے عرض کیا۔ ہاں حضورؐ خوشی سے! مجھے افسوس ہے کہ میں نے

کیوں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کی اور کیوں ابتک مسلمان نہ ہوگیا :-
حضورؐ نے اُسے کلمہ پڑھاکر مسلمان کر لیا - اُسکے مسلمان ہونے سے تمام مسلمانوں کو حضرت عباس رضؓ کو - خود رسول خدا کو بڑی مسرت ہوئی - اُنھوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا - اس نعرہ سے تمام میدان گونج اُٹھا اور خوشی کی بات بھی تھی - ابوسفیان امیر الامرا تھے - قریش کے لشکر کے سپہ سالار تھے تمام عربستان میں انکی شہرت تھی - اہل مکہ اُن کا کہنا مانتے تھے - جنگ بدر جنگ احد اور مدینہ میں اُنھوں نے سعی بلیغ کی تھی ایسے شخص کا مسلمان ہونا بڑی تقویت کی بات تھی -
حضرت عباس رضؓ نے آنحضورؐ سے کہا - یارسُول اللہؐ! ابوسفیان ایک ذی جاہ شخص ہے لہذا حضورؐ بھی اُسے کوئی خاص عزت عطا فرمادیں :-
آنحضورؐ نے فرمایا میں بھی یہی سوچ رہا ہوں - اچھا تم لشکر اسلام میں اعلان کردو کہ مکہ میں داخلہ کے وقت جو شخص کفار میں سے خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اُسے امان دیجائیگی اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اُسے امان دیجائیگی اور جو شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھا رہے گا اُسکو پناہ دیجائیگی اور جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راستہ میں ملیگا اُسے بھی پناہ دیجائیگی - ابوسفیان اپنی اس عزت افزائی سے کمال مسرور ہؤا - انھوں نے آنحضور صلعم کا شکریہ ادا کیا اب آنحضورؐ نے حکم دیا کہ تمام لشکر مسلح ہو کر مکہ پر یورش کرے - مسلمان اُٹھے اور لشکر گاہ میں پہنچکر مسلح ہوگئے خیمے چھولداریاں اور رسد کا سامان اونٹوں پر بار کر دیا گیا :-
چونکہ ابوسفیان مکہ میں جاکر یہ منادی کرنا چاہتے تھے کہ جو شخص اُنکے گھر میں پناہ لیگا اُسے امان دیجائیگی - اسلئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور چلدیئے -

ابھی وہ وادی کے سرے ہی پر پہنچے تھے کہ لشکر اسلام کا سیلاب مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر لشکر اسلام کے کوچ کا نظارہ دیکھنے لگے مجاہدین اسلام نہایت شان کے ساتھ بڑی بے فکری کے ساتھ آہستہ آہستہ مکہ کی طرف کوچ کرتے رہے۔ راستہ جس پر لشکر رواں تھا۔ وسیع تھا۔

آٹھ آٹھ آدمیوں کی قطار میں مجاہدین کوچ کر رہے تھے۔ سب سے آگے حضرت خالدؓ بن الولید اسلامی علم ہاتھ میں لئے بڑے فخر کے ساتھ پانچسو آدمیوں کے دستہ کے ساتھ چل رہے تھے۔ اُن کے پیچھے حضرت عمرؓ علم لئے پانچسو مجاہدین کے ساتھ کوچ کر رہے تھے اُنکے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُنکے بعد سعدؓ بن معاذ۔ اُن کے بعد حضرت عباسؓ پانچسو آدمیوں کے دستوں کے ساتھ بڑھ رہے تھے:۔

ہر سردار کے پاس علم تھا۔ دُور تک فضا میں علم لہراتے بڑی شان سے چلے جا رہے تھے۔ درمیان میں آنحضورؐ تھے۔ آپکے برابر میں حضرت بلالؓ حبشی غلام جو مسلمان ہو کر آزاد ہو گئے تھے ایک بڑا علم ہاتھ میں لئے گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے۔ حضورؐ کے پیچھے حضرت زیدؓ بن حارث۔ ابو جندلؓ۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح اور دوسرے مہاجرین و انصار کی سپہ سالاری میں لشکر کوچ کر رہا تھا:۔

ہر سردار کے ہاتھ میں علم تھا کھلے ہوئے میدان میں دور تک علموں کے پھریرے ہوا میں لہراتے نظر آ رہے تھے۔ لشکر اسلام بجنسہ پانی کے سلاب کی طرح بڑھ رہا تھا اور راستہ ناہموار اور اونچا نیچا ہونے کی وجہ سے موجیں لیتا معلوم ہوتا تھا۔ چونکہ لشکر دس ہزار تھا اسلئے اتنا لمبا ہو گیا تھا کہ اُسکے دونوں سرے اُفق میں ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے:۔

ابوسفیان اسلامی لشکر کے کوچ کا یہ شاندار منظر دیکھکر حیران رہ گئے۔ انھوں نے قیصر و کسریٰ کے شاندار لشکر دیکھے تھے۔ عربوں کے پرجوش عساکر کا ملاحظہ کیا تھا۔ وہ خود سپہ سالار تھے اپنے لشکر کو کوچ کرتے دیکھا تھا مگر جس شان جس متانت جس ضبط و اہتمام سے یہ اسلامی لشکر چل رہا تھا اس سے پہلے ایک لشکر کو بھی اس طرح سے کوچ کرتے نہ دیکھا تھا:۔

اُنھوں نے آہستہ سے کہا۔ خدا کی قسم میں نے ایسا شاندار لشکر اس شان و دبدبہ کے ساتھ کوچ کرتے کوئی نہیں دیکھا بے شک یہ لشکر مکہ کو فتح کر لیگا تمام عربستان پر قابض ہو جائیگا اور آنحضورؐ کی یہ پیشین گوئی کہ فارس اور ملک شام و یمن کی کنجیاں حضورؐ کے سپرد کر دی گئی ہیں اور یہ تینوں ملک مسخر ہو کر اسلامی قلمرو میں داخل ہو جائیں گے پوری ہو کر رہے گی:۔

ابوسفیانؓ ٹیلہ سے نیچے اُترے اور ایک نزدیکی پگڈنڈی پر تیزی سے چل پڑے یہ راستہ قریب کا تھا وہ بہت جلد مکہ میں داخل ہو گئے مکہ والے متشوش و متفکر تھے۔ اُنھوں نے ابوسفیان کو دیکھا وہ دوڑ کر انکے پاس آئے پوچھا کیا واقعی مسلمان چڑھ آئے حکیم کہتا ہے کہ بیشمار لشکر لائے ہیں۔

ابوسفیانؓ نے کہا سچ ہے مسلمان ایسا عظیم الشان اور شاندار لشکر لائے ہیں پھر اس لشکر میں ایسے ایسے بہادر ہیں کہ وہ ایک ہی حملہ میں مکہ کو فتح کریں گے اور لڑنے والوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈالدیں گے میرے خیال میں لڑنا فضول ہے مسلمانوں کی اطاعت کرنے میں ہی فلاح ہے لوگوں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ واہیات کیا تم مسلمانوں سے مل گئے ہو کیا تم کو اُنھوں نے

رشوت دی ہے اور اس لئے تم مسلمانوں کی ہیبت ہم پر بٹھانا چاہتے ہو۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ زندگی کے آخری سانس تک لڑیں گے۔ ہمارے جیتے جی مسلمان مکہ میں داخل نہ ہو سکیں گے:۔

ابو سفیانؓ نے جلدی سے کہا بس تو تمہاری زندگیوں کا خاتمہ قریب ہے کوئی شبہ نہیں کہ تم۔ تمہاری اولاد۔ تمہاری بیویاں سب قتل کر ڈالے جائینگے اسلامی لشکر کے سیلاب کو روکنا مکہ والوں کی طاقت سے باہر ہے"!

ایک شخص نے کہا۔ مگر ہم قسمت آزمائی کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ دیکھو ہمارا شاندار لشکر مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لئے عکرمہ صفوان اور سہیل وغیرہ کی قیادت میں جا رہا ہے:۔

ابو سفیانؓ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اُسے لشکر کفار کوچ کرتا ہوا نظر آیا اُس نے کہا یہ غلطی ہے۔ بڑی زبردست غلطی اس سے قوم تباہ ہو جائے گی۔ خاندان مٹ جائیں گے اور قریش تباہ ہو جائیں گے:۔

ایک اعرابی نے کہا۔ تم فکر نہ کرو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ مسلمانوں کا کیا انجام ہوتا ہے:۔

ابو سفیانؓ نے کہا اچھا تم نہیں مانتے تو سنو مسلمانوں کے سالار اعظم شہنشاہ عرب حضرت محمد مصطفےٰ کا یہ فرمان ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا جو شخص میرے مکان میں جا چھپے گا۔ جو شخص اپنے مکان کا دروازہ بند کرکے بیٹھا رہے گا۔ جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راستہ میں ملے گا اُسے امن دیا جائے گا"!

چند لوگوں نے ہنس کر کہا۔ اطمینان رکھو ہمیں امان مانگنے کی ضرورت ہی

دے گی۔ اسکے باوجود ابو سفیان رضؓ نے تمام مکہ میں منادی کرادی"!

کفار کا لشکر مکہ کے راستے طے کر کے باہر نکل رہا تھا۔ عکرمہ صفوان اور سہیل اس لشکر کے سردار تھے۔ مکہ سے نکل کر یہ لشکر موضع جعدیہ میں پہنچا اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے صف بستہ ہو گیا۔

سامنے سے لشکر اسلام آتا ہوا نظر آیا۔ سب سے آگے حضرت خالدؓ ہاتھ میں علم لئے جوش شجاعت سے جھومتے ہوئے بڑھے چلے آ رہے تھے :۔

حضرت خالدؓ بڑے بہادر تھے۔ آج تک بیسیوں لڑائیاں کفار کی جانب سے شریک ہو کر لڑ چکے تھے۔ وہ کفار کا لشکر سدِّراہ دیکھتے ہی رکے اور اپنے دستہ کو صف بستہ کرنے لگے :۔

انھوں نے بہت جلد صفوں کو ترتیب دے کر تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ساتھ ہی نہایت دلیری اور بڑے جوش و خروش سے حملہ کر دیا! ان کا دستہ شیروں کی طرح کفار پر ٹوٹ پڑا :۔

کفار پہلے ہی سے اس بات کے خواہشمند تھے لہذا انھوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں اور بڑے جوش و غضب سے لڑنے لگے جنگ شروع ہو گئی۔ تلواریں اٹھ اٹھ کر آفتاب کی شعاعوں میں چمکنے اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے لگیں :۔

ہر دو لشکروں کا تصادم ہوتے ہی خاموش فضا میں شور و غل سے ایک تلاطم سا پیدا ہونے لگا۔ قومی نعروں کی آواز اور جانبازوں کی للکار و پکار سے تمام میدان گونج اٹھا :۔

کفار نہایت جوش و خروش اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ عکرمہ صفوان اور سہیل اُنھیں جوش دلا رہے تھے۔ اُن کے حملے کے آثار و اطوار کہہ رہے تھے کہ وہ تمام لشکر اسلام کو شکست دینے کا عزم کر چکے ہیں۔ مگر مسلمان کچھ اس بے باکی سے مصروف پیکار و جدال ہو رہے تھے کہ کفار کا جوش انکے سامنے طفل مکتب کی حیثیت رکھتا تھا:۔

ہر مسلمان سر جھکائے ڈاڑھی دانتوں میں دبائے بڑی بے جگری اور پوری قوت سے لڑ رہا تھا ہر مجاہد کی تلوار خونخوار بنی ہوئی تھی جس کافر کے سر پر پڑتی تھی اُس کے سر کے دو ٹکڑے کر کے حلق تک اُتر جاتی۔ اور پھر یا تو ایک خوفناک چیخ کی آواز سُنائی دیتی یا خرخراہٹ کی ہولناک آواز بلند ہوتی"!

میدان جنگ نہایت ہولناک ہو گیا تھا۔ دور تک صفیں پھیل گئی تھیں اور چونکہ جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی تھی۔ مسلمان کفار میں اور کفار مسلمانوں میں گھس گئے تھے۔ اسلئے کوئی نظام کوئی ضابطہ وغیرہ قائم نہ رہ سکا تھا۔

گویا ہر شخص اپنے مقابل سے اُلجھا ہوا تھا۔ جنگ بڑے زور شور سے ہونے کی وجہ سے اسلامی لشکر کی روانگی میں رکاوٹ ہو گئی تھی اور راستہ بند ہو گیا تھا۔ اگرچہ تمام مجاہدین اسلام لڑنے کے لئے بے قرار سے ہو رہے تھے اور نہایت اضطراب سے حملے کا حکم ملنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن نہ اسقدر میدان تھا جس میں تمام لشکر صف بستہ ہو سکتا نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ کفار کا لشکر زیادہ سے زیادہ چھ ہزار تھا اور اتنے لشکر کے لئے سارے اسلامی لشکر کا جنگ میں نبرد آزما ہونا عبث تھا:۔

اس وجہ سے حضرت خالدؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علی المرتضیٰ پانچ پانچ
دستوں کے ساتھ مصروف پیکار تھے۔ گویا چھ ہزار کفار کے مقابلہ میں صرف ڈیڑھ
ہزار مسلمان مناسب سمجھے گئے اور وہی جنگ کر رہے تھے :۔

دونوں فریق بڑی بہادری اور بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے ہر
مسلم سردار علم ہاتھ میں لیئے بڑی جرأت و دلیری سے لڑ رہا تھا حضرت خالدؓ
اس بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ ان کو اپنے تن بدن کا ہوش تک نہ تھا
گویا جو ان کے سامنے آجاتا اس کے ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔

جس پر وہ جھپٹ کر حملہ کرتے اُسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتے۔ ان کی خون آشام
تلوار کفار کے پرخچے اڑا رہی تھی۔ وہ اپنے مرکب تازی کے مہمیز لگا لگا
کر جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے :۔

وہ جس صف پر حملہ آور ہوتے تھے اُسے درہم برہم کئے بغیر نہ چھوڑتے
تھے۔ کفار اُن کا جوش۔ اُن کی دلیری اور اسلوب جنگ دیکھ دیکھ کر
ان سے خوفزدہ اور متوحش ہو گئے تھے :۔

حضرت عمرؓ بھی بکمال جانبازی اور شدید ترین شجاعت سے سرفروشانہ
حملے کر رہے تھے۔ آسیائے جنگ نہایت زور و شور سے رواں تھی۔ کفار
مسلمانوں کو منہزم و پسپا کرنے کی فکر میں تھے اور مسلمان کفار کو شکست دینے
کے خیال میں سر جھکائے مصروف جنگ ہو رہے تھے :۔

حضرت عمرؓ جس طرف نکل جاتے تھے جس پر حملہ آور ہوتے تھے اور جس گروہ
پر تلوار لے کر ٹوٹتے تھے کشتوں کے پشتے لگاتے چلے جاتے تھے۔

وہ قتل کرنے میں ایسے حریص ہو گئے تھے کہ سارے لشکر کفّار کو خود ہی قتل کرنا چاہتے تھے۔ جس مسلمان کو آپ نرغے میں دیکھتے دُور ہی سے ڈپٹ کر جا پہنچتے کفّار کو قتل کرتے اور مسلمان کو نرغہ اعدا سے بچا لیتے:۔

کفّار پر اُن کا رُعب طاری ہو گیا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ سے ایسے ڈرنے لگے تھے کہ پہلو تہی کرنے لگ گئے تھے نیز اُنھیں شمشیر بکف دیکھ کر اُن کے سامنے سے کترا جاتے تھے۔ لیکن وہ خود ایک ایک کافر کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر واصل جہنم کر رہے تھے۔ اُنھیں اپنے سر و پا تک کا ہوش نہ تھا۔ بائیں ہاتھ میں علم لئے اور داہنے ہاتھ سے قتل کرتے پھر رہے تھے!

حضرت علی المرتضیٰ بھی اس شان سے مصروف جدال و قتال تھے کہ کفّار گویا سب سے زیادہ آپ ہی سے ڈر رہے تھے آپکی شمشیر خارا شگاف جس شخص کے سر پر پڑتی تھی سینہ تک اُترتی چلی جاتی تھی اور جس کے شانہ پر پڑتی اُس کو ککڑی کی طرح سے کاٹ کر دوسری طرف نکل جاتی"!

آپ گھوڑے کو کودا کر جس گروہ پر لوٹتے جب تک اُس گروہ کے سارے آدمیوں کو قتل نہ کر ڈالتے واپس نہ لوٹتے تھے۔ آپ نے بھی کشتوں کے انبار لگا دیئے تھے۔ بڑے بڑے سرکش اور متمرد و بہادر کافروں کو قتل کر کے موت کی گہری نیند سلا دیا تھا:۔

آپ عکرمہ یا صفوان میں سے ایک کو یا اگر موقعہ ملے تو دونوں کو قتل کرنے کی فکر میں تھے۔ اس لئے بڑے جوش اور بڑی قوت سے حملے کر رہے تھے۔ کفّار کو مارتے کاٹتے ان دونوں سرداروں کی طرف بڑھے جا رہے تھے

اس لشکر کے ساتھ کچھ ایسے لڑکے بھی آئے تھے۔ جن کی عمریں سولہ سولہ سترہ سترہ سال کی تھیں۔ جوشِ شجاعت اور شوقِ شہادت اُنھیں اُنکے گھروں سے نکال لایا تھا:۔

اُنھوں نے آنحضور صلعم سے جنگ کی اجازت لی۔ آپ نے جنگ کی اجازت دی۔ وہ گھوڑے دوڑاتے آئے اور کفّار پر اس طرح سے ٹوٹ پڑے جس طرح سے بھیڑوں کے گلے پر بھیڑیئے ٹوٹ پڑتے ہیں:۔

اُنھوں نے کفار کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ اس بے جگری اور ایسے جوش سے حملہ کیا کہ باوجود کفّار کی مدافعت اور مزاحمت کے مشرکین کو قتل کر کے اُنھیں پیچھے دھکیلتے چلے گئے:۔

ان لڑکوں نے اپنے کئی دستے بنا لیئے اور ہر دستہ کمال دلیری اور بڑی بہادری سے لڑنے لگا۔ وہ بے دھڑک کفّار کی صفوں میں گھس گئے اور اپنی چھوٹی چھوٹی خون آشام تلواروں سے بڑے بڑے بہادر کافروں کو قتل کر کے فرشِ زمین پر گراتے چلے گئے:۔

ان ہونہار مگر کم عمر والے بچوں کی جنگ نے کفار کو کمال متحیر کر دیا۔ ان کے فہم و ادراک میں نہ آیا کہ کس چیز نے اُنھیں اس قدر جوشیلا کر دیا ہے اور کیوں وہ اس قدر بے باکانہ انداز سے مصروفِ پیکار ہیں"!

جب کفّار کی حیرت دور ہوئی تو اُنھوں نے طیش میں آکر لڑکوں پر بڑے جوش سے یورش کر دی اور اُن کو اپنے نرغہ میں لے کر ان پر تلواروں کا مینہ برسا دیا۔

لڑکوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور نہایت جوش و خروش سے چاروں طرف حملے شروع کر دیئے۔ بڑی بے خوفی اور بڑی بے جگری سے لڑنے لگے ان معصوم چہروں سے جوش و غضب کے آثار ظاہر ہو رہے تھے وہ کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ اُنھوں نے بہت جلد حملہ آوروں کو یا تو مار مار کر بچھا دیا یا اُنھیں بھاگنے پر مجبور کیا"!

جب لڑکوں نے اپنے گرد سے مشرکین کو ہٹا دیا اور اُنھوں نے مل کر ایک پُر جوش حملہ کیا۔ اُس وقت اُنھوں نے لشکر کفار میں ایک شور عظیم سُنا یہ شور قلب لشکر میں ہوا تھا:۔

وہ حیرت سے اس طرف دیکھنے لگے اُنھوں نے کفار کو بھاگتے ہوئے دیکھا قلب لشکر پر حضرت خالدؓ نے حملہ کیا تھا۔ کفار اُن کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے میمنہ میں حضرت علی کرم اور حضرت عمرؓ تھے:۔

ان دونوں نے بڑے جوش سے حملہ کیا۔ کفّار گویا ان کے حملے کا انتظار ہی کر رہے تھے اور حملہ آور ہوتے ہی فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب میسرہ رہ گیا۔ لڑکوں نے میسرہ پر پُر جوش حملہ کر دیا:۔

چونکہ مشرکین کا قلب اور میمنہ شکست کھا کر بھاگ گئے تھے اب میسرہ فرار ہو گیا۔ مسلمانوں نے کچھ دور تک اُن کا تعاقب کیا۔ جب وہ دور نکل گئے تو مسلمان واپس لوٹے اور اپنی ترتیب قائم کر کے مکہ کی طرف بڑھے"!

کفّار کا ہزیمت خوردہ لشکر کچھ مسلمانوں کے خوف اور کچھ شکست کی ندامت کی وجہ سے مکہ نہ گیا بلکہ جس کا جس طرف منہ اُٹھا بھاگ نکلا"!

لشکر اسلام نہایت شان و دبدبہ کے ساتھ روانہ ہو کر مکہ کے سامنے پہنچا اور رُک گیا۔ آنحضورؐ صلعم نے حضرت خالدؓ سے کہلا دیا کہ تا وقتیکہ اشد ضرورت لاحق نہ ہو مکہ کے اندر خوں ریزی نہ کی جائے"!

بات یہ تھی کہ مکہ میں بیت الحرام تھا۔ بیت الحرام میں جنگ کرنا مناسب نہ تھی۔ آنحضورؐ کی یہ دلی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ میں جو خدا کا گھر کہلاتا ہے خون نہ بہایا جائے۔ اسلئے حضور اکرم نے حضرت خالدؓ اور تمام مسلمانوں کو بغیر اشد ضرورت کے لڑائی سے منع کر دیا:۔

مسلمانوں کا خیال تھا کہ مشرکین مکہ۔ مکہ کے سامنے ضرور لڑیں گے اسلئے لشکر اسلام مکہ کے سامنے آکر رُک گیا تھا۔ لیکن دیر تک انتظار کرنے پر بھی جب کوئی مقابلہ کے لئے نہ آیا تو حضرت خالدؓ نے اپنے دستہ کو بڑھایا!

آپ نے حکم دیا کہ تمام لشکر برہنہ شمشیریں ہاتھ میں لیکر مکہ میں داخل ہو تاکہ کفار پر مسلمانوں کا رُعب بیٹھ جائے:۔

چنانچہ حضرت خالدؓ کے حسب ہدایات اُن کے دستہ نے تلواریں علم کیں اور مکہ میں داخل ہوئے:۔

مکہ میں داخل ہونے پر اُنھوں نے دیکھا کہ تمام راستے اور گلیاں سنسان پڑی ہیں۔ انسان تو انسان چڑیا تک کا بھی پتہ نہ تھا۔ وہ شاندار طریقہ پر فاتحانہ انداز سے بڑھے اور بیت الحرام کے سامنے جا کر رُکے اور ایکطرف صف بستہ ہو گئے:۔

اب اسلامی لشکر کا ہر دستہ آ آ کر بیت اللہ شریف کے سامنے والے

وسیع میدان میں صفیں باندھ باندھ کر کھڑا ہوتا چلا گیا"!

آنحضور صلعم کی سواری شاہانہ عظمت وجلال کے ساتھ تمام راستوں اور گلیوں سے گذر کر خانہ کعبہ کے سامنے پہنچی۔ اُس وقت آنحضرت صلعم کا چہرہ انور جوش مسرت سے سُرخ ہو رہا تھا"!

ایک دن وہ تھا جب کہ کفار مکہ نے آپؐ کو اور آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ کو اس قدر تنگ کیا تھا کہ سب کو ہجرت کرنی پڑی تھی۔ آج وہ دن آیا تھا کہ حضورؐ معہ صحابہ کرام کے شاہانہ عظمت وشوکت کے ساتھ ایک بے نظیر فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے:۔

یہ بات کچھ کم حیرت انگیز اور باعث مسرت نہ تھی۔ آنحضور صلعم نے سواری پر چڑھے ہی چڑھے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا"!

چونکہ بیت الحرام میں تالا لگا ہوا تھا اسلئے آنحضور صلعم نے کنجی بردار کو طلب کیا اور شہر میں منادی کرادی کہ تمام اہل مکہ کو امن دیا گیا۔ کسی سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا"!

لوگ اس منادی کی آواز کو سُن سُن کر گھروں سے نکلے اور لشکر اسلام کے پاس آ آکر ندامت وشرم سے سر جھکا جھکا کر کھڑے ہوگئے:۔

عثمان بن طلحہ حاجب یا کنجی بردار تھا۔ اُس نے آتے ہی آنحضور صلعم کو سلام کیا اور کنجی حضور صلعم کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا"!

یارسول اللہ! اے شاہ عرب اور اے فاتح مکہ۔ مکہ کی فتح مبارک ہو یہ بیت الحرام کی کنجی حاضر ہے۔ صدیوں سے ہمارا خاندان کنجی برداری کے

معزز عہدہ پر ممتاز رہا ہے۔ یقین ہے کہ حضور اکرم بھی مجھے اس مرتبہ پر بدستور قائم رکھ کر میری عزت افزائی فرمائیں گے :۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ بیت الحرام خدا کا گھر ہے خدا کے گھر میں تالے اور کنجی کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ ایام جاہلیت کی ایک بیہودہ رسم ہے میں اس رسم کو توڑتا ہوں۔ خانہ کعبہ ہر شخص کے لئے ہر وقت کھلا رہے گا!

آپ نے کنجی لے کر تالا کھولا اور خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ صرف چند صحابہ آپ کے ساتھ گئے اور باقی تمام لشکر باہر کھڑا رہا :۔

آپ نے اندر پہنچتے ہی خود بتوں کو گرانا اور توڑنا شروع کر دیا آنحضور صلعم کو اس کام میں مصروف دیکھ کر تمام صحابہ بھی بت شکنی کرنے لگے۔ سارے بت ایک ایک کر کے توڑ ڈالے گئے اور یہ ٹوٹے ہوئے بت باہر پھینک دیئے گئے :۔

بت پرست اپنے خداؤں کی ان خداؤں کی جن کی وہ خود اور ان کے باپ دادا پرستش کرتے چلے آئے تھے یہ کیفیت دیکھ کر کمال ملول و غمگین ہوئے ان کا خیال تھا کہ بت ناخوش ہو کر بت شکنوں کو فنا کر دینگے۔ اور کوئی کڑک دار آواز ان سب کو مار ڈالے گی لیکن جب دیکھا کہ کسی بت شکن کا کان تک بھی نہ گرم ہوا تو وہ کچھ شرمسار ہو گئے :۔

جب تمام بت توڑ توڑ کر باہر پھینک دیئے گئے اور خانہ کعبہ بتوں کے وجود سے پاک و صاف ہو گیا تو آنحضور صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر آپ باہر آئے!

اس وقت ہزاروں قریش اور دوسرے قبائل کے مشرکین لشکر اسلام کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے۔ آپ نے باہر آتے ہی ایک فصیح تقریر فرمائی:۔

آنحضور صلعم نے فرمایا! یا معاشر القریش! میں نے تم سے کہا تھا۔ کہ خدا ایک ہے۔ بُت خدا نہیں ہیں۔ دختر کشی بُرا فعل ہے۔ زنا۔ جوا۔ شراب خوری اور دوسری مذموم رسمیں چھوڑ دو۔ لیکن تم نے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ہاں! تم نے مجھے اذیّت دی"!

میرے صحابۂ کرام کو اس قدر تکلیف دی۔ اذیّت پہنچائی اور اُن میں سے اکثر و بیشتر جام شہادت نوش کر گئے اور باقی ماندہ ہجرت کر گئے تم سمجھتے تھے کہ خدا کوئی نہیں ہے اور نہ خدا میری استعانت فرمائے گا:۔

دیکھو خداوند کریم نے میری امداد کی اور اُس نے اپنا اقرار صحیح ثابت کر دیا۔ آج سارے گروہ اور تمام قبائل شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ سنو اور ہوش ہوش سے سنو:۔

آج مکہ مکرّمہ سے کفر زائل ہو گیا۔ کفّار ذلیل و خوار ہو گئے۔ صدیوں کے بعد خانہ کعبہ بتوں کے وجُود سے پاک ہو گیا۔ اور اب کسی قوم کو یہ جائز نہیں ہے کہ خانہ کعبہ میں خونریزی کرے"!

یہ بیت الحرام ہے اور اس جگہ کا احترام واجب و لازم ہے اور اس جگہ کا اس قدر احترام کرنا چاہیئے کہ یہاں کا کوئی سبز درخت تک بھی نہ کاٹا جائے۔

یا اہل مکہ! آج خدائے وحدہ لاشریک نے مسلمانوں کے ذریعہ سے جاہلیت کی تمام رسوم کو پامال کر دیا ہے:۔

صرف کعبہ کی مجاوری اور حاجیوں کو آب زمزم کا پانی پلانا باقی رکھا گیا ہے یہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اے گروہ قریش! آج ایام جاہلیت کا تکبر اور نسبی فخر بھی مٹ گئے ہیں :۔

خاندانی شرافت یا قومی نجابت کوئی چیز نہیں رہی بلکہ اب شریف اور نجیب وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا کا عبادت گذار ہو!

یاد رکھو! تمام آدمی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں لہذا مٹی کے پتلے کو فخر و غرور زیبا نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے۔

یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر

ترجمہ :۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے کنبے اور قبیلے کئے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبردار ہے“

آنحضور صلعم نے یہ تقریر فرما کر اہل قریش سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

اے گروہ قریش! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ :۔

یہ سنتے ہی تمام اہل قریش کے چہروں سے وحشت کے آثار ظاہر ہو گئے اور خوف و ہراس بھری نگاہوں سے آنحضور صلعم کے روئے مبارک کی طرف دیکھنے لگے"!

چند معزز لوگوں نے کہا!

حضور اکرم ہم آپ سے خیر و برکت کے اُمیدوار ہیں کیونکہ آپ ستودہ خصائل رکھتے ہیں۔ آپ قریش کے سب سے بڑے بزرگ قبیلہ بنو ہاشم سے ہیں اور اُس قبیلہ کے سب سے بزرگ و معزز انسان ہیں :۔

آنحضور صلعم نے مسکرا کر فرمایا!

سُنو! آج میں تم سے وہی کرتا ہوں۔ جو حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ لہذا تم سب کے سب لوگ آزاد ہو"!

اہل قریش یہ سُن کر کمال مسرور ہو گئے۔ ان میں سے چند لوگوں نے کہا یا محمدؐ! تم بے شک خدا کے سچے رسول ہو! یہ حلیمی یہ کریمی یہ مہربانیاں پیغمبروں ہی کی شایان شان ہیں :۔

یہ امر واقع ہے کہ ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ایسی ایسی ایذائیں دیں جو آج تک کسی نے کسی کو بھی نہ دی ہوں گی۔ ہم کو خوف تھا کہ آنحضور صلعم ہم سے انتقام لیں گے لیکن ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ حضور اکرم نے ہماری توقعات کے خلاف ہم کو معاف کر دیا جس کے لئے ہم آپ کے مشکور و ممنون ہیں :۔

حضور اکرم نے تبسم و تمکنت کے لہجہ میں فرمایا! جاؤ اور بے فکری سے اپنے اپنے کاروبار کرو :-

چنانچہ اہل قریش بصد تشکر و امتنان وہاں سے رخصت ہو گئے اور حضور نے لشکر اسلام کو بھی آرام کرنے کا حکم دیا!"

لشکر اُسی جگہ مقیم ہو گیا۔ جن مسلمانوں کے مکہ معظمہ میں مکانات تھے اور اُن مکانات پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ اپنے اپنے مکانوں میں جاکر آرام کرنے لگے مگر سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ خیمہ ہی میں آرام فرما رہے۔

چند روز گزرنے کے بعد حارثہ نے سلمےٰ۔ جمیلہ۔ رقیہ اور دوسرے اپنے ہمراہیوں کو بھی مکہ میں بلا لیا :-

جب وہ تمام مکہ میں آ گئے تو سلمیٰ اپنے مکان پر گئی اپنے مکان پر جانے سے اُسے معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ایک مدت گزر چکی ہے جب کہ وہ فوت ہو چکا ہے :-

اگرچہ اُسے اپنے شوہر سے کچھ بھی محبت و پیار باقی نہ رہا تھا تاہم اُس کی موت کی خبر سُن کر اُسے افسوس ہوا!"

کچھ عرصہ کے بعد جمیلہ اور رقیہ کی شادیاں معزز مسلمانوں کے ساتھ کر دی گئیں اور وہ سب خوش و خرم رہ کر زندگی کے باقی ماندہ دن آرام و آسائش سے بسر کرنے لگے"!

اس طرح سے ایک تنہا ہستی نے عرب میں وہ انقلاب پیدا کر دیا جو بچشم فلک نے کبھی نہ دیکھا تھا"!

صدہا سالہ بُت پرستی کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کر خدا پرستی کا سکہ جما دیا جو آج تک بھی عرب کے گوشہ گوشہ میں رائج ہے :-

چند ہی روز میں تمام قبائل عرب اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے اور مکہ میں ایک بھی کافر نہ رہا۔ جس قدر بُت خانے تھے منہدم کر دیئے گئے اور جس قدر بُت تھے توڑ کر مکہ سے باہر پھینک دیئے گئے!

صدہا سالہ بُت پرستی کے بعد مکہ معظمہ میں خدا پرستی کا دور دورہ شروع ہوا اور ایام جاہلیت کی تمام بیہودہ رسوم کا خاتمہ کر دیا گیا"!

گویا نیرّ اسلام نے فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو کر اپنی ضیا بار کرنوں سے کفر و گمراہی کی تاریکی کو دُور کر دیا تھا۔ اب مکہ کے در و دیوار اس روشنی سے جگمگا اُٹھے تھے :-

یہ وہ واقعات ہیں جو تاریخوں میں مرقوم و محفوظ ہیں۔ ان واقعات کو پڑھ کر بھی کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اگر اب بھی کوئی شخص یہی کہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو اُسکے فاتر العقل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے :-

ختم شد

اطلاع

ہمارے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں عربی۔ فارسی مذہبی اخلاقی۔ درسی۔ طبی۔ تاریخی کے علاوہ ہر قسم کے قرآن مجید معرّا مترجم نیز ہر قسم کی حمائلیں قاعدے سیپارے پنجسورے اور درود وظائف قطعات رنگین وسادہ اور ہر قسم کے ناول تاریخی و اسلامی بارعایت مل سکتے ہیں۔ پتہ ذیل سے طلب فرمائیں :-

جہانگیر بک ڈپو بیرون شیرانوالا دروازہ جہانگیر منزل لاہور